خطۂ بنگال کے اولین داعی اسلام و امام طریقت، خلیفۂ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، مصاحب غوث زماں بہاء الدین زکریا ملتانی و قطب الدین بختیار کاکی، امام الصوفیہ شیخ الاسلام حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی علیہ الرحمہ پر ایک تاریخی و تحقیقی سوانحی کتاب

احوال و آثار

شیخ جلال الدین تبریزی

تالیف

علامہ مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی

صدر المدرسین و صدر دار الافتاء دار العلوم عربیہ اہل سنت منظر اسلام التفات گنج امبیڈکر نگر (یوپی)

خطۂ بنگال کے اولین داعی اسلام و امام طریقت
خلیفۂ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، مصاحب غوث زماں
بہاء الدین زکریا ملتانی و قطب الدین بختیار کاکی --- امام الصوفیہ، شیخ الاسلام
حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی علیہ الرحمہ
پر ایک تفصیلی، تاریخی و تحقیقی سوانحی کتاب

احوال و آثار
شیخ جلال الدین تبریزی

(متوفی: 642ھ/1244ء)

تالیف:

علامہ مولانا

مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی

صدر المدرسین و صدر دار الافتاء- دار العلوم عربیہ اہل سنت منظر اسلام
التفات گنج، امبیڈکر نگر، یوپی

ناشر

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدر آباد دکن

بفیضِ روحانی شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین
حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

سلسلۂ کتاب بزبان اردو: 121 ✿ سلسلۂ اشاعت بزبان اردو: 50

✿......نام کتاب : احوال وآثار- شیخ جلال الدین تبریزی
✿......مصنف : علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی
✿......نظر ثانی : بشارت علی صدیقی اشرفی۔
✿......تحریک واہتمام : محمد بشارت علی صدیقی اشرفی؛ جدہ شریف، حجاز مقدس۔
✿......اشاعت اول : 1441ھ/2020ء
(بموقع عرس مخدوم العالم شیخ علاء الحق چشتی پنڈوی قدس سرہ)
✿......ناشر : اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن۔
✿......صفحات : 304
✿......ہدیہ : 200

✿ ملنے کے پتے ✿

☆......مصنف کتاب- مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی- 09932807264
☆......مُفتی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی- 09867934085
☆......اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد- 09502314649
☆......مکتبہ نورالاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد- 09966387400
☆......مکتبہ فیضان اشرفی، جامع اشرف، کچھوچھہ شریف- 09451619386
☆......عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد- 09440068759
☆......مدنی فاؤنڈیشن، ہبلی، کرناٹک- 08147678515
☆......مکتبہ سہروردیہ، گتی، اننت پور، آندھرا پردیش- 07013242112
☆......حافظ جنرل بک اسٹور، اسلامپور، اتر دیناجپور- 09753077836

انتساب

امام اعظم
ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

غوث اعظم
سید محی الدین عبد القادر جیلانی

ہم شبیہ غوث اعظم
سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی

مجدد اعظم
امام احمد رضا خان قادری بریلوی

محدث اعظم
سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

سرکار کلاں
سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین
حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

256

انتساب مصنف

سادات کچھوچھہ شریف کا ایک گھرانہ، جس کا ہر فرد مشائخ پنڈوہ شریف کا دیوانہ،
اس گھرانہ کے تین شہزادوں کے نام پنڈوہ شریف کے تین جلیل القدر مشائخ:
شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ اخی سراج الدین لکھنوتی اور شیخ علاء الدین پنڈوی
کے نام پر رکھا گیا ہے۔

اسی مناسبت سے ہم اپنی اس کاوش کا انتساب پیر طریقت، رہبر راہ شریعت،
تاج الاولیاء
حضرت علامہ سید شاہ محمد جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی
معروف بہ قادری میاں مدظلہ العالی
صدر و سربراہ اعلیٰ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف
کی طرف کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

جن کے نام کا انتخاب ان کے بزرگ دادا۔ سیف زباں
تاج الاصفیاء
حضرت علامہ و مولانا سید شاہ محمد مصطفیٰ اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ
نے قبل پیدائش منتخب کر دیا تھا۔

والد گرامی بدر طریقت، ہادی قوم وملت
اشرف الاولیاء
حضرت علامہ سید شاہ محمد مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ
بانی مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف نے اسی نام کو اپنے والد بزرگوار
اور شیخ جلال الدین تبریزی کی محبت میں منتخب فرمایا۔

نذرانۂ عقیدت

مخدوم بنگال

حضرت خواجہ جلال الدین تبریزی سہروردی قدس سرہٗ

ادیب اہل سنت

خلیفۂ حضور شیخ الاسلام حضرت مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی

حضرت علامہ مولانا

سید فاضل میاں اشرفی میسوری

کرم یاب و کرم فرما جلال الدین تبریزی
سراپا فیض کا دریا جلال الدین تبریزی

ضیا اسلام کی پھیلی بہر سو جس گھڑی تم نے
قدم بنگال میں رکھا جلال الدین تبریزی

تمہاری شان کے ہیں معترف خواجہ نظام الدیں
ہو ایسے عارفِ یکتا جلال الدین تبریزی

معین الدین ہو تم خطۂ بنگال کی خاطر
تعالی اللہ یہ رتبہ جلال الدین تبریزی

شہاب الدین شاہِ سہروردی کی توجہ سے
ہوئے تم واصلِ مولیٰ جلال الدین تبریزی

تمہارے در پہ آیا جو کوئی بھٹکا ہوا اس کو
ہدایت کا ملا رستہ جلال الدین تبریزی

طریقِ سہروردی کا تمہارے دم قدم سے ہی
ہوا بنگال میں شہرہ جلال الدین تبریزی

سلاطینِ جہاں چوکھٹ سے ان کی بھیک لیتے ہیں
سخاوت میں ہیں بے ہمتا جلال الدین تبریزی

بزورِ علمِ قرآں جوگیوں اور پنڈتوں کو بھی
ہے تم نے زیر فرمایا جلال الدین تبریزی

رفاقت اولیائے چشت کی حاصل رہی تم کو
مرے مرشد مرے آقا جلال الدین تبریزی

دلِ فاضل سے زائل ہو کثافت سب گناہوں کی
بنادو اس کو آئینہ جلال الدین تبریزی

فاضل میسوری

256

منقبت در شان

مخدوم بنگال

حضرت خواجہ جلال الدین تبریزی سہروردی قدس سرہٗ

ادیبِ اہل سنت
خلیفۂ حضور شیخ الاسلام حضرت مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی
ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی

سراپا حاملِ رفعت جلال الدین تبریزی
بیاں ہو کیا تری عظمت جلال الدین تبریزی

شہاب الدین شاہِ سہروردی کے ہو تم پیارے
تمہاری ہے بڑی شوکت جلال الدین تبریزی

رفیقِ خاص ہو خواجہ معین الدین چشتی کے
تمہاری کیوں نہ ہو مدحت جلال الدین تبریزی

بہار افزا تمہارے دم سے ہے بنگال کی دھرتی
ہے اس میں دین کی نکہت جلال الدین تبریزی

مٹادی کفر کی ظلمت، بسایا نورِ ایمانی
ہے ممنونِ کرم خلقت جلال الدین تبریزی

تمہارے آستاں سے جھولیاں بھرتی ہیں منگتوں کی
ہے ملتی آج بھی برکت جلال الدین تبریزی

مُشاہدؔ کو بھی اے فخرِ ولایت تم عطا کردو
زرِ عرفان کی دولت جلال الدین تبریزی

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی

256

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض دل

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے- بعد حمدِ خدائے تعالیٰ، بے شمار درود و سلام شاہِ لولاک، رسول پاک حضرت محمد ﷺ پر، ان کے اہلِ بیت پر، ان کے محبوب اصحاب پر اور ائمہ شریعت و طریقت پر-

احوال و آثار- شیخ جلال الدین تبریزی (متوفی: 642ھ/ 1244ء)-

عطائے سرکار کلاں، انتخاب مخدوم سمناں- علامہ مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی مدظلہ العالی کی ایک علمی و تحقیقی تصنیف ہے جس میں انہوں نے خلیفۂ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر صدیقی سہروردی قدس سرہ- شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ کے حالات زندگی جمع کیے ہیں۔

الحمد للہ اس کتاب کو یہ اعجاز بھی حاصل ہو رہا ہے کہ تقریباً 800 سال بعد پہلی بار شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ کے روحانی و عرفانی احوال و آثار تحقیقی و تاریخی انداز کے ساتھ ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ اسلاف شناسی میں یہ کتاب ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے لیے 60 سے زاید کتب، مصادر و مراجع کی طرف رجوع کیا گیا اور مکمل دو سال کی کڑی محنت و تحقیق کے بعد آپ حضرات کی خدمت میں یہ تحقیقی کتاب پیش کی جا رہی ہے۔

اس عظیم کارنامے کے ذریعے علامہ مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی مدظلہ العالی نے ہم عاشقان اولیا و صوفیا کی طرف سے ایک قرض ادا کر دیا، جس کے لیے وہ تمام محبان اولیاء بالخصوص وابستگان سلسلہ سہروردیہ کی جانب سے شکر و سپاس کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ علامہ مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی مدظلہ العالی کی یہ کاوش اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرے گی اور مولانا اپنا یہ علمی سفر جاری رکھیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے ہمیشہ نوازتے رہے۔ آمین!

میں بے حد مشکور و ممنون ہوں سیدی وسندی؛ قائد ملت، حضرت علامہ و مولانا الحاج شاہ سید ابو المختار محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی [سجادہ نشیں خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں، کچھوچھہ مقدسہ، امبیڈکر نگر]؛ حضرت علامہ ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی مدظلہ العالی [صدر شعبہ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد]؛ مفکر قوم و ملت پروفیسر ڈاکٹر سید شمیم الدین منعمی مدظلہ العالی [سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ پٹنہ]، جامع منقول و معقول حضرت ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی مدظلہ العالی [اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تاریخ، پریسیڈنسی یونیورسٹی، کولکاتا]، ماہر ادویات یونانیہ حضرت ڈاکٹر فضل الرحمن کاظمی مدظلہ العالی [تکمیل الطب کالج لکھنو] اور استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عبد الخالق اشرفی راج محلی مدظلہ العالی [صدر المدرسین جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ] کا جنہوں نے اس کتاب پر اپنے گراں قدر تاثرات اور کلمات لکھ کر کتاب کی علمی شان میں مزید اضافہ فرما دیا ہے۔

احوال و آثار۔ شیخ جلال الدین تبریزی کی تکمیل دسمبر 2018ء میں ہو چکی تھی، اس کا اعلان عام بھی فیس بک کے ذریعہ ہوا تھا۔ اکابرین ملت نے اس کام کو سراہا اور کئی بزرگوں نے رابطہ کر کے دعاوں سے نوازا اور جلد اشاعت کا مشورہ دیا۔ اس کی اشاعت مارچ 2019 میں ہی طے پا گئی تھی مگر اشاعت سے قبل دو کتابوں کا دیکھنا ہمارے لیے انتہائی ضروری ہو گیا تھا، اس لیے اشاعت ملتوی کر دی گئی۔ الحمد للہ کچھ مہینے پہلے وہ کتابیں دستیاب ہو گئی اور اب مصنف کتاب کو کسی قدر تسلی ہو گئی ہے۔

الحمد للہ تعالیٰ اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن حاصل کر رہی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اس خدمت کو قبول فرمائے، ہر کام کو پائے تکمیل تک پہنچائے، ناشرین و اراکین اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن کو مزید دینی و علمی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور احباب اہل سنت کے لیے اس کتاب کو نفع و فیض بخش بنائے! آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقیر غوث جیلاں دستاں۔ بشارت علی صدیقی اشرفی

جدہ شریف، حجاز مقدس۔

256

دعائیہ کلمات

مرشد حقانی عکس لاثانی انتخاب حضور سرکارکلاں
سفیرامن ومحبت قائدملت حضرت علامہ مولانا سید شاہ

محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ وسربراہ اعلیٰ
جامع اشرف کچھوچھہ شریف، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلاف شناسی محبوب ومقبول طریقہ ہے، اس سے جہاں اپنے مشائخ اور بزرگان دین کی حالات زندگی سے باخبری ہوتی ہے وہیں موجودہ اور آئندہ نسلوں کو زندگی گزارنے کے رہنما خطوط اور سیرت سازی کے بہترین موثر اصول بھی حاصل ہوتے ہیں۔ زیرنظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک قیمتی کڑی ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے تعلق سے یہ تاریخی اور تحقیقی دستاویز اس لئے بہت زیادہ قدروقیمت کی حامل ہے کہ تقریباً آٹھ سو سالہ قدیم شخصیت پر اس وقت خامہ فرسائی کی گئی ہے جب ان کے متعلق احوال وکوائف جاننے کا منظم ذریعہ معدوم ہے۔ یقیناً

عزیزی القدر مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی صاحب لائق تحسین وآفریں ہیں کہ انہوں نے عرق ریزی سے اس کام کو تکمیل تک پہنچایا۔

مولف موصوف پچھلے کئی سالوں سے اس طرح کی تحقیقی وتاریخی تصانیف لکھتے رہے ہیں جو میدان تصنیف کے شہسواروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ریاست بنگال سے تعلق رکھنے والے مشائخ وبزرگان دین کی سیرت وسوانح نگاری میں کافی دل چسپی رکھتے ہیں، یہ ان کا پیدائشی فریضہ بھی ہے اور نسبتی تقاضا بھی، مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی اور حضرت اخی سراج آئینۂ ہند وغیرہم پر ان کی تصنیفات اسی وظیفہ کی ادا ہے۔

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر تصانیف ہوں گے مگر اردو زبان میں تحقیقی وتفصیلی لحاظ سے یہ پہلی تصنیف ہے۔ سلسلہ سہروردیہ کی ترویج واشاعت پر ایک تحقیقی تبصرہ، شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا اپنے ہم عصر اکابر ومشائخ سے ربط وتعلقات پر سیر حاصل گفتگو وغیرہ نے کتاب کو مضبوطی عطا کیا ہے۔ اللہ پاک مولف موصوف کو مزید علمی خدمات انجام دینے کی توفیق رفیق بخشے اور اس تصنیف کو قبول عام فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

فقط والسلام

دعا گو

فقیر اشرفی گدائے جیلانی

ابوالمختار سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی

سجادہ نشین۔ آستانہ عالیہ اشرفیہ

۸؍ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ/ ۴؍ مارچ ۲۰۲۰ء بروز بدھ

تأثرات شمیم

مرشد حقانی

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر سید شاہ

شمیم الدین احمد منعمی

سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عہد سلطنت میں ہندوستان میں جن سلاسل اور شخصیتوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں ان میں سلسلۂ سہروردیہ اور سہروردی مشائخ کا مقام بہت بلند ہے۔ سہروردی مشائخ اپنی تبلیغی اور دعوتی خدمات کے حوالے سے پورے ہندوستان میں مستعد اور مشغول نظر آتے ہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی (م 632ھ) ایک ایسے امام کی حیثیت سے اسلامی دنیا میں نظر آتے ہیں جنہوں نے برصغیر میں بطور خاص اور پوری اسلامی دنیا میں بطور عموم تبلیغ ودعوت کے نشانے طے کئے اور ان کے حاصل کرنے کے لیے اپنے معتبر، مستند اور موزوں خلفا کو ان مقامات تک بھیجا۔ اس برصغیر کے حوالے سے ان کا یہ قول بہت مشہور ہے: خلفائی فی الهند کثیرة۔ آپ کے جن خلفا نے ہندوستان کے

دور دراز علاقوں میں تبلیغ و دعوت کے ٹھوس اور بنیادی کام کیے، ان میں سب سے بڑا نام شیخ جلال الدین تبریزی کا ملتا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی اپنی عمر، اپنے تجربے اور اپنی روحانی تفوق کی بنیاد پر معاصر مشائخ میں نمایاں مقام کے حامل تھے۔ آپ جدھر گئے اُدھر اپنے مثبت اثرات چھوڑے۔ آپ نے دارالحکومت میں بھی خاصہ وقت گزارا اور پھر دارالحکومت کے بعد ہندوستان کے ان مختلف علاقوں میں بھی جہاں جہاں آپ نے ضرورت سمجھی آپ رُکے، ٹھہرے، کام کیا اور آگے بڑھے اور ایک لمبے سفر کے بعد آپ بنگال پہنچے۔ بنگال میں آپ نے طویل عرصہ گزارا۔ بنگال وہ سرزمین تھی جہاں تبلیغ و دعوت کے کام آپ سے پہلے نہ باضابطہ ہوئے تھے اور نہ بے ضابطہ ہوئے تھے۔

بنگال وہ سرزمین بھی تھی جہاں عام ہندوستان سے الگ زبان بولی جاتی تھی۔ تہذیب و ثقافت میں بھی بڑا فرق تھا اور ساتھ ساتھ ایسے جعلی اور مصنوعی مذہبی دعوے داران، دھرم کے اندر داخل ہو چکے تھے جنھوں نے اپنے نفسانی شکنجوں میں معاشرے کو جکڑ رکھا تھا۔ مذہبی کرم کانڈ، بجائے انسان کو انسانیت بخشنے کے حیوان بنا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت شیخ جلال الدین تبریزی بنگال میں قدم رکھتے ہیں اور وہ ان ساحروں سے معاشرے کو نجات دلانے کی سمت اپنا قدم بڑھاتے ہیں تو بنگال کا معاشرہ آپ کی قدم بوسی بھی کرتا ہے اور آپ کی دعوت پر لبیک بھی کہتا ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزی ہندوستان کے ان مشائخ میں سے ہیں جنھوں نے عدم مساوات، ذات پات اور استحصال کرنے والے سادھوں اور بیراگیوں کے ظلم و جبر سے معاشرے کو نجات دلائی اور صاف ستھرے روحانی اشغال، اوراد اور مجاہدات سے گزار کر ایک خوشنما معاشرے کی بنیاد رکھی۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کثرت سے سفر کرتے تھے اور جن علاقوں میں جاتے ان علاقوں میں اپنے طرزِ عمل سے ایک گہری چھاپ چھوڑتے۔ آپ کی شخصیت میں اس قدر گہری کشش اور تاثیر تھی کہ بعض دفعہ دیکھنے والا پہلی نظر میں آپ کے رتبے اور مقام کا اسیر ہو جاتا تھا اور آپ فضا کو ہموار کرتے، تربیت کا حق ادا کرتے اور پھر دوسرے علاقے کی جانب بڑھ جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا مغربی و مشرقی بنگال اور آسام کے بہت بڑے علاقے پر آپ کے اثرات مرتب ہوئے۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ آپ کی خدمات پر امتدادِ زمانہ سے بہت پردہ پڑ گیا

ہے، لیکن اس کے باوجود جو ظاہری اور باطنی حقائق پیش نظر ہیں، چاہے وہ گری پڑی عمارتوں کی شکل میں ہوں، مساجد اور مقابر کی شکل میں ہوں یا پھر آبادی کے تناسب کے حوالے سے ہو، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کی گہری خدمات کا قصیدہ پڑھ رہی ہیں۔ بھلا ہو مولانا عبدالخبیر اشرفی سلمہ اللہ تعالیٰ کا کہ انہوں نے ان دنوں اپنی لیاقت اور بصیرت کا استعمال عہد سلطنت کے صوفیا اور بطور خاص چشتی اور سہروردی مشائخ جن کا تعلق بنگال سے ہے اپنی توجہ مبذول کرائی ہے اور حالیہ دنوں میں ان کی کئی کتابیں اور تحقیقی کاوشیں سامنے آئی ہیں۔ اس سے ان بزرگوں کی خدمات کا کچھ اندازہ ہو سکا ہے۔ عبدالخبیر اشرفی فاضل مرتب نے شیخ جلال الدین تبریزی پر جو کتاب مرتب کی ہے وہ میں نے سرسری نگاہ سے دیکھی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ماخذات پر توجہ صرف کی ہے اور اس سے نتائج اخذ کرنے میں جرح اور تنقید کے صحت مند اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزی کی خدمات اور ان کی سوانح حیات پر عبدالخبیر اشرفی کی یہ کتاب یقیناً ایک معتبر کوشش ہے۔ اس لیے میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین!

سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی

سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی

❁❁❁

256

باران کرم

حامل علوم عقلیہ ونقلیہ، ماہر لسانیات حضرت علامہ

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

صدر شعبۂ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی-حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

عزیز القدر مولانا عبد الخبیر مصباحی اشرفی سلمہ اللہ ووقاہ کی علمی فتوحات اور تحقیقی نگارشات کا سلسلہ دراز ہے۔ ان کی فکر رسا کا تازہ شاہکار حضرت جلال الدین تبریزی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ہے، جسے فاضل مصنف نے بڑی عرق ریزی اور دیدہ وری کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اوران کی سوانح حیات کی منتشر کڑیوں کو یکجا کرنے اور انھیں باہم مربوط ومتصل کر کے ایک سلسلۃ الذہب بنانے کی ایک عمدہ کوشش کی ہے، اوراس ضمن میں ورقی اور برقی تمام موجود ومتوفر مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے، یہ ایک ایسی علمی کاوش ہے جو لائق تحسین بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ اس کتاب کے ذریعے فاضل مصنف نے حضرت والا قدست اسرارہ کی سوانح سے متعلق کئی پیچیدگیوں کو سلجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے، البتہ کئی دوسری معلوماتی اور توفیقی دشواریاں ہنوز منت کش تحقیق ہیں۔

کتاب میں سلسلہ سہروردیہ اور اس کے موسس شیخ الشیوخ قطب الاقطاب حضرت شہاب الدین عمر سہروردی متوفی 1234ء کا بے حد خوبصورت اور جامع تذکرہ کیا گیا ہے جو کتاب کی افادیت کو دوچند کردیتا ہے۔ بلاشبہ یہ سلسلہ مبارکہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بعد برصغیر میں نشوونما اور قبولیت وانتشار پانے والا سب سے قدیم سلسلہ تصوف ہے۔ بانی سلسلہ کی حیات ظاہری میں ہی ان کے متعدد خلفائے عظام نے برصغیر میں قدم رنجہ فرمایا اور اپنے پاکیزہ انفاس سے اس کے دشت وچمن اور کوہ ودمن میں توحید کی خوشبو پھیلائی، انسانی مساوات کا درس دیا اور طبقاتی منافرت کا شکار اور اونچ نیچ کے دام میں گرفتار اس دیس کے باسیوں کو سماجی ہم آہنگی اور تکریم بنی آدم کا پیغام دیا۔ فاضل مصنف نے شیخ الشیوخ کے ایسے تمام خلفائے عظام کے اجمالی ذکر کو بھی شامل کتاب کرلیا ہے اور ان کے سوانح کے اہم مآخذ کی طرف اشارہ بھی کیا ہے، یہ مآخذ نہ صرف مذکورہ معلومات کو درجہ استناد عطا کرتے ہیں بلکہ تشنگان علم ومعرفت کے لئے ایک چشمہ شیریں کا کام بھی کرتے ہیں اور نعرہ زدگان ھل من مزید کی سیرابی کا مزید سامان بھی مہیا کرتے ہیں۔

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے بیشتر احوال پردۂ خفا میں ہیں اور اس کا شکوہ ان کے ہر سوانح نگار نے کیا ہے اور جو حالات دستیاب ہیں وہ سخت اضطراب وانتشار کا شکار ہیں ایسے میں کسی بھی مصنف بالخصوص ایسے مصنف کی دشواری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو ایک تحقیقی علمی اور منہجی کتاب زیب قرطاس کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایک بے حد دشوار گزار اور جاں گسل کام تھا جو علم وتحقیق کے جنوں کے بغیر شرمندۂ تکمیل نہیں ہوسکتا تھا۔ دعا ہے کہ:

تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے! آمین

4/مارچ 2020ء

سید علیم اشرف جائسی
صدر شعبۂ عربی وڈین بہبودی طلبہ

256

تأثرات عزیز

ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی مصباحی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تاریخ،

پریسیڈینسی یونیورسٹی، کولکاتا، مغربی بنگال

تاریخ اسلام میں تصوف کی اہمیت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور صوفیائے کرام کی دعوتی وتبلیغی اور تعلیمی وتربیتی خدمات کا اعتراف اپنوں نے اور بیگانوں نے بھی کیا ہے۔ ہر دور میں صوفیائے کرام نے علم وحکمت اور معرفت وروحانیت کی تعلیمات کو عام کیا ہے۔ انہوں نے خودشناسی اور خداشناسی کی متاع گراں مایہ کو حاصل کرنے کے لیے شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق، ریاضت اور مجاہدہ اور صحبت شیخ کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ ان اہل علم وعرفان حضرات نے تعلیم وتربیت کے ذریعے ایسے افراد تیار کیے جو منصب ارشاد پر فائز ہوئے اور بہت سے بندگانِ خدا کو راہ حق کا طالب وسالک بنایا۔ ان باکمال حضرات نے اپنے علم وعمل، کردار واخلاق اور تعلیم وتربیت سے اسلام اور تعلیمات اسلام کو مختلف علاقوں تک پہنچایا اور متعارف کرایا۔ خدمتِ دین وخدمتِ خلق کے جذبات سے سرشار ہوکر انہوں نے دنیا کے دور افتادہ علاقوں میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے لوگوں کو ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن اور ایک کعبہ کی دعوت دی، اخوت ومحبت کا درس عام کیا۔ علاقائی، نسلی، لسانی امتیازات اور رنگ کی تفریق کو نظر انداز کیا اور خدمت خلق کے جذبے کو فروغ دیا۔ ان پاک نفوس نے جذب وسلوک، فقر ودرویشی،

محبت ومودت، ایثار وقربانی، توکل وقناعت، صبر ورضا جیسے اخلاق حسنہ کو اپنانے اور ظلم وجبر، کبر وغرور، حب جاہ ومال، بغض وحسد اور ریا ومنافقت جیسے اخلاق رذیلہ سے بچنے کی تعلیم دی۔

ہندوستان میں بھی تعلیمات اسلام کی ترویج واشاعت میں ان صوفیائے کرام اور ان کی خانقاہوں کے تبلیغی، تربیتی اور رفاہی کردار کی کلیدی اہمیت کا مؤرخین نے اعتراف کیا ہے۔ مشرقی ہند میں مسلمانوں کی آبادی میں کثرت کے اسباب اور وجوہات کو مؤرخین نے صوفیائے کرام کی مساعی جمیلہ اور خدمت خلق کے میدان میں ان کے ایثار پسند جذبات میں دریافت کیا ہے۔ اس علاقے میں ابتدائی ادوار میں سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ فردوسیہ کے مشائخ کرام کی خدمات بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ نئی نسلوں اور لوگوں کو ان کے حالات زندگی اور ان کے قابل تقلید کارناموں سے آگاہ کرنے کے سلسلے میں جتنی سرگرم اور سنجیدہ کوشش ہونی چاہئے وہ نہیں ہو رہی ہے۔

فاضل گرامی حضرت مولانا عبدالخبیر اشرفی مصباحی صاحب (بارك الله فى عمره و علمه) قابل مبارک باد ہیں۔ موصوف نے گزشتہ چند سالوں میں اس حوالے سے کئی اہم تحقیقی کام کیے ہیں۔ موصوف ایک جواں سال عالم دین، باصلاحیت مدرس اور بہترین صاحب قلم ہیں۔ ان کی قلمی نگارشات میں تحقیق وتجزیہ کا عنصر نمایاں ہے۔ آئینۂ ہند حضرت اخی سراج الدین عثمان اور مخدوم العالم حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی علیہما الرحمۃ والرضوان کے احوال و آثار پر علمی وتحقیقی کتابوں کی تصنیف کے بعد اب موصوف نے اس دیار میں دعوت وارشاد کے حوالے سے ایک نمایاں اور معتبر ومستند نام، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ والرضوان، کی حیات، احوال اور کارناموں کو تاریخ کے اجالے میں لانے کا اہم کام کیا ہے۔

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ والرضوان کی حیات اور خدمات پر دستیاب معلومات سیرت وسوانح اور تذکرہ وتراجم کی کتابوں کے منتشر اوراق میں بکھری ہوئی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالخبیر اشرفی مصباحی صاحب نے ان منتشر معلومات کو یکجا کیا ہے اور تحقیق وتجزیہ کے بعد ان کو مربوط پیرایۂ بیان میں پیش کیا ہے۔ میں نے اس کتاب کے مسودے کو دیکھا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ موصوف نے حضرت شیخ جلال

الدین تبریزی علیہ الرحمہ والرضوان کی حیات وآثار پر ایک جامع کام کیا ہے۔

اس کتاب کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ موصوف نے تحقیق وتجزیہ کے ساتھ ''تطبیق'' کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ سیرت وسوانح، تذکرے وتراجم اور ملفوظات ومکتوبات کو مصادر ومراجع کے طور پر استعمال کرنے میں اہل علم وقلم کو درپیش ایک اہم مسئلہ مخطوطات، ملفوظات، مکتوبات اور مطبوعہ کتابوں میں اختلاف روایات کا ہے۔ اسی کی وجہ سے کئی جدید تعلیم یافتہ اہل علم ودانش تصوف اور اہل تصوف کے حوالے سے موجود مصادر ومراجع کو مشکوک اور ناقابل استناد سمجھنے لگے ہیں۔ زیر مطالعہ کتاب میں حضرت مولانا عبدالخبیر اشرفی مصباحی صاحب نے اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ ہر روایت کے لیے وہ دستیاب حوالہ جات کو پیش کرتے ہیں اور اگر ان میں اختلافات ہوں تو ان کی وضاحت کرتے ہیں اور پھر علمی تجزیہ کے بعد ان میں تطبیق کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اس طرح سے یہ کتاب علم وتحقیق کے علمیاتی اور منہاجاتی معیاروں پر لکھی گئی ہے۔ اس وصف نے اس کتاب کی اہمیت کو دوبالا کردیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ تصوف اور اہل تصوف کی تاریخ کے میدان میں یہ کتاب ایک گراں قدر اضافہ ثابت ہوگی اور اہل علم ودانش اس کو سند اعتبار سے نوازیں گے۔ اللہ رب العزت حضرت مولانا عبدالخبیر اشرفی مصباحی صاحب کی اس علمی وتحقیقی کاوش کو قبول فرمائے، اس خدمت علم اور خدمت صوفیائے کرام پر ان کو جزائے خیر سے نوازے، ان کے علم وعمل اور اخلاص میں برکت عطا فرمائے۔ اور اس کتاب کو خواص وعوام میں مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

دعا گو اور دعا جو

(ڈاکٹر) محمد سجاد عالم رضوی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تاریخ،
پریسیڈینسی یونیورسٹی، کولکاتا، مغربی بنگال

❁❁❁

256

تأثرات کریم

ڈاکٹر سید فضل الرحمن کاظمی

ایم۔ڈی (میڈیسین)
پروفیسر۔اسٹیٹ تکمیل الطب کالج لکھنو

صوفیائے بنگال کا تذکرہ سنتے ہی شیخ علاء الدین پنڈوی اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہما کی ذات بابرکات، اور ہندستان خاص کر بنگال اور قرب وجوار میں آپ کی کارکردگی، بزرگی، کرامات، تشنگان اسلام وطریقت کی آبیاری، اعلاء کلمۃ الحق وفروغ اسلام میں آپ کی اہمیت بھی ذہن میں آجاتی ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ایسا زمانہ تھا جس میں خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم جیسے صوفیائے کرام اور بزرگان دین ہندستان میں موجود تھے، اپنے کردار وعمل، کرامات وتصفیۂ قلب کے ذریعہ دین متین سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست دکھا رہے تھے۔ ہندستان کی جمعیت در جمعیت ان صوفیان عظام کے فیوض وبرکات سے، دین حق سے، مشرف ہورہی تھی اور تشنگان طریقت ان بزرگان والا صفات کی خدمت وقدم بوسی کر کے مخدوم ومقرب بارگاہ بن رہے تھے۔

خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہم کے مقام ومرتبہ تک عام

ذہن کی دسترس ممکن نہیں۔ کتابوں میں اگران بزرگان دین وملت کے واقعات وروایات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کسی حد تک ان بزگان دین کی قدرو منزلت اور تقرب الی اللہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مکمل سوانحی حالات سے واقفیت نہیں ہوتی۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمۃ والرضوان سلسلہ سہروردیہ کے عظیم فرزند وعالی مرتبت بزرگ ہیں جنھوں نے ہندستان اور خاص کر بنگال وقرب وجوار کی سرزمین پر اس سلسلہ کی اشاعت وعروج میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جن کے فیوض وبرکات سے خلق خدا کے جم غفیر نے استفادہ کیا، حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور تزکیہ نفس کے ذریعہ تقرب الی اللہ کے منازل طے کر کے خواجہ ومخدوم کے اعلی مقام پر فائز ہوئے۔ ایک ہوش مند، علم وادب کے شائق اور بزرگان دین کے عقیدت مند کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ شیخ تبریزی علیہ الرحمۃ کے احوال وآثار سے واقف ہو، لیکن جب وہ کتابوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے تو بڑی حد تک مایوسی ہوتی ہے اس لئے کہ مخدوم والا صفات کے آثار و واقعات مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں اور جو واقعات ملتے ہیں ان میں کہیں کہیں اختلاف روایات بھی پایا جاتا ہے۔ مفتی عبدالخبیر صاحب اشرفی لائق مبارکباد ہیں جنھوں نے ارباب علم کی اس تشنگی کو دور کرنے کا ذمہ لیا اور شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمۃ کے حالات وآثار، کرامات و کارناموں پر مستند اور محقق کتاب مدون کر کے ارباب علم کے گلے شکوے دور کردئے۔

پیش نظر کتاب ''احوال وآثار۔ شیخ جلال الدین تبریزی'' محب ومحترم عزیز مفتی عبدالخبیر اشرفی صاحب کی ترتیب وتالیف اوران کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ یہ کتاب شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمۃ والرضوان کی سوانح حیات، پیدائش سے وفات تک اور قیام بنگال کے حالات پر لکھی گئی ہے۔ اس کے لئے محب موصوف نے بہت ہی محنت ومشقت اور جانفشانی سے کام لیا ہے، کتب تصوف کا مطالعہ کیا ہے، شیخ تبریزی کے حالات، واقعات و کرامات اور تبحر علمی پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے حالات و واقعات تصوف کی مختلف کتابوں اور واقعات کے ضمن میں موجود ہیں لیکن ان کو یکجا کرنا، مختلف واقعات اور روایات کو ترتیب دے کر ان کی سند واعتبار پر سیر حاصل بحث کرنا اور تحقیق کے بعد کسی روایت کے غیر معتبر ہونے کی وجوہات بیان کرنا مفتی صاحب کی

زبردست کاوش اور علمی تبحر کی بذات خود ایک دلیل ہے۔ مفتی صاحب کی بے پناہ تلاش وجستجو، مستقل مزاجی اور اسلوب تحریر وبیان قابل تقلید ہے۔ طرز بیان ایسا ہے کہ عدیم الفرصتی کے باوجود ایک بار کتاب شروع کردیں تو رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ مفتی صاحب نے تحقیق وتدقیق کے ذریعہ شیخ تبریزی کے حالات زندگی یکجا کئے ہیں، ان کے حالات زندگی اور آثار و واقعات پر اس طرح کی مدلل ومحقق کتاب شاید ہی موجود ہو۔

وقت کی اہم ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مفتی صاحب نے تحقیق وتدقیق شروع کی، اپنے ماقبل کی کتابوں میں سرگرداں رہے اور اس بحر بیکراں سے موتیاں چن کر ایک لڑی میں پروتے رہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے تعلق سے مختلف تاریخی دستاویز اور واقعات کو یکجا کر کے شیخ تبریزی کے حالات وآثار ناظرین کے ذوق مطالعہ کی تشنگی دور کرنے کیلئے حاضر کردی۔ تصنیف وتالیف کے لحاظ سے ایسا انداز بیان اختیار کیا جو مروجہ طرز تحریر سے ہم آہنگ اور عام فہم ہے۔ بارگاہ شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمۃ میں ''احوال وآثار شیخ جلال الدین تبریزی'' کا ہدیہ یقیناً باعث عقیدت وسعادت ہے۔ امید ہے کہ کتاب کو اہل علم کے درمیان مقبولیت عامہ حاصل ہوگی اور آئندہ بطور حوالہ استعمال کی جائے گی۔ رب قدیر سے دعا ہے کہ مفتی صاحب کی بے لوث خدمت کو قبول فرمائے اور شیخ تبریزی ودیگر صوفیائے کرام واولیائے عظام کے فیوض وبرکات سے دین ودنیا میں کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر سید فضل الرحمن کاظمی

256

کلمات تصدیق

استاذ العلماء حضرت علامہ

عبد الخالق اشرفی جامعی

مدظلہ العالی

صدر المدرسین

جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم والہ وصحبہ اجمعین

آج پورے برصغیر (ہندو پاک و بنگلہ دیش) میں اسلام وایمان کی کھیتیاں سرسبز و شاداب اور لہلہاتی نظر آتی ہیں اور ہر سو صدائے حق کی گونج سنائی دیتی ہے، یہ سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین و نائبین یعنی علمائے کرام، صوفیاء عظام اور اولیاء اسلام کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے انھی خاصان خدا کے دم قدم سے سرزمین ہند سے کفر وشرک کی کالی گھٹائیں کافور ہوئیں اور معبودان باطل کی پرستش کرنے والے ایک خدائے لم یزل کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے انھوں نے ان کے نفوس وارواح کو کفر وشرک، بدعت وضلالت، محرمات ومعاصی، مذموم خصائل اور رذیل خصائص سے پاک کر کے ان کے قلوب کو حقائق ومعارف اور اسرار وحکمت کا گنجینہ اور آئینہ حق نما بنادیا۔

انھی مردان خدا میں سے ایک ''حضرت شیخ جلال الدین تبریزی'' رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر آپ کا سلسلہ نسب کیا ہے، جائے پیدائش کہاں ہے؟ علوم ظاہری کس سے اخذ کئے اور راہ سلوک کے مرشد گرامی کون ہیں؟ سیر و سیاحت، عبادت و ریاضت، رشد و ہدایت اور تبلیغ دین متین کے لئے کن مراحل سے گزرنا پڑا اور کیا کیا دشواریاں پیش آئیں؟ ان احوال و کوائف سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔قابل مبارک باد اور ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں عالم نبیل فاضل جلیل مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی سلمہ القدیر القوی کہ انھوں نے ''حضرت شیخ'' کے بکھرے ہوئے حالات کو نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ بہت عمدہ طریقہ سے اور اچھوتے انداز میں یکجا فرما دیا ہے۔

مفتی صاحب موصوف بالغ نظر اور وسیع الفکر مصنف بھی ہیں، ان کے نوک قلم سے درجن بھر تصنیفات منصہ شہود پر آکر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔عبارت عام فہم اور تحقیق وتدقیق اور دلائل و براہین سے پر ہوتی ہیں۔مولیٰ تعالیٰ مفتی صاحب کی عمر اور علم و عمل میں بے شمار برکتیں عطا فرمائے اور اس تصنیف کو بھی مفید و مفیض اور مقبول انام بنائے۔

آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ والہ و صحبہ اجمعین

عبدالخالق اشرفی راج محلی

۲۰۲۰/۳/۳

❁❁❁

26

کلمات مشاھد

ادیبِ اہلِ سنت

خلیفۂ حضور شیخ الاسلام حضرت مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

مدظلہ العالی- مالیگاؤں، ہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتی عبدالخبیر اشرفی صاحب میدان قرطاس وقلم کے شہسوار اور ترجمہ نگاری کے قیمتی صدف کے درِ شہوار ہیں۔ آپ ایک بہترین عالم، فاضل اور منجھے ہوئے قلم کار ہیں۔ عربی زبان میں لکھی گئیں اہم کتب کو اردو کے قالب میں ڈھالنا آپ کے اہم ترین مشاغل میں سے ایک ہے۔ اپنے وقت کا درست استعمال کرنے والے کام کے دھنی مفتی عبدالخبیر صاحب نے اکابر علما و صلحا اور مشائخ کی بہت ساری اہم تصانیف کا سلیس اور رواں دواں اردو ترجمہ کر کے اہلِ اردو پر احسان کیا ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے اپنے موضوع کے لحاظ سے منفرد اور عوام وخواص کی ضرورت کے لحاظ سے اہم کتب و رسائل کی تصنیف و تالیف کا فریضہ بھی انجام دیا ہے جو ہر اعتبار سے لائق تحسین و آفرین ہے۔ الحمد للہ مفتی صاحب قبلہ کے ان احسانات کا سلسلۂ خیر مسلسل جاری وساری ہے۔

زیر نظر کتاب -احوال و آثار شیخ جلال الدین تبریزی مفتی عبدالخبیر صاحب کا ایک بہترین کارنامہ ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے خلیفہ اور سلطان الہند خواجہ غریب نواز، قطب الاقطاب خواجہ بختیار کاکی اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی علیہم الرحمہ کے رفقا میں تھے۔ کشور ہند کو

کفر و شرک کی ظلمتوں سے دور کر کے ایمان و اسلام کے نورِ بصیرت سے مستنیر کرنے والے اولین قافلۂ نور کے پاک طینت صوفیہ میں حضرت جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا شمار ہوتا ہے۔آپ نے اپنی مساعیِ جمیلہ سے کثیر تعداد میں خلقِ خدا کو اپنے مالکِ حقیقی کی معرفت سے روشناس فرمایا۔ایک عرصہ تک دارالخلافہ دہلی میں تزکیۂ نفس اور تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے وہاں سے بدایوں تشریف لائے بعدہٗ بنگال کا رخ کیا۔بنگال و بہار میں اسلام و ایمان کی جو بہاریں نظر آرہی ہیں وہ حضرت جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی تبلیغی سعیِ بلیغ کا حسین و جمیل ثمرہ ہے۔صوبۂ بنگال میں اسلام و ایمان اور توحید و رسالت کی تبلیغ کے سلسلے میں صوفیائے عظام اور اولیاے کرام کے جو نورانی قافلے وارد ہوئے حضرت جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کو ان میں اولیت حاصل ہے۔افسوس کہ اب تک اس عظیم المرتبت و جلیل القدر ولی کامل کی مبسوط سوانح عمری نظروں سے اوجھل تھی۔اللہ کریم مفتی عبدالخبیر اشرفی صاحب کو شاد و آباد اور سلامت با کرامت رکھے کہ موصوف نے بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی سے اس اہم ترین کام کو سرانجام دے دیا۔موصوف خواجہ تاشانِ اولیا و صوفیہ کی طرف سے یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں۔زبان و بیان اور پیرایۂ اظہار کے لحاظ سے بھی یہ کتاب بہت خوب ہے۔حضرت جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے حالات و واقعات اور تعلیمات و کرامات کے بیان میں تاریخی حوالوں سے آراستہ و مزین اس کتاب کی اشاعت اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن کے روحِ رواں برادرِ گرامی مولانا بشارت علی صدیقی صاحب کی ذاتی دلچسپی سے منظرِ عام پر آرہی ہے۔اللہ کریم مصنف و ناشر دونوں کو جزائے خیر سے نوازے۔

آمین بجاہ النبی الامین الاشرف الافضل النجیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارك وسلم

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

(مالیگاؤں، ہند)

8مارچ2020ء بروز اتوار بعد فجر

256

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم والہ و صحبہ اجمعین

بنگال میں باضابطہ اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا ملک اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی کے سر ہے۔ انھوں نے یہ حکومت راجا لکھمن سین سے حاصل کی تھی، ان کی آمد سے بہت پہلے بنگال میں صوفیائے کرام کے قدم پہنچ چکے تھے اور وہ اپنے اپنے نہج پر تبلیغ واشاعت دین میں مصروف تھے، ان بزرگوں نے بنگالی عوام کے قلوب واذہان میں اسلامی اخوت ومروت کا سکہ بٹھانے میں کامیابی حاصل کرلی تھی، یہاں تک کہ بعض صوفیائے کرام نے شاہی دربار تک رسائی حاصل کرکے ارکان دولت کو بھی بے پناہ متاثر کیا تھا، ان صوفیائے کرام نے اپنی مساعی جمیلہ سے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے راہیں ہموار کیں اور ان ہی کی برکتوں سے مسلم حکمرانوں کو کامیابیاں نصیب ہوئیں، اسلامی سلطنت قائم ہوتے ہی مبلغین اسلام اور داعیان دین کی ہمتیں کھل گئیں، یہاں پہلے سے آباد مسلمانوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسلامی سلطنت کے زیر سایہ بیرون صوبہ سے مبلغین اسلام بنگال تشریف لانے لگے۔

عہد قدیم میں صوفیائے کرام کی بنگال تشریف آوری پر دیگر دستاویزات کے ساتھ یہاں کے دریافت شدہ کتبے بھی شاہد ہیں۔

بول پور، بیر بھوم میں صوفیائے کرام کے قافلہ سے متعلق ایک کتبہ پایا گیا ہے۔اس کتبہ کی تاریخ 29 جولائی 1221ء/4 جمادی الثانی 618ھ ہے۔اس کتبہ پر صوفیوں کے ایک خانقاہ کی تعمیری کوائف کا ذکر ملتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس خانقاہ کی تعمیر مرغانہ [ایران] کے ایک باشندہ نے صرف اپنے لیے نہیں بلکہ اہل صفہ [صوفیا] کے لیے کی تھی۔یہ کتبہ ایک سنسکرت کتبے کے دوسرے رخ پر کندہ ہے۔کتبہ کی سنسکرت عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ''نیا پال'' [پال حکومت کا ایک بادشاہ-1050-1053] نے اس علاقہ میں کثیر فتوحات حاصل کئے تھے۔[۱]

بنگال میں ابتدائی تبلیغ واشاعتِ دین کے حوالے سے جن بزرگوں کے نام ملتے ہیں، ان میں-سلطان صوفی ماہی سوار [متوفی ۴۳۹ھ/۱۰۴۷ء]، سلطان محمد رومی، [متوفی ۴۴۵ھ/۱۰۵۳]، بابا آدم شہید [متوفی ۵۱۹ھ/۱۱۱۹ء]، شاہ نعمت اللہ بت شکن اور شاہ جلال الدین تبریزی [متوفی ۶۶۲ھ/۱۲۶۴ء] وغیرہم بہت نمایاں ہیں۔

جس زمانے میں حضرت شیخ تبریزی بنگال تشریف لائے تھے وہ راجا لکھمن سین کا زمانہ تھا، آپ نے یہاں لکھنوتی (پنڈوہ شریف) اور دیوتلا میں اپنی خانقاہیں قائم کیں اور اخوت ومحبت اور امن وشانتی کے درس دینے شروع کئے، آپ کی تعلیمات سے متاثر ہوکر خود راجا اور اس کا درباری پنڈت ہلایودھا مشرا آپ کا گرویدہ ہوگیا تھا، شاہی دربار میں آپ کی تعظیم وتوقیر کی جاتی تھی اور راجا آپ سے ملنے آیا کرتا تھا۔بنگال میں حضرت شیخ نے جوگیوں اور پنڈتوں سے مناظرے کئے، جادوگروں اور ساحروں سے مقابلے کئے، اللہ کریم نے ہر میدان میں آپ کو فتح کی دولت سے بہرہ مند کیا، جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی روحانیت کا سکہ بیٹھ گیا اور وہ جوق درجوق آپ سے اکتساب فیض کے لیے حاضر ہونے لگے، کثیر لوگوں نے آپ کے وسیلہ سے اسلام قبول کیا۔آپ کے وصال کے بعد شاہان بنگال نے آپ کی یادگاروں کی حفاظت میں زرکثیر خرچ کیا، مسجد، چلہ خانہ، لنگر خانہ اور دیگر آثار وباقیات اب بھی آپ کے نام سے منسوب ہیں۔آپ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے بنگال میں

۱۔دیکھئے: Early Sufis ofThe Rise of Islam and the Bengal Frontier 1204-1760,Chapter 3,
Z.A.Desai," Early Thirteenth Century Inscription for West Bengal]the Delta pg 50,

سلسلۂ تصوف سہروردیہ کو فروغ دیا اور حضرت شاہ جلال الدین مجرد یمنی سلہٹی [م:۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء] نے اس سلسلہ کو بام عروج عطا کیا۔ شیخ جلال الدین مجرد مولداً بنگالی تھے، آپ کے اباواجداد ترکمانستان یا یمن کے رہنے والے تھے۔ غوثی ماندوی نے اپنی تصنیف ''گلزار ابرار'' میں آپ کا تذکرہ نہایت شان سے کیا ہے۔

بنگال میں صوفیائے بنگال کی خدمات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ صوفی سلطان رومی اور بابا آدم شہید اولین صوفی ہیں جنھوں نے بنگال میں اسلامی تبلیغ کی ابتدا کی۔ ان بزرگوں کو بے پناہ مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا، لیکن انہوں نے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا۔ صوفی سلطان رومی کو راجا کوچ نے زہر دے کر شہید کر دیا اور بابا آدم شہید کو راجا بلّال سین کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔

مذکورہ دونوں بزرگوں کے بعد بنگال میں پرچم اسلام کو لہرانے والی شخصیت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی تھی۔ بلال سین نے جتنی نفرت وعداوت کے ساتھ صوفی بابا آدم کو شہید کیا تھا، اس کے بیٹے راجا لکھن سین نے اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت والفت کے ساتھ شیخ جلال الدین تبریزی کو خوش آمدید کہا تھا اور ان کی تعظیم وتوقیر کی تھی۔ شیخ جلال الدین تبریزی کی تبلیغ واشاعت دین کے تعلق سے اعجاز الحق قدوسی صاحب کا ایک جملہ آپ کی عظمت وبزرگی کو سمجھنے کے لیے کافی ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت جلال تبریزی کی حیثیت بنگال میں تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں وہی ہے جو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی شمالی ہند میں ہے۔''

شیخ جلال الدین تبریزی کو بنگال میں جس طرح فروغ اسلام میں تقدم حاصل ہے اسی طرح سلسلۂ سہروردیہ کے فروغ واستحکام میں بھی اولیت حاصل ہے۔ بنگال میں سلسلۂ سہروردیہ کے بانی آپ کی ذات ہے۔ قدوسی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت جلال تبریزی سے بنگال میں سلسلۂ سہروردیہ کی بنیاد پڑی، اگر تاریخی معلومات کی بنا پر یہ کہا جائے کہ شمالی ہند میں سلسلۂ سہروردیہ کو سب سے پہلے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی لائے اور بنگال میں اس سلسلے کو سب سے پہلے حضرت جلال الدین

تبریزی نے فروغ بخشااور بنگال میں تصوف کا یہ پہلا سلسلہ تھا جو باقاعدگی اور نظام کے ساتھ پھیلاتو شاید کچھ بے جانہ ہوگا۔''

شیخ جلال الدین تبریزی کے سوانحی حالات مختلف کتابوں میں منتشر ہیں۔قدیم معتبر کتابوں میں سب سے زیادہ حالات سیر العارفین میں ملتے ہیں۔ہماری اپنی معلومات کے مطابق فارسی زبان میں ڈاکٹر شاہد چودھری نے حضرت شیخ تبریزی کے حالات جمع کرنے کی پہلی کوشش کی ہے۔ان کا مقالہ ۴۲ر صفحات پر مشتمل ہے جو ۲۵ر کتابوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔اردو زبان میں پہلی کوشش خانقاہ ابوالعلائیہ منعمیہ ،گیا، بہار، کے سجادہ نشیں شیخ حسین الدین احمد منعمی نے کی ہے۔انہوں نے اپنے رسالہ کا نام ''تذکرۂ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی'' رکھا ہے۔ان کا رسالہ کل ۳۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔شیخ جلال الدین تبریزی کا تذکرہ صفحہ ۸ر سے شروع ہو کر تقریباً صفحہ ۱۸ر پر ختم ہو جاتا ہے۔ ماقبل کے سات صفحات میں متعلقات رسالہ اور مابعد کے ۱۲ر صفحات میں متعلقات شیخ جلال الدین تبریزی پر کلام کیا گیا ہے۔کتاب میں حوالوں کا اندراج نہیں ہے۔

بنگال میں شیخ جلال الدین تبریزی پر بزبان اردو سب سے پہلا کام مولانا عبد العزیز کلیمی، مدرسہ غوثیہ مدینۃ العلوم، مالدہ نے کیا۔شیخ تبریزی پر ان کا رسالہ ''تذکرۂ مشائخ پنڈوہ'' نامی کتاب میں شامل ہے۔کل ۲۹ر صفحات حضرت شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کے لیے مختص کئے گئے ہیں۔کتاب میں حوالوں کا اندراج اصول تحقیق کے مطابق نہیں ہے۔

باوثوق ذرائع سے خبر ملی ہے کہ محب گرامی حضرت مولانا ذاکر حسین جامعی اشرفی مدرس مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف نے بھی شیخ جلال الدین تبریزی پر کام کرنا شروع کیا ہے ان کے کام سے ہمیں دوہری خوشی ملی ہے۔(1) جن مشائخ پر کام نہیں ہو رہا تھا، ان پر کام ہونے لگا ہے اس کا سہرا اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدر آباد کے سر سجنا چاہیے کہ اسی نے مشائخ پنڈوہ و گور پر کام کرنے کی راہ دکھائی ہے۔(2) یہ کام مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف سے ہو رہا ہے، اس ادارہ نے اس تاریخی مقام کو نئی زندگی بخشی ہے۔یہ تحریر لکھنے تک مولانا موصوف کی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی، اس لیے اس کتاب کی ضخامت و کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ پر باضابطہ کوئی تحقیقی کتاب منظر عام پر نہ آنے کی وجہ غالباً مواد کی کمی ہے۔ جو مواد دستیاب ہیں، وہ منتشر ہیں۔ مواد نہ ہونے کی بنیادی وجہیں یہ ہو سکتی ہیں:

1- شیخ جلال الدین تبریزی جس دور میں بنگال تشریف لائے، یہاں اسلام کی اشاعت کا وہ دورِ اول تھا۔

2- اشاعت اسلام کے لیے باقاعدہ کوئی مرکز نہیں تھا، جہاں مبلغین کا ریکارڈ رکھا جاتا اور جائے تبلیغ کی جغرافیائی و آبادیاتی تفصیلات محفوظ کی جاتیں۔

3- شیخ جلال الدین تبریزی کے دور میں بنگال میں خانقاہیں قائم ہونے لگی تھیں مگر وہ رفاہی، فلاحی اور تبلیغی کاموں کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ سلاسل و مشائخ کی تربیت گاہ کی بجائے اسلام اور مسلمانوں کی تربیت گاہ کے طور پر زیادہ جانی جاتی تھیں۔

4- بنگال، بھارت کے ان حصوں سے بالکل الگ تھا جہاں اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھیں، اسلامی حکومتوں میں مسلم دانشوروں کی کمی نہیں ہوتی، وہ اکابرین کے کارناموں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں اور اس کی اہمیت و افادیت سے بھی واقف ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مشائخ ملتان، دہلی، بدایوں وغیرہ کے حالات بآسانی دستیاب ہیں۔ ان علاقوں کے اہل علم نے اکابرامت کے ملفوظات اور حالات کو جمع کیا اور اس کو مستقل کتابی شکل دی۔

5- شیخ جلال الدین تبریزی جس دور میں بھارت آئے، اس دور میں صوفیا کے اندر تصنیف و تالیف کا رجحان بہت کم تھا۔ ان کے وصال کے ایک صدی بعد صوفیائے کرام نے زبان کے ساتھ قلم کو بھی ارشاد و تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔

مذکورہ وجوہات بنیادی ہیں، ان کے علاوہ مزید وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً بنگال میں عربی، فارسی اور اردو زبانوں کا کم فروغ پانا، یہاں کے باشندگان کی مادری زبان بنگالی ہونا وغیرہ جن کی بنا پر شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے بہت سے حالات و کوائف پردۂ خفا میں ہیں۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے جو حالات دستیاب ہیں، وہ مشائخ چشت اہل بہشت کے ملفوظات کی مرہون منت ہیں۔ مشائخ سلسلۂ چشتیہ کے ملفوظات میں شیخ

جلال الدین تبریزی کا ذکر مسلسل کیا گیا ہے۔اس کی بھی کئی وجہیں ہے:

1-قدیم دور میں مشائخ سلسلوں میں بٹے نہیں تھے۔وہ بحیثیت مبلغ اسلام ایک دوسرے کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے،اسے سراہتے تھے۔

2-شیخ جلال الدین تبریزی غیر معمولی روحانی شخصیت کا نام تھا،ان کے اندر زہد و تقوی کا اعلیٰ معیار تھا،ترک دنیا اور عشق الٰہی میں وہ مست تھے۔ان صفات عالیہ کی وجہ سے مشائخ چشت ان سے کافی تاثر تھے،خصوصاً سلطان المشائخ سید شاہ نظام الدین اولیا دہلوی علیہ الرحمہ ان سے حد درجہ متاثر تھے۔

3-شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی تربیت کے بعد شیخ جلال الدین تبریزی کو مشائخ چشت کی صحبتیں زیادہ میسر ہوئیں،ان کی نشستوں میں شرکت،ان سے گفت وشنید اور ملنے جلنے کا خوب موقع ملا،وہ دل سے مشائخ چشت کا احترام کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ قیام دہلی تک انہوں نے کسی کو اپنا مرید نہیں بنایا۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی سیرت وسوانح پر کمزور اور غیر معتبر مراجع کا بنیادی اثر پڑا ہے۔یہ اثرات حضرت شیخ تبریزی کے ابتدائی حالات سے لے کر آخری حالات تک، چھائے ہوئے ہیں۔یہاں ہم تین اہم مراجع کا خصوصی ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں:

1-"سفرنامہ شیخ جلال الدین جہانیان جہاں گشت":

اس کتاب میں شیخ جلال الدین تبریزی کو تبریز کا"بادشاہ" بتایا گیا ہے۔اس سے پیشتر لکھی گئی کسی کتاب میں حضرت شیخ تبریزی کی بادشاہت کا قول نہیں ملتا۔بادشاہت کے علاوہ اس کتاب میں متعدد ایسی باتیں ہیں جنھیں قبول کرنے سے ذہن انکار کرتا ہے۔اہل تحقیق کے نزدیک مخدوم شیخ جلال الدین جہانیان جہاں گشت کی طرف منسوب اس سفرنامہ کو اعتبار حاصل نہیں ہے۔

2-"سفرنامہ ابن بطوطہ":

ابن بطوطہ نے شیخ جلال الدین تبریزی سے اپنی ملاقات کی بات کہی ہے۔مزید انہوں نے کہا ہے کہ میں شیخ تبریزی کے یہاں تین دن تک مہمان رہا اور ان سے ٹوپی اور

چغہ حاصل کیا۔ محققین کی ایک جماعت نے ابن بطوطہ کی اس ملاقات کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ابن بطوطہ کی ملاقات شیخ جلال الدین تبریزی سے نہیں بلکہ شیخ جلال الدین مجرد سلہٹی سے ہوئی تھی۔

3- ''شیخ شبھو دیا'':

کتاب کا مصنف ہلایودھا مشرا- وزیر راجہ لکشمن سین کو بتایا جاتا ہے۔ اس کتاب میں شیخ جلال الدین تبریزی کی متعدد کرامتوں کا ذکر ہے۔ بہت سے محققین نے اس کتاب کو جعلی قرار دیا ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے احوال و آثار لکھتے وقت ہم نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جہاں کہیں بھی مذکورہ کمزور اور مشکوک مراجع سے کوئی بات نقل کی گئی ہے، اس کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ اگر وہ بات دیگر معتبر اور اہم مراجع کے خلاف معلوم ہوئی ہے تو اس کی تردید کردی گئی ہے، خصوصاً شیخ شبھو دیا کی کوئی بات ہم نے درج نہیں کی ہے۔ اس کتاب کی کہانیوں کا خلاصہ ہمارے دوست محترم بشارت علی صدیقی نے تیار کیا ہے، اسے ایک مستقل باب میں رکھا گیا ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ پر ہم نے جو کام کیا ہے، وہ 'سب کچھ' نہیں ہے، حضرت شیخ تبریزی پر اس سے بہتر کام کیا جاسکتا ہے۔ کوئی یونیورسٹی یا ادارہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی ذات پر سمینار وغیرہ منعقد کر کے ان کی حیات و خدمات کو اجاگر کرسکتا ہے۔

آخر میں چند اہم شخصیات کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، حقیقت یہ ہے کہ شکریہ ادا کرنا ان کی مہربانیوں کے بالمقابل ''لاشئ'' کی منزل میں ہے۔ ان کا حقیقی احترام ہمارے دل میں ہے اس کی تعبیر کے لیے الفاظ کا دامن تنگ ہے۔ قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی [سجادہ نشیں خانقاہ حسنیہ سرکارکلاں کچھوچھہ مقدسہ]، ماہر لسانیات ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی [صدر شعبۂ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد]، مفکر قوم و ملت پروفیسر سید شمیم الدین منعمی [سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ پٹنہ]، جامع منقول و معقول حضرت ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی [اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تاریخ، پریسیڈنسی یونیورسٹی، کولکاتا]، ماہر ادویات یونانیہ حضرت ڈاکٹر فضل الرحمن کاظمی [تکمیل الطب کالج لکھنو] اور استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عبد الخالق اشرفی راج

محلّی [صدر المدرسین جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ]، یہ وہ حضرات ہیں جن میں سے بعض نے اہم مشورے دئے، بعض نے مواد اور مشورہ دونوں عطا کئے اور بعض نے دعاؤں سے نواز کر حوصلہ افزائی کی۔ ایک خاص اور مشترک بات یہ رہی کہ ان ارباب شریعت وطریقت اور علم و ہنر میں سے ہر ایک نے اپنے تاثراتی کلمات سے کتاب کو اعتبار عطا کیا۔

ہمارے محسنین کی فہرست میں تین نام اور ہیں:

[1] پیر طریقت سید شاہ انور پاشاہ حسینی سہروردی صاحب قبلہ سرپرست وبانی مدرسہ اسلامیہ سہروردیہ، گتی، حیدرآباد۔

[2] ماہر سہروردیت – عالی جناب حسن نواز شاہ صاحب، پنجاب، پاکستان۔

[3] محب گرامی قدر محترم بشارت علی صدیقی اشرفی حیدرآبادی۔

اول الذکر نے فارسی، اردو، انگریزی اور بنگالی زبانوں کی اتنی کتابیں مہیا کردیں کہ ہم ان سب کے مطالعہ سے قاصر رہے۔ ان کا ہم تہ دل سے شکر گزار ہیں۔ ثانی الذکر نے ''شیخ شھود یا'' کے انگریزی ترجمہ کی طرف رہنمائی کی اور ثالث الذکر نے وہ سب کچھ کیا جو ایک کتاب کی تیاری میں کرنی پڑتی ہے۔ تلاش مواد، ترتیب مواد، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، سیٹنگ سب میں وہ برابر کے شریک رہے۔ ان امور میں ہمارا کوئی ساتھی ہے اور نہ کوئی معاون، وہ اکیلے ہیں جو ساتھی بھی ہیں اور معاون بھی، ان کا شکریہ ادا کر کے عہدہ برآ ہو پانا مشکل ہے۔ ان کے لیے دل کی کیفیت یہ ہے کہ:

آ، کہ تجھ بن اس طرح اے دوست، گھبراتا ہوں میں
جیسے ہر شئ میں کسی شئ کی کمی پاتا ہوں میں

❁

عبد الخبیر اشرفی مصباحی
خادم علم حدیث وفقہ وخادم طلبہ ومدرسین
دار العلوم اہل سنت منظر اسلام، التفات گنج، امبیڈکر نگر

❁❁❁

شیخ جلال الدین تبریزی
فضائل وشمائل

برہان دین محمدی ،سلطان ملت مصطفوی، پیشوائے عاملاں، مقتدائے کاملاں، سلطان طریقت، برہان حقیقت، عالم اسرار باطن وظاہر، مسافر غایب وحاضر، سلطان العارفین، رئیس الزاہدین، زین العابدین ابوالقاسم شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ جن کی سیرت وسوانح ہم پڑھنے جارہے ہیں۔

سلطان المشائخ سید شاہ نظام الدین اولیا بدایونی ثم دہلوی نے ان کے بارے میں کہا ہے:

”ولایت تو وہ تھی جو شیخ جلال الدین تبریزی کو حاصل تھی۔“[۱]

قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، مصنف سیر العارفین حضرت مولانا شیخ فضل اللہ جمالی نے یوں قصیدہ خوانی کی ہے:

از جہان معرفت دریائے راز — شمع ساں در آتش وحدت گداز
گنج اسرار حق و کان کرم — در گروہ پاک زان محترم
آتش عشق خدا افروختہ — جان و دل در شعلۂ آں سوختہ
در محیط عشق از پا تابہ فرق — از کمال معرفت پیوستہ غرق
در شریعت پائے صدق او درست — در حقیقت دایما چالاک و چست
آں ملک سیرت جلال الدین پاک — دو رہ دیں کردہ شیطاں را ہلاک
چوں دلم زسر عشقش آگہ است — ہمت او با جمالی ہمراہ است

۱۔ افضل الفوائد، ملفوظات محبوب الٰہی۔ مرتب: خواجہ امیر خسرو۔ اردو ترجمہ بنام ”احسن الشواہد“ مترجم: مولانا بخش چشتی نظامی سلیمانی ۔ناشر: مطبع رضوی، دہلی باہتمام سید امیر حسن، ۱۳۱۳ھ ص ۵۰۔

دنیائے معرفت کے راز و نیاز کا دریا، آتش وحدت میں مثل شمع پگھلنے والا، اللہ تعالیٰ کے بھیدوں کا ذخیرہ، سخاوت کا خزانہ، پاک لوگوں میں عزت دار، عشق الٰہی کی روشنی سے منور، شعلۂ آتش عشق میں جلا ہوا، عشق اور کمال معرفت کے سمندر میں سر تا پا ڈوبا ہوا، شریعت میں درست قدم رکھنے والا، حقیقت میں نہایت چاک و چوبند، وہ جلال الدین پاک سیرت والے جس نے راہ دین میں شیطان کو ہلاک کر دیا، جب میرے دل کو اس کے راز عشق سے آگاہی ہوئی، اس کی ہمت، حوصلۂ جمالی کے ہمراہ ہوئی۔

''آں رہروان اطلاق، آں سر حلقۂ عاشقان آفاق، آں صوفی صفہ صفا، آں لولوئے لجۂ مہر و وفا، آں سیمرغ کوہ قاف عفت، آں شرزۂ بیشۂ ہمت، آں محیط نسیم صبح خیزی، ابوالقاسم شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ شیخ بود عظیم القدر و سپہر مشیخت و معرفت۔''

''وہ آزادی کے مسافر، عاشقان دنیا کے سردار، صفۂ صفا کے صوفی، نہر مہر و وفا کے موتی، عفت کوہ قاف کے سیمرغ، بیشۂ ہمت کے شیر، نسیم صبح خیزی کے سمندر تھے۔ عظیم القدر شیخ اور مشیخت و معرفت کے آسمان تھے۔ ان کا نام ابوالقاسم شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ ہے۔''[۱]

❁❁❁

۱۔ سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، 1311ھ، ص: 164۔

باب اول

256

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ عالیہ سہروردیہ - ایک مختصر تعارف

سلسلۂ سہروردیہ قدیم سلسلہ ہے۔اس کی ابتدا چھٹی صدی ہجری میں ہوئی۔اہلیان سلسلہ نے اپنی محنت وکاوش سے مضبوط اسلامی بنیادوں پر کام کیا۔شیخ محمد اکرام کے تجزیہ کا باور کریں تو ان ہی کے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ:

''سہروردیہ سلسلہ بھی چشتیہ کی طرح بہت پرانا ہے اور ٹھوس تبلیغی کاموں میں تو شاید اس کا پلہ چشتیہ سے بھاری ہے۔''[۱]

سلسلہ سہروردیہ میں محبت الٰہی اور اتباع رسول کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے بلکہ اس کے نزدیک اتباع رسول ﷺ ہی عین محبت الٰہی ہے۔اس سلسلہ میں علم وعمل دونوں پر توجہ دی جاتی ہے۔خلاف شرع امور پر فوراً گرفت کی جاتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید اپنے پی۔ایچ۔ڈی۔مقالہ میں سلسلۂ سہروردیہ کے خصائص تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''سلسلۂ سہروردیہ میں ''اللہ ھو'' کا ذکر سانس بند کر کے کیا جاتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت پر زور دیا جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر سلاسل کی طرح سلسلۂ سہروردیہ میں بھی ذکر ہے،لیکن اس میں ایک خاص بات قرآن کریم کی تلاوت پر زور دیا جاتا ہے۔''[۲]

---

[۱]۔ شیخ محمد اکرام،آب کوثر،ص:۲۵۲،مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ،۲ کلب روڈ،لاہور،تیسواں ایڈیشن،جون ۲۰۰۶ء۔

[۲]۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید،تاریخ سہروردیہ،مطبوعہ گیلانی پرنٹرس،رابنسن روڈ،کراچی،سال اشاعت 2000ء،ص 123۔

سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں غیر معمولی رواداری کا شیوہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ نازک ہستوں اور ارباب حکومت کے مابین اس سلسلے کی بہت زیادہ اشاعت نہیں ہو پائی مگر اس سلسلہ عالیہ نے اطراف بلاد وامصار میں اپنا جوہر دکھانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور شاہان مملکت کی کج رویوں پر اصلاح پھیرنے میں بھی تاخیر نہیں کی۔

اس سلسلہ کی اشاعت کا مرکز بغداد تھا۔ وہاں سے یہ سلسلہ حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ رحمہ کے ذریعے ہندوستان آیا اور پنجاب، یوپی، بہار اور بنگال میں خوب پھیلا۔ غیر منقسم ہندوستان کے تقریباً ہر صوبہ میں سہروردی بزرگوں کا قدم پہنچا ہے اور انہوں نے اعلیٰ جوش وولولہ کے ساتھ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں حصہ لیا ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام کے ذریعہ عجم میں سلسلۂ سہروردیہ کی خوب شہرت ومقبولیت ہوئی۔ شیخ نجیب الدین علی بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ایران اور قرب وجوار کے بلاد وامصار میں، شیخ نور الدین مبارک غزنوی اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی کاوشوں سے ہندوپاک میں سلسلہ کی خوب اشاعت ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان، اوچ اور دوسرے مقامات میں اس سلسلہ عالیہ کی خانقاہیں قائم کیں، آپ کی جدوجہد اور محنت وکاوش سے برصغیر میں سلسلہ کی جڑیں مضبوط ہوئیں، آپ کی شب و روز کی انتھک محنت سے ہزاروں کی تعداد میں مریدین و منتسبین وابستۂ سلسلہ ہوئے۔

بانی سلسلۂ سہروردیہ اول
شیخ عبدالقاہر ابو نجیب ضیاء الدین سہروردی

سلسلہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ عبدالقاہر ابو نجیب ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ [ولادت: 17 / محرم 487ھ بقول دیگر 490ھ مطابق 5 / فروری 1094ء ۔ وفات: 12 / جمادی الثانی 563ھ مطابق مارچ 1163ء] ہیں۔ عراق کے ایک شہر ''سہرورد'' میں پیدا ہوئے اور اسی کی نسبت سے سہروردی کہلائے۔ امام غزالی کے برادر حضرت علامہ امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے اور اپنے عم محترم شیخ وجیہ الدین ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت سے

سرفراز کیا تھا۔آپ کو غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت حاصل تھی۔آپ کی شخصیت بڑی تھی اور نام و کام دونوں بڑے تھے، عارف حقائق، عالم دقائق اور صاحب فیوضات کثیرہ بزرگ تھے۔آپ کے اساتذۂ کرام میں مشہور زمانہ شخصیتیں شامل تھیں چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید لکھتے ہیں کہ:

''آپ کے استاتذہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت امام بیہقی، حضرت ابوالقاسم قشیری، حضرت قطب بغدادی، حضرت اسعد مہینی اور حضرت احمد غزالی [علیہم الرحمہ] تھے۔''[۱]

آپ کی شخصیت کا اندازہ ڈاکٹر صاحب کے ان جملوں سے لگایا جا سکتا ہے:

''آپ کا فیض عام علما اور حکما سب کے لیے برابر تھا، بعض مقتدر افراد یہاں تک کہ خلیفۂ وقت آپ کے معتقد تھے۔''[۲]

آپ کے بھتیجے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ [ولادت: 539ھ مطابق 1145ء- وفات: یکم محرم 632ھ مطابق 1234ء] آپ کے خلیفۂ اعظم ہوئے۔ ان کو سلسلۂ سہروردیہ کا مؤسس ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ارباب تصوف کی دنیا میں سلسلۂ سہروردیہ کا انتساب آپ ہی کی طرف کیا جاتا ہے۔

❁

بانی سلسلۂ سہروردیہ دوم
حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر ابوحفص سہروردی رحمۃ اللہ علیہ شعبان 539ھ میں آغوش عالم میں آئے۔13 واسطوں سے خلیفۂ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کا شجرہ نسب ملتا ہے۔آپ کی تعلیم و تربیت شیخ ابونجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے عم محترم تھے اور مرشد مجاز بھی، عم محترم نے بڑی ناز و نعم سے پالا، نکھارا، سنوارا۔آپ کے اساتذہ میں غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی، محدث ابن نجار اور محدث ابوالغنائم رحمۃ اللہ علیہم جیسی شخصیتوں کا ذکر آتا ہے۔آپ

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید، تاریخ سہروردیہ، ص: 51 مطبوعہ گیلانی پرنٹرس، رابنسن روڈ، کراچی، سال اشاعت 2000ء۔
۲۔ نفس مرجع، نفس صفحہ۔

زبردست فقیہ اور اپنے وقت کے مجتہد تھے۔آپ کے تعلق سے غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول منسوب ہے:

''یاعمر أنت اخر المشھورین بألعراق''

''اے عمر[شہاب الدین]تم عراق کے آخری مشہور انسان ہو۔''[۱]

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد عراق میں آپ کے پایہ کا کوئی عالم وعارف نہیں تھا۔آپ روحانیت کی بلندی پر فائز ہوئے،سلوک ومعرفت کی انتہا کو پہنچے اور علم وعمل کی بلند مقام ہستیوں کی صحبت سے سرفراز ہوئے۔چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید لکھتے ہیں:

''شیخ عبد القادر جیلانی،قادریہ سلسلہ کے بانی اور ابوالنجیب،سہروردی سلسلہ کے بانی اور ان کے فاضل خلیفہ سرخیل سلسلہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور خواجہ معین الدین چشتی سرخیل سلسلہ چشتیہ ایک وقت میں بغداد کے اندر ایک خانقاہ میں موجود رہے۔''[۲]

طبقات شافعیہ کے مصنف حضرت علامہ امام سبکی شافعی جیسی سیکڑوں شخصیتیں آپ کے ہم عصر ہیں۔علمی لیاقت اور ریاضت ومجاہدہ کا شہرہ عراق،مصر،شام،حجاز اور ایران جیسے ممالک میں دور دور تک پہنچا،برصغیر میں بھی آپ کی ولایت وبزرگی کا ڈنکا بجا۔آپ کے خلفا میں اس زمانے کے اکابرین امت کے نام آتے ہیں۔غیر منقسم بھارت میں آپ کے خلفا کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔خود آپ کا ارشاد ہے:

''خلفائی فی الھند کثیرۃ۔''

عوارف المعارف،النصائح الایمانیہ اور کشف القصائح الیونانیہ آپ کے علمی آثار ہیں،عوارف المعارف کا شمار تصوف کی بنیادی کتابوں میں ہوتا ہے،مشائخ سلسلۂ چشتیہ کے درس میں شامل رہی ہے۔آپ نے 93 سال کی طویل عمر پائی۔یکم محرم 632ھ مطابق 1234ء کو بعہد خلیفۂ عباسی المستنصر باللہ آپ کا وصال ہوا۔

۱۔شہاب الدین سہروردی،عوارف المعارف،اردو ترجمہ،شمس بریلوی،مقدمہ،ص:104،مدینہ پبلشنگ کمپنی،کراچی۔

۲۔پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید،تاریخ سہروردیہ،ص:51 مطبوعہ گیلانی پرنٹرس،رابنسن روڈ،کراچی،سال اشاعت 2000ء بحوالہ حاجی رومی،رسالہ رومی،ص:29،مطبوعہ حبیب المطابع،الہ آباد،بھارت،سال اشاعت ندارد۔محققین کی ایک جماعت نے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی اور سیدنا خواجہ معین الدین چشتی علیہما الرحمہ کی ملاقات کا انکار کیا ہے اور راجح بھی یہی ہے۔ع۔خ۔اشرفی۔

خلفائے شیخ شہاب الدین سہروردی

شیخ الشیوخ حضرت عمر شہاب الدین ابوحفص سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا قول گزرا کہ:
''ہند میں میرے خلفا بہت ہیں۔'' سلسلۂ سہروردیہ پر گہری نظر رکھنے والے محقق محترم حسن نواز شاہ نے اپنا تحقیقی اور جامع مضمون بعنوان ''برصغیر میں خلفائے شیخ الشیوخ سہروردی اور شیخ الاسلام ابومحمد زکریا کا عرفانی مقام'' میں حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام کی فہرست دی ہے۔ ہم یہاں ان کی مکمل فہرست مع حوالہ جات نقل کر رہے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''راقم کی اب تک کی تحقیق کے مطابق برصغیر ہندوپاک میں آپ [شیخ الشیوخ] کے چونتیس خلفائے کرام تشریف لائے، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

بنگلہ دیش:

- ابوالقاسم شیخ جلال الدین تبریزی [م:642] مہسون۔ (ماہی سنتوش، ضلع راج شاہی)[1]
- شیخ احمد دمشقی۔[2]

بھارت:

امروہہ:۔

- سید شرف الدین حسن ملقب بہ شاہ ولایت۔[3]

بدایوں:۔

- شیخ احمد خنداں ملقب بہ شکر دہاں [م:633ھ]۔[4]

---

[1] ۔بحوالہ، دہلوی، شیخ عبدالحق محدث، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار: دہلی، مطبع مجتبائی، 1309ھ، ص43۔

[2] ۔بحوالہ، نورالعین، شاہ عبدالرزاق، (مرتب) مکتوبات اشرفی: مترجم، سید شاہ محمد ممتاز اشرفی، کراچی، شیر محمد قادری، 2000ء، 2/45۔

[3] ۔بحوالہ، امروہوی، شاہ عضد الدین چشتی صابری، مقاصد العارفین: تحقیق و مقدمہ، ڈاکٹر نثار فاروقی، ٹونک، عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، راجستھان، 1404ھ/1984ء، ص400۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ محمد احمد عباسی (1885-1974ء) کے نزدیک یہ روایت خلاف واقعہ ہے۔ [عباسی، محمود احمد، تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ، جلد دوم) دہلی محبوب المطابع، ص7، 8 (ح ر)۔

[4] ۔بحوالہ، ضیاء القاری، آستانہ زکریا۔۔۔ تجلیات اولیائے سہرورد: ملتان، جنوری 1985ء، ص33۔

- سید اعز الدین احمد بن ابراہیم الحسینی الیمنی السہروردی [م:605ھ][1]
- فخر العلما مخدوم شیرازی صاحب دیوان انشاء عمدۃ الملک محمد حمید الدین متخلص بہ مخلص کنوری سبزواری ثم بدایونی [م:585-711ھ][2]
- سید الاجل مولانا سید محمد شرف الدین اعلیٰ نقوی سہروردی قبائلی بدایونی [م: 648ھ]۔[3]

جاور:-

- میر سید علاء الدین معروف بہ علی جاوری۔[4]

جٹھلی (پٹنہ):-

- سید شہاب الدین جگجوت سہروردی [570-666ھ]۔[5]

جیور:-

- سید علاء الدین علی بن محمد الحسینی الجیوری [م:734ھ]۔[6]

حیدرآباد (دکن):-

- سید شرف الدین عراقی [م:687ھ]۔[7]
- سید شہاب الدین عراقی [م:691ھ]۔[8]

---

[1] ۔ بحوالہ، ضیاء القاری، ص24، معروف مشائخ بدایوں، آپ سید حسن شیخ شاہی روشن ضمیر رسن تاب (م 632ھ) سید عثمان رسن تاب اور شاہ ولایت سید ابوبکر بدرالدین شاہ ولایت (م690ھ) کے والد گرامی بھی ہیں۔

[2] ۔ بحوالہ، صدیقی، محمد ابرار علی، آئینہ دل دار: کراچی، مقصود الرب، خالد ظفر، 1956ء، اول، ص18۔

[3] ۔ بحوالہ، بدایونی، قاضی علی احمد محمود اللہ شاہ حنفی قادری چشتی نظامی مذاقی متخلص بہ مذنب، عین الانسان: بدایوں، وکٹوریہ پریس، 1319ھ، ص5۔

[4] ۔ بحوالہ، الحسینی، سید علاء الدین علی بن سعد بن اشرف علی القریشی، خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم: تصحیح وتحشیہ ومقدمہ، ڈاکٹر غلام سرور، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، 1412ھ/1992ء، اول، ص336۔

[5] ۔ بحوالہ، پھلواری، سید شاہ فرید الحق عمادی، حالات فخر زماں شہاب الدین: پٹنہ، ادارۂ رشیدیہ خانقاہ عمادیہ 1381ھ/1961ء، ص8۔

[6] ۔ بحوالہ، الحسینی، ص687۔

[7] ۔ بحوالہ، ملکاپوری، عبد الجبار صوفی، محبوب ذوالمنن معروف بہ تذکرہ اولیائے دکن: حیدرآباد، حسنی پریس، 1331ھ، 1/163۔

[8] ۔ بحوالہ، ملکاپوری، ص1/172-175۔

دہلی:-

- خواجہ بست (خواجہ پست)۔[۱]
- قاضی حمید الدین محمد بن عطاء ناگوری[م:643ھ]۔[۲]
- شمس العارفین صدر الدین محمد ترکمان بیابانی دہلوی[م:638ھ]۔[۳]
- شیخ ضیاء الدین رومی[م:720ھ]۔[۴]
- مولانا علاء الدین کرمانی[م:632ھ]۔[۵]
- شیخ فخر الدین شیرازی۔[۶]
- شیخ مجد الدین محمد حاجی جاجری[م:640ھ]۔[۷]
- شیخ نجم الدین شیرازی۔[۸]
- شیخ الاسلام سید نور الدین مبارک بن عبد اللہ حسینی غزنوی[م:632ھ]۔[۹]

سندیلہ:-

- میر سید معز الدین ابدال۔[۱۰]

کنتور:-

- شیخ سلیمان بن عبد اللہ العباسی الہاشمی[م:657ھ]۔[۱۱]

۱۔ بحوالہ، قصوری، غلام معین الدین عبد اللہ خویشگی، معارج الولایت فی مدارج الهدایت: لاہور، کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، ذخیرہ آذر، 25 ربیع الثانی 1111ھ شمارہ خطی، 7765H، ص 95ب۔

۲۔ بحوالہ، دہلوی، شیخ عبد الحق محدث، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، دہلی، مطبع مجتبائی، 1309ھ، ص 36۔

۳۔ بحوالہ، دہلوی، ص 47۔

۴۔ بحوالہ، دہلوی، ص 72۔

۵۔ بحوالہ، الحسینی، ص 336۔

۶۔ بحوالہ، سماء الدین، شیخ شمس العارفین: مترجم، میاں محمد چشتی نظامی، دہلی، دلی پرنٹنگ ورکس، 1375ھ، ص 5۔

۷۔ بحوالہ، دہلوی، ص 49۔

۸۔ بحوالہ، سماء الدین، ص 5۔

۹۔ بحوالہ، دہلوی، ص 28۔

۱۰۔ بحوالہ، چشتی، شیخ عبد الرحمن، مرآۃ الاسرار: اسلام آباد، کتاب خانہ گنج بخش، کتابت، 1301ھ، شمارہ خطی، 1327، ص 218۔

۱۱۔ بحوالہ، الحسینی، سید عبد الحی بن فخر الدین، نزھۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر: حیدر آباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ الکائنہ، 1366ھ/1947، اول، 1/162۔

منیر (بہار):-

❁ شیخ کمال الدین یحییٰ بن اسرائیل منیری۔[۱]

مہونی (گجرات کاٹھیاواڑ):-

❁ شیخ شہاب الدین گجراتی معروف بہ شہابابا شہید۔[۲]

نہرولی (الہ آباد):-

❁ مخدوم شیخ اسماعیل سہروردی[م:670ھ]۔[۳]

پاکستان:

سخی سرور (ضلع ڈیرہ غازی خان):-

❁ سید احمد بن زین معروف بہ سلطان سخی سرور۔[۴]

سکھر:-

❁ شیخ نوح بھکری[م:614، قیاساً]۔[۵]

سوہدرہ:-

❁ سید علی بزرگ حسینی۔[۶]

شکوٹ (ملتان):-

❁ سید زین الدین معروف بہ سرور شکوٹ۔[۷]

۱۔ بحوالہ، انصاری، عبد الصمد بن افضل محمد، اخبار الاصفیاء در احوال الاولیاء (خ): لندن، انڈیا آفس لائبریری، اتھے، 641، ص 23 ب۔

۲۔ بحوالہ، کرامات محمدیہ، بحوالہ، الحسینی، سید محمد، سیرت مولانا محمد علی مونگیری، بانی ندوۃ العلماء: کراچی، مجلس نشریات اسلام، (س۔ن)، ص 357۔

۳۔ بحوالہ، بدخشی، مرزا لعل بیگ لعلی، ثمرات القدس من شجرات الانس: مقدمہ، تصحیح و تعلیقات، دکتر سید کمال حاج سید جوادی، تہران، پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، 1376، ص 122۔

۴۔ بحوالہ، الحسینی، سید عبد الحیٔ، نزھۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر: ملتان، طیب اکادمی، 1412ھ/1991ء، 1/126۔

۵۔ بحوالہ، تتوی، عبد القادر، حدیقۃ الاولیاء: مرتب، پیر حسام الدین راشدی، حیدر آباد، سندھی ادبی بورڈ جامشورو، 1965ء، اول، ص 69۔

۶۔ بحوالہ، امروہوی، ص 400۔

۷۔ بحوالہ، گیلانی، سید محمد اولاد علی، اولیائے ملتان: لاہور، سنگ میل پبلی کیشن، 1964ء، ص 234۔

کانی گرام (صوبہ سرحد):-

❁ شیخ ابراہیم انصاری۔[1]

ملتان:-

❁ شیخ بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی۔[2]

❁ شیخ سعد الدین خلجی ملقب بہ شادی شہید/شہید لال [م: 699ھ]۔[3]

❁ قاضی ابو مسلم الاندرابی العثمانی۔[4]

بھارت میں سلسلہ سہروردیہ کا ابتدائی دور

غیر منقسم بھارت میں سلسلۂ سہروردیہ کی آمد سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں ہوئی۔ اس کی آمد سے بھارت میں دین و مذہب کا بڑا کام ہوا، علم و عمل کو فروغ ملا اور غیر کلمہ گو بھارتیوں کو مذہب اسلام سے قریب ہونے کا موقع ملا۔

ہر شئی رفتہ رفتہ اپنے کمال کو پہنچتی ہے یہی حال سلسلۂ سہروردیہ کا بھی رہا، ابتدا میں چند با اثر شخصیات نے مختلف خطوطِ ہند پر اپنے فیوض و برکات کے خیمے نصب کئے، رفتہ رفتہ لوگ باگ ان خیموں کے سائے میں آتے گئے اور سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا، پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ شرق تا غرب اور شمال تا جنوب، پورے ملک میں اس سلسلہ عالیہ نے اپنا شامیانہ تان دیا اور عوام و خواص سبھی اس کے سایۂ فیض سے مستفید ہوئے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جلیل القدر مشائخ چشت اہل بہشت نے اس سلسلہ عالیہ سے اکتساب فیض کیا ہے۔ جن میں غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سرفہرست ہے۔

---

[1]۔ بحوالہ، انصاری، علی محمد، تذکیر الانصار: مترجم، مرزا ہادی بیگ، لاہور، المکتبۃ العلمیہ، (س۔ن) ص، 16 – 19۔

[2]۔ بحوالہ، لاہوری، امام بخش، مرآت الغفوریہ: بہ تصحیح، معین نظامی، اسلام آباد، ادارہ معارف نوشاہیہ، 1419ھ/1999ء، اول، ص، 159۔

[3]۔ بحوالہ، گردیزی، سید یوسف، جواہر ملتان: مشمولہ تاریخ ملتان: مرتبہ، سید عباس حسین گردیزی، ملتان، سید حریا جی گردیزی، (س۔ن) ص 156۔

[4]۔ بحوالہ، العثمانی، محمد صالح مفتی البھیری، شجرہ نسب مفتیان بھیرہ: مرتبہ، ڈاکٹر عارف نوشاہی، اسلام آباد غیر مطبوعہ، ص 3؛ دیکھئے: ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، معارف حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی: مضمون، برصغیر میں خلفائے شیخ الشیوخ سہروردی اور شیخ الاسلام ابو محمد ذکریا کا عرفانی مقام، حسن نواز شاہ، محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب، ملتان زون، سال اشاعت صفر 1439ھ/اکتوبر 2017ء، ص: 90-92۔

غیر منقسم بھارت میں سلسلہ سہروردیہ کے اولین مراکز

سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے ابتدائی مراکزِ تبلیغ واشاعت کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر ہندوپاک میں اس کے کئی مراکز تھے، ان مرکزوں کے روحانی پیشوا شیخ الشیوخ عمر شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام تھے یا ان کے خلفائے عظام کے فیض یافتہ مبارک ہستیاں تھیں۔ ذیل میں چند اہم مراکز اوران کے سربراہوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

ملتان:

سلسلہ سہروردیہ کا پہلا مرکز ملتان میں قائم ہوا۔ اس مرکز کے بانی شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت شیخ الاسلام سے پہلے خلیفۂ شیخ الشیوخ حضرت نوح بھکری سہروردی کی آمد سندھ میں ہوچکی تھی، لیکن حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سلسلہ کی ترویج واشاعت ہوئی، ملتان کی سرزمین سے اس کو شہرت ملی، تاریخ داں طبقہ نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوپاک میں سلسلۂ سہروردیہ کا مورث اعلیٰ قرار دیا ہے۔

بنگال:

سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کا دوسرا مرکز بنگال تھا، مبلغ اعظم ہندوستان فخر زمان سلطان العارفین حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ بدایوں سے بنگال پہنچے اور بنگال ہی کے ہوکر رہ گئے۔ اس سرزمین پر آپ نے سلسلۂ سہروردیہ کو متعارف کرایا، اہلیانِ سلطنت سے لے کر عام آدمی تک آپ سے متاثر ہوا۔ آپ نے بنگال کے الگ الگ خطوں کا دورہ کیا، جہاں گئے مریدین ومتوسلین کے لیے چلہ خانے قائم کئے، اصول دین وسنت کے ساتھ سلسلۂ سہروردیہ کی فروعات سے لوگوں کو آشنا کیا، بڑا کام کیا، نیک نام کمایا، ہزاروں کا رشتہ اللہ کریم سے استوار کیا۔

اوچ:

اوچ موجودہ دور میں پاکستان کا حصہ ہے۔ یہاں سلسلۂ سہروردیہ کا عظیم مرکز تھا،

آج بھی اس کی چمک باقی ہے۔اس مرکز کے بانی شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مخدوم سید جلال الدین میر سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔حضرت سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں 642ھ مطابق 1244ء میں تشریف لائے تھے۔آپ نے اپنی پوری زندگی تبلیغ واشاعت دین میں صرف کردی۔آپ کے بعد آپ کے مشن کو چہار دانگ عالم میں آپ کے پوتے مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری سہروردی رحمۃ اللہ علیہ [ولادت: شب برأت شعبان 707ھ۔وفات یوم عید قرباں ۱۰ ذی الحجہ 785ھ] نے پھیلایا۔غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی نے مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی سے بیعت وارادت سے قبل آپ سے اکتساب فیض کیا۔

عظیم آباد [پٹنہ] بہار:

بہار میں سلسلۂ سہروردیہ کی بنا شیخ شہاب الدین جگ جوت [متوفی 666ھ] سے پڑی، آپ نے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔آپ کا روضہ کچی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔آپ کے فکر وفن کو سلسلۂ فردوسیہ کے عظیم بزرگ اور آپ کے نواسے شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے فروغ دیا۔صاحب بحر زخار نے لکھا ہے کہ:

''آپ کی اہلیہ، چھ لڑکیاں، اور ان کے شوہر اور شیخ شرف الدین منیری، یہ چودہ حضرات ایک ہی زمانے میں ولی اللہ اور صاحب کمالات وتصرفات تھے۔''[۱]

لاہور: لاہور میں غالباً سب سے پہلے سہروردی بزرگ حضرت شیخ سخی سرور رحمۃ اللہ علیہ [متوفی 570ھ مطابق 1174ء] قدم رنجہ ہوئے۔آپ اپنے آبائی وطن ملتان سے بغداد حصول علم کے لیے تشریف لے گئے تھے اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے روحانیت کی تعلیم حاصل کی تھی، اس وقت آپ عین جوانی کی دہلیز پر تھے۔بغداد سے حصول علم کے بعد لاہور تشریف لائے۔اور قیام لاہور کے دوران مولانا محمد اسحاق لاہوری سے بھی اکتساب علم

۱۔شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی، مترجم، مولانا ڈاکٹر عاصم اعظمی، بحر زخار، ناشر، جمیع طلبہ وطالبات جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو، فروری 2019ء ص 2/455۔

کیا۔[۱]

لاہور کی سہروردی مرکزیت کو فروغ دینے کا سہرا شیخ عبد الجلیل بندگی سہروردی [وفات: 910ھ مطابق 1404ء] کے سر جاتا ہے۔ آپ شیخ حمید الدین حاکم سہروردی کی اولاد سے تھے۔ اس خطہ میں سلسلہ کو فروغ دینے میں آپ کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں۔

کشمیر:

وادی کشمیر میں سلسلۂ سہروردیہ قدیم زمانے سے متعارف رہا ہے۔ سلطان العارفین شیخ شرف الدین معروف بہ بلبل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے 1334ء میں اس کوہستانی علاقے کو خوشبوئے سہرورد سے معطر کیا۔ مخدوم شیخ حمزہ [ولادت: 1494ء۔ وفات: 1563ء] اور مخدوم امیر کبیر سید علی ہمدانی [ولادت: 714ھ مطابق 1314ء۔ وفات: 786ھ مطابق 1384ء] نے اسے پروان چڑھایا۔ ان بزرگوں کی مشترکہ محنت وکاوش سے تبلیغ دین وسنت کا بڑا کام ہوا۔ مشائخ سہرورد کے نظریات کو فروغ ملا اور وادی کشمیر فیضان سہرورد سے مالا مال ہوا۔

گجرات:

کاٹھیاوار کے علاقوں میں خصوصاً احمد آباد اور اس کے نواحی آبادیوں میں سلسلۂ سہروردیہ کا فروغ شیخ الاسلام برہان الدین معروف بہ قطب عالم [ولادت: 790ھ۔ وفات: 850ھ] اور ان کے صاحبزادے سرکار محمد معروف بہ شاہِ عالم [ولادت: 817ھ۔ وفات: 880ھ] علیہما الرحمہ کی ذوات ستودہ صفات سے ہوا۔ ان بزرگوں نے اپنی محنت وکاوش اور انسان دوستی کی بنیاد پر بہت جلد پورے علاقے کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ ان علاقوں میں سلطان المشائخ حضرت سید نظام الدین دہلوی [ولادت: 635ھ مطابق 1238ء۔ وفات: 725ھ مطابق 1325ء] اور جانشین سلطان المشائخ حضرت چراغ دہلی [ولادت: 575ھ مطابق 1274ء۔ وفات: 757ھ مطابق 1356ء] علیہما الرحمہ کے خلفا نے بھی دین وسنیت کا بڑا کام کیا مگر اول الذکر مشائخ سہرورد کی عقیدت ومحبت نسلاً بعد نسلٍ آج بھی لوگوں کے قلب وذہن میں رچی بسی ہے۔

برصغیر میں سلسلۂ سہروردیہ کے ابتدائی مراکز کا ذکر ہوا، ان کے سربراہوں کے

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: پرفیسر ڈاکٹر محمد سعید، تاریخ سہروردیہ: مطبوعہ گیلانی پرنٹرس، رابنسن روڈ، کراچی، سال اشاعت 2000ء، ص133، 134۔

ناموں کا علم ہوا، ان مراکز کے کارناموں کی طرف اشارہ کیا گیا۔ کسی بھی مرکز یا سربراہ کے کارنامے تنہا ایک ذات کے مرہون منت نہیں ہوتے، ان میں اعلیٰ وادنیٰ سب کا تعاون شامل ہوتا ہے، البتہ سربراہ کا کردار مرکزی ہوتا ہے، اسے اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے، ان کی راحت وتکلیف کا خیال کرنا پڑتا ہے، ان کی ضرورتوں کی کفالت کرنی پڑتی ہے، ضرورت پڑے تو دوسرے سربراہانِ مراکز کی مدد لینی پڑتی ہے اور ان کے ساتھ تعلقات وروابط بہتر رکھنے پڑتے ہیں۔ جب ہم سلسلۂ سہروردیہ کے سربراہانِ مراکز کی حیات وخدمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے اندر مذکورہ صفتیں بدرجۂ اتم موجود پاتے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے مل جل کر مذہب وملت کا کام کیا۔ مفادِ دین ومذہب کے لیے ایک دوسرے کے شریک وسہیم رہے۔

❁❁❁

باب دوم

حیات شیخ جلال الدین تبریزی

ولادت، تعلیم وتربیت

خاندانی پس منظر

مرشدانِ طریقت

شیخ جلال الدین تبریزی کی جائے ولادت
تبریز-ایک تعارف

شہر تبریز کی قدیم تاریخ مستقل طور پر ترتیب نہیں دی گئی ہے، تاہم اس شہر کے آثار قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر ایک ہزار سال قبل مسیح سے آباد ہے، اس زمانے کا ایک قبرستان بھی یہاں موجود ہے جو 1990ء میں بلو مسجد[Blue Mosque] (نیلی مسجد) کی شمالی جانب کھدائی سے دریافت ہوا تھا۔شہر کی قدیم عمارتوں میں سے پرانے نقوش 714 قبل مسیح کے دریافت ہوئے ہیں۔

تبریز ہر زمانے میں مرکزی شہر رہا ہے اور کئی سلطنتوں کا دارالحکومت بھی رہا ہے۔ تین یا چار سن عیسوی میں ساسانیوں کے زمانے میں تبریز شہر کی باقاعدہ تعمیر ہوئی پھر ساتویں عیسوی میں اس کی توسیع کی گئی۔یہ شہر قدیم فارس میں طاؤس[Taws] کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

جب اہل عرب نے فارس کو فتح کیا تو قبیلۂ عرب ''اَزد'' کے افراد یہاں آباد ہوئے۔یہ شہر ایک بار بھیانک زلزلہ کے زد میں آ گیا تھا، جس سے اس کو کافی نقصان پہنچا تھا، 791ء میں سلطان ہارون الرشید[ولادت:766ء-وفات:831ء] کی نیک سیرت زوجہ ملکہ زبیدہ خاتون[ولادت:766ء-وفات:809ء] نے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی، اس کی تعمیر نو میں ملکہ کی دل چسپی اور انہماک کی وجہ سے انہیں اس شہر کا بانی بھی کہا گیا ہے۔

1208ء میں تبریز اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو سلطنت جورجیا [Georgia] کی نصرانیہ ملکہ تامرا کبر[Tamar the Great-ولادت:1116ء-وفات:1213ء] نے فتح کیا تھا، اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ مسلمانوں نے آنی نامی شہر- جو

جورجیا کے ماتحت تھا- میں 1200 نصرانیوں کو قتل کر دیا، اس کے بدلے میں جورجیا نے تبریز پر حملہ کیا اور قریب ہی کے ایک دوسرے شہر اردبل[Ardebil] میں 1200 مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ جورجیا نے تبریز سے آگے بڑھ کر قوے[Khoy] اور قزوین[Qazvin] کو بھی فتح کر لیا۔[۱]

منگلوں[Mongol] کے حملے میں شہر تبریز کو بہت نقصان پہنچا تھا، ترکمانوں نے ان نقصانات کی بھرپائی کرنے کی کوشش کی اور بہت حد تک اس کی عظمت رفتہ بحال ہوئی، ایک دور ایسا آیا کہ تبریز آزربائجان کا دار الحکومت بن گیا۔ امیر تیمور[ولادت: 1336ء- وفات: 1405ء] نے 1392ء میں تبریز پر حملہ کیا اور اس کی رونق وشادابی پر پھر سے گہن لگ گیا۔

ایران اور روس کے درمیان ہونے والی دوسری جنگ میں شہر تبریز روسی فوج کے قبضے میں چلا گیا تھا مگر روس اور ایران کے درمیان ہونے والے ایک معاہدے کے تحت شہر کو ایران کی تحویل میں دے دیا گیا - اس معاہدے نے ایران اور روس کے درمیان ہونے والی جنگ 1826ء سے 1828ء کا خاتمہ کر دیا-

شہر تبریز میں حقیقی خوشحالی انیسوی صدی کے نصف آخر میں آئی۔ اس دور میں یہاں پر تجارتی سرگرمیاں بڑھیں اور اسے تجارتی مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی-موجودہ دور میں یہ ایران کا چوتھا بڑا شہر ہے۔

علمی اعتبار سے بھی اس شہر کو مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ دنیا بھر سے اہل علم وفن اس شہر کا رخ کیا کرتے تھے۔ 1392ء میں جب منگولوں کی حکومت زوال کی شکار ہوئی تو اس کی علمی حیثیت کو وقتی طور گرہن لگ گیا، لیکن ترکمانوں کے دور حکومت میں اس نقصان کی تلافی کی کوشش کی گئی، بہت حد تک کامیابی ملی۔ مشہور صوفی بزرگ استاد مولانا روم شمس تبریزی یا شمس الدین محمد (1185ء-1248ء) کا تعلق اسی شہر سے ہے۔

۱۔ شہر تبریز سے متعلق مذکورہ معلومات محب گرامی بشارت علی صدیقی حیدرآبادی صاحب نے مختلف عربی وانگریزی معاجم بلدان کی مدد سے مرتب کر کے ہمیں فراہم کیا۔

ولادت باسعادت

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی ولادت شہر تبریز میں ہوئی، سال ولادت کے سلسلے میں قدیم بنیادی کتب تاریخ خاموش ہیں۔ اخبار الاخیار کے مترجمین مولانا سبحان محمود اور مولانا محمد فاضل نے سال پیدائش 532ھ اور سال وفات 632ھ درج کیا ہے۔ میرے پاس اخبار الاخیار کے دو فارسی نسخے ہیں، ان میں سے ایک ۱۲۸۰ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے چھپا ہے اور دوسرا نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور سے ۲۰۰۹ء میں چھپا ہے۔ ان میں سال ولادت و وفات درج نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ مترجمین کے پاس کوئی دوسرا نسخہ رہا ہو یا انہوں نے اپنی طرف سے اس کا اضافہ کیا ہے۔[۱]

مولانا بذل رحمان کرمانی کی بنگلہ کتاب ''تین پیریر اتیہاس'' [تین پیروں کی تاریخ] میں بھی مذکورہ سال وفات درج ہے، البتہ انہوں نے اس تاریخ کو غیر متفق الخیال بتایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ان [شیخ جلال الدین تبریزی] کی ولادت شہر تبریز میں 532ھ مطابق 1137ء میں ہوئی تھی، البتہ اس تاریخ ولادت میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔''[۲]

جدید ریسرچ اسکالرز کا ایک گروہ کہتا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کی ولادت ''اٹاوہ'' میں ہوئی تھی۔ اٹاوہ موجودہ اتر پردیش کا ایک مشہور شہر ہے۔ ان اسکالرز نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ تبریزی کے والد کا نام ''ملک کافور'' تھا اور ان کی تعلیم و تربیت ایک مالدار تاجر کے تعاون سے ہوئی تھی۔ ان جدید اسکالرز نے اپنی ''جدید تحقیقات'' میں شیخ تبریزی کے تعلق سے ایسی ایسی باتیں پیش کی ہیں، قدیم بنیادی فارسی کتابوں میں جن کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ انٹرنیٹ کی دنیا میں بزبان انگریزی زیادہ تر مواد ان ہی متجددین کے اپلوڈ ہیں۔

---

[۱]۔ دیکھئے: اخبار الاخیار، شیخ عبد الحق دہلوی، ترجمہ، مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل صاحبان، ناشر اکبر بک سیلرز اردو بازار، لاہور، سال اشاعت، اگست ۲۰۰۴ء ص: 106؛ اخبار الاخیار مع مکتوبات، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، رضویہ نوریہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۹ء، ص: 86؛ اخبار الاخیار فارسی، شیخ محدث عبد الحق دہلوی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سن اشاعت ۱۲۸۰ھ، ص:47۔

[۲]۔ گوڑ پنڈوار تین پیریر اتیہاس، سید شاہ بذل رحمن کرمانی، ناشر خوشی گیری درگاہ شریف، باہیکار، ضلع بیربھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱ء، ص:11۔

یورسٹیز کے بعض پی۔ایچ۔ڈی۔مقالوں میں ان ہی کی تحقیقات لکھی ہیں۔تفصیل وتحقیق کے متلاشیوں کوان مواد کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے:

It relates that the saint was born in the Kingdom of "Attava" his father's name was Kafur.

کہا جاتا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی مملکت 'اٹاوہ' میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام کافور تھا۔[۱]

اسم گرامی اور حسب ونسب

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کا عہد، سنہرا عہد تھا، اس عہد میں علماو مشائخ اپنے نام سے زیادہ کام سے پہچانے جاتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے مشائخ کے نام تاریخ کے صفحات میں تلاش بسیار کے بعد ملتے ہیں، وہ اپنے القابات وخطابات سے مشہور ومعروف نظر آتے ہیں۔القابات بھی ایسے ہیں جن میں دین ومذہب کی صفتیں نمایاں ہیں۔فاتح سندھ وہند اور مجاہد یورپ وایشیا کی بجائے نظام دین، علائے حق کے الفاظ ملتے ہیں، چناں چہ قطب الدین، فرید الدین، نظام الدین، سراج الدین، نصیر الدین، علاء الحق وغیرہ القابات ہیں۔خلیفۂ شیخ الشیوخ شیخ جلال الدین تبریزی کا اصل نام جلال الدین ہی ہے؟ یا یہ لفظ آپ کا لقب ہے؟ تشنۂ تحقیق ہے۔سیر العارفین، مرآۃ الاسرار وغیرہ کتب تاریخ وتذکرہ میں جلال الدین کے ساتھ ''ابوالقاسم'' کا اضافہ ہے۔

مولانا شیخ حامد بن فضل اللہ جمالی سیر العارفین میں لکھتے ہیں:

''ابوالقاسم شیخ جلال الدین تبریزی عظیم القدر شیخ (طریقت) اور مشیخت ومعرفت کے آسمان تھے۔''[۲]

---

[1] DEVELOPMENT OF SUFISM IN BENGAL, MUHAMMAO ISMAIL, DEPARTMENT Of ISLAMIC STUDIES ALIQARH MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH (INDIA, 1989, Chapter, 3, page, 98.

[2] سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ۱، ص ۱۶۴۔

شیخ عبدالرحمن لکھتے ہیں:

''خلاصۂ راہ روان بااخلاق، سرحلقۂ عاشقان آفاق، محیط نسیم صبح خیزی، مست وحدت شیخ ابوالقاسم جلال الدین تبریزی، قدس سرہ۔''[۱]

کیا شیخ جلال الدین تبریزی سید تھے؟

بعض کتابوں میں آپ کے نام کے ساتھ لفظ ''سید'' کا استعمال دیکھا گیا، یقیناً ان تذکرہ نویسوں کے پاس شیخ تبریزی کو خاندان نبوت سے جوڑنے کا کوئی نہ کوئی ثبوت رہا ہوگا۔ ہم نے شیخ تبریزی کا شجرۂ نسب تلاش کرنے کی اپنی سی کوشش کی، کامیابی نہیں ملی۔ جن حضرات نے آپ کو سید لکھا ہے۔ ان میں زیادہ تر جدید دور کے تذکرہ نویس شامل ہیں۔ خانقاہ منعمی ابوالعلائی، گیا، بہار کے سجادہ نشیں حضرت مولانا سید شاہ حسین الدین احمد منعمی اپنے حلقہ کی معزز و معروف شخصیت تھی۔ انہوں نے شیخ جلال الدین تبریزی پر اردو زبان میں باضابطہ لکھنے کی شاید پہلی کوشش کی تھی۔ انہوں نے اپنے رسالہ کا نام ہی ''تذکرۂ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی'' رکھا ہے۔ ان کا رسالہ کل ۴۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کا تذکرہ صفحہ ۸ رسے شروع ہوکر تقریباً صفحہ ۱۸ ر پر ختم ہوجاتا ہے۔ ماقبل کے سات صفحات میں متعلقات رسالہ اور مابعد کے ۱۲ رصفحات میں متعلقات شیخ جلال الدین تبریزی پر کلام کیا گیا ہے۔ ان کے رسالہ پر حسام الدین احمد صاحب نے ۱۵ رجولائی ۱۹۳۷ء میں اپنا تاثر دیا ہے، ان کی تحریر ''تعارف'' کے عنوان سے رسالہ میں شامل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس رسالہ میں حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی کا تذکرہ ہے، جس میں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ان کے حالات جمع کرنے میں بڑی کدوکاوش صرف کی گئی ہے اور تحقیق و تفتیش میں خاص اہتمام کیا گیا ہے۔''[۲]

---

[۱] ۔ مرآۃ الاسرار، شیخ عبدالرحمن چشتی، مترجم مولانا کپتان واحد بخش سیال چشتی، ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور، سال اشاعت، محرم الحرام، 1414ھ/1993ء، ص: 721، 722۔

[۲] ۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابوالعلائی، گیا، بہار، ص: 4۔

ظاہر ہے کہ کدو کاوش اور تحقیق و تفتیش میں خاص اہتمام سے لکھا گیا رسالہ، بے سروپا کی باتوں سے خالی ہوگا۔ رسالہ کے مصنف کے پاس شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے سید ہونے کا ثبوت ضرور رہا ہوگا۔

ایک اہم ماخذ جس میں شیخ جلال الدین تبریزی کو سید لکھا گیا ہے، وہ سلطان شاہ عالم کی سند شاہی ہے۔ جسے سید حسین الدین احمد منعمی ابو العلائی صاحب نے اپنی کتاب ''پنڈوہ'' اور ''تذکرۂ شیخ جلال الدین تبریزی'' میں نقل کیا ہے۔ سند شاہی کے الفاظ یہ ہیں:

''روضۂ قطب الاقطاب مخدوم سید جلال الدین تبریزی قدس سرہ۔''[۱]

سند شاہی کے علاوہ بعض کتابوں میں بھی شیخ جلال الدین تبریزی کے نام کے ساتھ لفظ ''سید'' کا استعمال دیکھنے کو ملا۔ ہمارے پاس حضرت شیخ تبریزی کا شجرۂ نسب نہیں ہے۔ ان کا سید ہونا مابین علما و مشائخ متعارف بھی نہیں ہے۔ پھر بھی ہمیں ان کے سید ہونے کا انکار نہیں ہے۔ حقیقی علم اللہ عزوجل کے پاس ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کے والد شیخ ابو سعید کے مرید تھے

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے والد کا نام جدید اسکالرز حضرات نے ملک کافور بتایا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کی تحریر پیش کردی گئی ہے۔ انہوں نے یہ نام ''شیخ شبھودیا'' نامی کتاب سے لیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مزید جانکاری آئندہ صفحات میں درج کی جائے گی۔ ڈاکٹر انعام الحق صوفیائے بنگال کی تحقیقات کے تعلق سے ایک مشہور نام ہے۔ انہوں نے بھی اپنی کتاب ''صوفی ازم ان بنگال'' میں یہی نام لکھا ہے۔[۲]

سید یحیٰ حسن ندوی نے اپنی کتاب ''عہد اسلامی کا بنگال'' میں شیخ جلال الدین تبریزی کے والد کا نام ''شیخ محمد'' بتایا ہے اور انہیں قریشی الاصل لکھا ہے۔[۳]

۱۔ رسالہ پنڈوہ شریف، قلمی، سید حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ پٹنہ، راقم الحروف کے پاس اس کی کاپی موجود ہے۔

۲۔ دیکھیے: A History of Sufism In Bengal, ڈاکٹر انعام الحق، ایشاٹک سوسائٹی آف بنگلادیش۔

۳۔ دیکھیے: عہد اسلامی کا بنگال، سید یحیٰ حسن ندوی، خدا بخش اورینٹل لائبریری، 2007ء، ص: 194۔

شیخ جلال الدین تبریزی کے والد محترم شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید تھے۔ یعنی حضرت شیخ تبریزی اور ان کے والد دونوں ایک ہی شیخ کے مرید تھے۔

سیر العارفین میں ہے:

''پدر او مرید حضرت شیخ المشائخ بدر الدین ابوسعید تبریزی بود''۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے والد شیخ المشائخ بدر الدین ابوسعید کے مرید تھے۔[1]

شیخ ابوسعید کا مرید ہونا اپنے آپ میں ایک بڑی بات ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ تبریزی کے والد بزرگوار دین دار، پرہیزگار، تقوی شعار انسان تھے۔

تعلیم و تربیت

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے ابتدائی احوال و آثار پردۂ خفا میں ہیں۔ بنگال میں تصوف کے عروج وارتقا اور یہاں کی اسلامی تہذیب وثقافت پر بزبان انگریزی و بنگالی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ کتابوں میں ذکر ملتا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کی ابتدائی تعلیم ایک صاحب ثروت تاجر کے تعاون سے مکمل ہوئی۔ عربی وفارسی اور اردو زبانوں کی کسی کتاب میں حضرت شیخ تبریزی کی ابتدائی تعلیم کا ذکر نہیں ملتا، اسی طرح آپ کے کسی استاد کا نام بھی نہیں آتا۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مقالہ میں لکھتے ہیں:

He[Jala al Din Tabrezi] was educated with the help of a rich merchant of the locallty named Ramadan Khan and left home at the complicity of that merchant.

شیخ جلال الدین تبریزی اپنے علاقہ کے رمضان خان نامی ایک صاحب ثروت تاجر کے تعاون سے زیور تعلیم سے آراستہ ہوئے اور اسی تاجر کی کرتوتوں کی وجہ اپنے دولت

---

[1]۔ سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج۱، ص ۱۶۴۔

کدہ کو خیر آباد کہہ دیا۔"[۱]

ڈاکٹر اسماعیل صاحب کی مذکورہ عبارت کسی واقعہ کی طرف مشیر ہے۔اس واقعہ کی تفصیل انہوں نے درج نہیں کی ہے۔

سیر الاولیا میں درج سلطان المشائخ سید شاہ نظام الدین اولیا بدایونی ثم دہلوی علیہ الرحمہ کے ایک قول سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے بخارا شہر میں سات تک تعلیم حاصل کی ہے،لہذا کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ تبریزی نے وطن سے جدا ہونے کے بعد شہر بخارا میں قیام کیا اور وہیں کے ارباب حل وعقد سے اکتساب علم کیا۔

سیر الاولیا میں مولانا سید محمد مبارک علوی کرمانی لکھتے ہیں:

"سراویل شیخ شیوخ العالم پارہ بود، ودر اثنائے ایں حال ومکالمہ احوال ہر بار باد میزد وشیخ شیوخ العالم فرید الدین بدامن محل ازار پارہ می پوشید، شیخ جلال الدین دریافت، فرمود کہ: درویشے بود در بخارا بتعلیم مشغول ہفت سال ازار درتہ نداشت وفوطہ داشت، خاطر جمع دار چہ شود۔ سلطان المشائخ می فرمودند شیخ جلال الدین را ازیں درویش مراد نفس خود داشت۔"

شیخ العالم بابا فرید الدین گنج شکر کا پاجامہ پھٹا ہوا تھا، شیخ جلال الدین تبریزی کے ساتھ دوران گفتگو جب ہوا چلتی تو آپ بار بار اس پھٹے پاجامہ کو اپنے دامن سے ڈھانپ لیتے۔شیخ جلال الدین تبریزی نے اس کیفیت کو محسوس کیا اور فرمایا کہ: بخارا میں ایک درویش تھا جو تعلیم میں مشغول تھا، سات سال تک ان کے پاس پاجامہ نہیں تھا، [لمبے جبہ کے اندر] صرف ایک لنگوٹا باندھ کر رہتا تھا۔[بہرحال یادالہی] میں دلجمعی رکھو۔سلطان المشائخ سید نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی کی اس درویش سے مراد خود اپنی ذات تھی۔[۲]

محبوب الہی، سلطان المشائخ سید شاہ نظام الدین اولیا دہلوی کے پاس یقیناً شیخ

---

[1] DEVELOPMENT OF SUFISM IN BENGAL, M U H A M M A O – I S M A I L, DEPARTMENT Of ISLAMIC STUDIES ALIQARH MUSLIM (INDIA,1989,Chapter,3,page,98.UNIVERSITY.ALIGARH

[2] سیر الاولیا،سید محمد مبارک علوی کرمانی،مطبع محب ہند، دہلی، سال اشاعت 1302ھ، ص:62، 63۔

جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے دور طالب علمی کے احوال وکوائف کا علم رہا ہوگا، ان کے اساتذہ وشیوخ کے نام معلوم رہے ہوں گے، مگر یہ معلومات ان کے ساتھ ہی سپرد خاک ہوگئیں۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید عالم، متبحر فقیہ، ناقد محدث اور فطین فلسفی تھے، مختصر یہ کہ، جامع معقول بھی تھے اور جامع منقول بھی، مگر عقلی ونقلی علوم کا جامع بنانے والی شخصیتیں کون تھیں؟ تذکرے کی کتابوں میں ان کے نام نہیں ملتے۔ یہ بندوں کی کتابیں ہیں، بندوں تک محدود رہتی ہیں، فرشتوں کی کتاب میں ان کے نام لکھے ہیں، اللہ کریم کی بارگاہ میں ان کے لیے اجر مقرر ہے۔

مولانا سید حسین الدین احمد منعمی نے لکھا ہے:

''اگلے بزرگوں کا دستور تھا کہ جب تک علوم ظاہر کی تکمیل نہ کرلیتے، سلوک وطریقت کی راہ میں قدم نہ رکھتے تھے، اور نہ ان کے شیوخ ان کی طرف صحیح معنوں میں متوجہ ہوتے تھے، بنابریں اس زمانہ میں ہر سالک کے لیے علوم ظاہر کی تکمیل لازمی سمجھی جاتی تھی، جس سالک کو علوم ظاہر میں جتنا زیادہ عبور ہوتا، اتنا ہی زیادہ اس راہ میں کامیاب وفائز المرام ہوتا، چنانچہ حضرت مخدوم جلال الدین تبریزی کے متعلق بھی جستہ جستہ مختلف تذکروں سے یہ ظاہر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی علمی استعداد بہت وسیع تھی، اور اسی امر خاص کی وجہ سے آپ اپنے ہم عصر مشائخ کے درمیان قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔''[۱]

قبل بیعت شیخ جلال الدین تبریزی کا علمی وروحانی مقام

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ بیعت وارادت سے پہلے جملہ علوم ظاہرہ سے مزین ہوچکے تھے۔ ریاضت ومجاہدہ کی بھٹی میں خود کو تپا چکے تھے۔ علما وفضلا کے درمیان اپنا مقام قائم کرچکے تھے۔ طلبہ اور اہل علم ان کے علمی تبحر کا لوہا مان چکے تھے۔ درج ذیل عبارت ہمارے دعوی کو مضبوط بناتی ہے

۱۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابو العلائی، گیا، بہار، ص:8۔

خیر المجالس ملفوظات حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی میں ہے:

''حضرت خواجہ نے فرمایا: اگر کوئی شیخ کسی اور کے مرید کو دیکھے کہ سلوک طے کر چکا اور مرتبۂ کمال کو پہنچ گیا ہے تو درست و بجا ہے کہ اپنی طرف سے بھی اجازت نامہ عنایت کرے کہ وہ سوائے اپنے طریقۂ سابقہ کے اس طریقۂ مجاز میں بھی مرید کیا کرے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا: جیسے شیخ جلال الدین تبریزی کو حضرت ابو سعید تبریزی نے اجازت دی تھی۔ جناب خواجہ نے فرمایا: یہ شیخ جلال الدین تبریزی تو خود مرید شیخ ابو سعید تبریزی کے ہیں۔ مرتاض کامل الحال ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ ان کی مریدی سے سابق کمال حاصل ہو چکا تھا۔ فی الحال خلافت اور اجازت پائی۔''[۱]

مذکورہ عبارت میں ''مرتاض'' اور ''کامل الحال'' کے الفاظ قبل بیعت شیخ جلال الدین تبریزی کے روحانی مقام و مرتبہ کا تعین کرتے ہیں اور ''مریدی سے قبل کمال حاصل ہو چکا تھا'' کے الفاظ آپ کے تبحر ہونے کا اشارہ دیتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ ابو سعید کے وابستۂ دامن ہونے سے پہلے ہی ظاہری و باطنی کمالات حاصل کر چکے تھے۔ علوم و معارف کا گنجینہ اور معرفت و سلوک کا نگینہ بن چکے تھے۔

کیا شیخ جلال الدین تبریزی بادشاہ تھے؟

ہمیں ایک کتاب دستیاب ہوئی ہے، نام ہے ''سفر نامۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت''۔ اس کتاب کے مطابق سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ شہر تبریز کے بادشاہ تھے۔ حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمہ کی بادشاہت کا قول اس کتاب کے علاوہ کسی دوسری معتبر قدیم کتاب میں ہمیں نہیں ملا۔ مشائخ چشت اور مشائخ سہرورد نے اپنے اپنے ملفوظات میں حضرت سلطان العارفین کا ذکر خیر کیا ہے۔ انہوں نے کہیں بھی ان کے بادشاہ ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

سفر نامۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت میں ہے:

''شیخ جلال الدین تبریزی بادشاہ تبریز کا تھا، بیچ زمانے شیخ شہاب الدین

۱۔ سراج المجالس ترجمہ خیر المجالس، ملفوظات چراغ دہلی، مرتبہ۔ حمید شاعر قلندر، واحد بک ڈپو، کراچی، ص: 141۔

مذکور کے، شیخ جلال الدین نے بادشاہی چھوڑ کر اپنی بیٹی آپ کو دی، اور کہا کہ میں بادشاہی سے دست بردار ہوا، اور روئے نیاز شیخ کے حلقۂ ارادت میں لایا، چنانچہ تارک السلطنت ہوا۔"[۱]

اس عبارت سے ایک حیرت انگیز بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی بیٹی، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کو منسوب ہوئی تھیں۔ یہ بات ناقابل تسلیم معلوم ہوتی ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں، خاص کر مندرجہ ذیل باتیں اس رشتہ کے ناقابل تسلیم ہونے کو مضبوطی فراہم کرتی ہیں۔

پہلی بات: سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی جس زمانے میں حضرت شیخ الشیوخ سے اکتساب فیض کے لیے پہنچے تھے، وہ ان کی ضعیفی کا زمانہ تھا، عموماً ایسی عمر میں شادی، بیاہ سے انسان گریز کرتا ہے۔

دوسری بات: اس رشتہ کو تسلیم کر لینے کی صورت میں حضرت سلطان العارفین، حضرت شیخ الشیوخ کے خسر ہوتے ہیں۔ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ نے ان کو استنجا خانے میں درویشوں کی طہارت کے لیے ڈھیلے اور پانی رکھنے کی خدمت سپرد فرمائی تھی، داماد اپنے خسر کو ایسی خدمت پر مامور کریں گے، یہ بعید معلوم ہوتا ہے۔

تیسری بات: داماد و خسر کا رشتہ قدیم زمانے سے محترم رہا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی سواری کے ساتھ پیادہ چلا کرتے تھے۔ ان کے لیے گرم کھانے کا برتن جلتے چولہا کے ساتھ سر پر لیے پھرتے تھے۔ اگر دونوں کے مابین یہ محترم رشتہ ہوتا تو آپ ان سے یہ خدمتیں نہ لیتے، کیوں کہ شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ کے خلفا و مریدین اور خدامین کی تعداد سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میں تھی۔

بعض حضرات نے حضرت شیخ تبریزی کا سلسلۂ نسب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑا ہے۔ زمانہ قدیم سے مشائخین طریقت اور علمائے شریعت کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ چشم و چراغان خاندان نبوت سے اس قسم کی خدمتیں نہیں لیا کرتے ہیں۔ شیخ علاء الحق پنڈوی اور مخدوم سید

۱۔ سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مترجم محمد عباس بن غلام علی چشتی دہلوی، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی، 2011ء، ص:20- اشاعت اول 1899ء میں ہوئی تھی۔

اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی علیہا الرحمہ کی زندگی میں اس کی روشن مثالیں ملتی ہیں۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے بادشاہِ تبریز ہونے والی بات بھی قوی معلوم نہیں ہوتی ہے کیوں کہ محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیا کے بقول ایام طلب علمی میں شیخ تبریزی کو پہننے کا پاجامہ بھی میسر نہیں تھا، جیسا کہ ہم نے پچھلے اوراق میں لکھا ہے۔لہذا جس انسان کے پاس مکمل جامۂ تن بھی میسر نہیں رہا، وہ اچانک بادشاہ ہو گئے اور تاریخ نے ان کی بادشاہی کو فراموش کر دیا؟ یہ حیران کن بات ہے۔

حضرت شیخ تبریزی کی ابتدائی تعلیمی دور کے حوالہ سے ماسبق میں ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کے پی۔ایچ۔ڈی۔مقالہ کی ایک عبارت پیش کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ شیخ تبریزی کی تعلیم ایک صاحب ثروت تاجر کی مالی امداد سے ہوئی ہے۔یہ بھی ہمارے شبہ کو قرب یقین تک پہنچاتا ہے۔

ہم نے شہر تبریز کا تعارف لکھتے وقت عہد بہ عہد اس شہر کو جاننے کی کوشش کی ہے۔کسی مؤرخ نے شیخ جلال الدین تبریزی کو بادشاہ کی حیثیت سے پیش نہیں کیا ہے۔

محترم معین الدین عقیل صاحب کے مطابق اس سفرنامے میں بہت سے باتیں الحاقی ہیں، ممکن ہے کہ یہ باتیں بھی الحاقی ہوں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس سفرنامہ کو اعتبار کا درجہ حاصل نہیں ہے، لہذا ممکن ہے کہ یہ باتیں بھی غیر معتبر ہوں۔

معین الدین عقیل صاحب لکھتے ہیں: ''سفرنامے میں بیان کردہ حالات سفر میں ربط و ترتیب قائم نہیں ہے۔ یہ حالات خود حضرت مخدوم نے نہیں بلکہ ان کے کسی مرید یا مریدوں نے بعد میں تحریر کیے، جن میں اضافے بھی ہوتے رہے۔چنانچہ حالات اور واقعات میں بے ترتیبی کے ساتھ ساتھ فرضی اور جعلی مشاہدات اور واقعات بھی شامل نظر آتے ہیں۔ پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ حضرت مخدوم کے معاصرین اور ان کے کسی سوانح نگار نے حضرت مخدوم کی تصانیف کی فہرست میں اس سفرنامے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس سفرنامے کے تمام دستیاب نسخے ڈیڑھ دو سو سال میں کتابت ہوئے ہیں۔حضرت مخدوم کے یا ان کے قریبی عہد کا تحریر کردہ کوئی نسخہ کہیں دستیاب نہیں ہے۔

ان امور سے قطع نظر ''سفرنامۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت'' کے بعض حالات ان

کے عہد میں تصوف کے احوال اور ان کے ملفوظات کے لحاظ سے قابل توجہ ہے۔"[۱]

کیا شیخ جلال الدین تبریزی نے اپنے بیٹے کو جانشین سلطنت بنایا تھا؟

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے تھے یا نہیں؟ اس کی کوئی معتبر تحقیق ہمارے پاس نہیں ہے۔ تذکرۃ الواصلین سے ہمیں علم ہوا کہ شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی شادی ہوئی تھی ان کی اولاد تھی اور ان کے صاحبزادے سلطنت و بادشاہت کے جانشین ہوئے تھے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جس کتاب کے حوالے سے یہ بات لکھی گئی ہے، اس کتاب میں شیخ جلال الدین تبریزی کے بیٹے کا ذکر ہے اور نہ ہی جانشینی کا کوئی تذکرہ ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ یہ ناقل کی تساہلی کی بجائے مترجم کی کاہلی رہی ہو جس نے امعان نظر سے کام نہ لے کر سرسری نظر دوڑائی ہو اور اصل فارسی عبارت کا ترجمہ کرتے وقت جانشین سلطنت کا جملہ ترجمہ سے رہ گیا ہو؟ تلاش بیسار کے باوجود ہمیں اصل فارسی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا، اس لیے ہم کوئی حتمی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے۔

تذکرۃ الواصلین میں ہے:

"مسافر نامہ حضرت قطب الاقطاب العالم مخدوم جہانیاں ن جہاں گشت میں مندرج ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی بادشاہ تھے۔ بادشاہی ترک کر کے سپرد اپنے بیٹے کے کی، اور بہت سا مال ونقد لے کر خدمت میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے آئے اور نقد و مال شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے پیش کیا۔ حضرت شیخ نے وہ زر نقد و مال قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ مال ونقد خدا کی راہ میں مساکین ومحتاجی کو دے دو۔ چناں چہ حضرت جلال الدین تبریزی نے وہ مال محتاجوں کو تقسیم کر دیا اور پرانا خرقہ زیب بدن

۱۔ مرجع سابق سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، تعارف، معین الدین عقیل، ص: ر،خ۔

کیا۔"[۱]

مشایخ طریقت، تعلیم سلوک ومعرفت

سلطان العارفین شیخ الاسلام جلال الدین تبریزی سہروردی علیہ الرحمہ قوی الحال بزرگ تھے، ہمت بلند تھی، قلب روشن تھا، کشف وکرامت گویا عادتاً صادر ہوتی تھی، ریاضت ومجاہدہ، زہد وتقوی میں بے نظیر تھے، مقبول بارگاہ رب قدیر تھے، سیف زبان تھے، جو کہہ دیتے تھے وہ جاتا تھا، جو چاہ لیتے تھے وہ کر گزرتے تھے۔ مشیخت کی اعلی منزل پر فائز تھے، اکابر اولیائے امت کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ کی شخصیت سازی میں مشایخ سلسلۂ سہروردیہ اور مشایخ سلسلۂ چشتیہ دونوں نے حصہ لیا۔ آپ نے براہ راست ہر دو سلسلہ کے بزرگوں سے استفادہ کیا اور مزے کی بات یہ بھی ہے کہ دونوں سلسلہ کے بزرگوں نے آپ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مشایخ سلسلۂ سہروردیہ کے جن بزرگوں سے آپ نے اکتساب فیض کیا ہے ان میں اہم شخصیتیں یہ ہے:

1- شیخ بدر الدین ابو سعید تبریزی۔
2- شیخ شہاب الدین سہروردی۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ، شیخ بدر الدین ابو سعید علیہ الرحمہ کے مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی، ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ان سے بیعت وارادت اس وقت حاصل کی تھی جب وہ جملہ علوم وفنون میں فاضل ہو چکے تھے۔

شیخ بدر الدین ابو سعید تبریزی علیہ الرحمہ نے شیخ جلال الدین تبریزی کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔ انہوں نے مقدور بھر اس گوہر نایاب کو روشن ومنور کرنے کی کوشش کی تھی۔ اللہ کریم نے شیخ جلال الدین تبریزی کا حصہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے پاس بھی متعین رکھا تھا۔ چنانچہ جب شیخ بدر الدین ابو سعید کا وصال ہو گیا تو آپ بغداد چلے گئے اور شیخ الشیوخ سے اپنا حصہ حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

۱۔ تذکرۃ الواصلین، تالیف مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، ترتیب جدید، عبد العلیم قادری مجیدی، ناشر تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں شریف، طبع جدید، بہ موقع عرس قادری محرم الحرام 1437ھ/اکتوبر 2015ء، ص: 77۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں دنیائے تصوف کی ان دو عظیم شخصیتوں کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے جنہوں نے شیخ جلال الدین تبریزی جیسی عظیم ہستی کو سجا سنوار کر قوم کے حوالے کیا۔

شیخ بدر الدین ابو سعید تبریزی

شیخ ابو سعید تبریزی علیہ الرحمہ بڑے متوکل علی اللہ بزرگ تھے۔ آپ کی سوانح حیات باضابطہ مرتب نہیں گئی، آپ کے جملہ احوال وآثار قید قلم وقرطاس میں نہیں لائے گئے، البتہ چند واقعات مشائخ کی کتابوں میں مندرج ہیں جن سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ توکل وقناعت کے مجسم تھے، بندوں سے کنارہ کش، اللہ عزوجل سے وابستۂ امید تھے۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے زمانے میں تبریز اور اس کے نواحی شہروں میں ابو سعید نام سے تین بزرگ تھے۔

خیر المجالس ملفوظات حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی میں درج ہے:

''بعد اس کے یہ حکایت فرمائی کہ ابو سعید تین شخصوں کا نام ہے۔ ایک ابو سعید ابو الخیر، دوسرے شیخ ابو سعید تبریزی مرشد شیخ جلال الدین تبریزی، تیسرے شیخ ابو سعید اقطع۔ ابو سعید ابو الخیر شیخ موضع میہنہ میں تھے اور ابو سعید تبریزی موضع تبریز میں اور ابو سعید اقطع بغداد میں تھے۔''[۱]

کتاب میں شیخ ابو سعید بغدادی کو ''اقطع'' کہنے کی وجہ بھی لکھی گئی ہے۔

شیخ ابو سعید تبریزی کے مریدین کی تعداد

شیخ ابو سعید کی شخصیت غیر معمولی تھی، آپ صرف شیخ جلال الدین تبریزی اور ان کے والد ہی کے شیخ نہیں تھے، بلکہ ستر کاملین وقت نے آپ کا دامن کرم تھاما تھا، نسبتیں حاصل کی تھیں اور فیوض وبرکات کا اکتساب کیا تھا۔

سلطان المشائخ کے ملفوظات میں ہے کہ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی

۱۔ سراج المجالس ترجمہ خیر المجالس، ملفوظات چراغ دہلی، مرتبہ۔ حمید شاعر قلندر، واحد بک ڈپو، کراچی، ص:73۔

نے خود بیان کیا ہے کہ آپ کے مرشد گرامی ستر کاملین وقت اور تارکین دنیا کے شیخ تھے:

''ان [شیخ جلال الدین تبریزی] سے مروی ہے کہ فرمایا کرتے تھے، میرا پیر ستر مرید تارک دنیا رکھتا تھا کہ لباس ان کا فقط پائجامہ، کرتا اور ٹوپی ہوتا۔ سفر میں اگر دریا سامنے آجاتا اور کشتی نہ ہوتی تو دریا پر پاؤں رکھتے اور پار ہوجاتے اور یہ سب ہمیشہ اطراف عالم میں سفر کیا کرتے تھے اور واسطے نماز و ذکر کے اقامت کرتے۔''

شیخ جلال الدین تبریزی نے اپنے پیر بھائیوں کی جن خوبیوں کا بیان کیا ہے، وہ ان میں بھی موجود تھیں۔ وہ بھی آب دریا پر پاؤں رکھتے تھے اور پار ہوجایا کرتے تھے۔ اکناف واطراف عالم کا وہ بھی سفر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک لکھا گیا ہے کہ شیخ تبریزی سیاح صوفی تھے۔ آئندہ صفحات میں ان باتوں کی تفصیل بیان کی جائیگی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شیخ بدر الدین ابوسعید تبریزی کے جتنے مریدین تھے، سب کامل الحال تھے، خلوت گزینی اور گوشہ نشینی ان کا شیوہ نہیں تھا۔ وہ سیاح تھے اور برستے بادل کی طرح فیض بانٹتے تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے والد بھی ان پاکان امت میں شامل تھے۔

شیخ ابو سعید تبریزی سے خواجہ معین الدین چشتی کی ملاقات

شیخ بدر الدین ابوسعید علیہ الرحمہ، سلطان الہند خواجہ سید معین الدین غریب نواز علیہ الرحمہ [ولادت: 536ھ مطابق 1142ء – وفات: 633ھ مطابق 1236ء] کے ہم زمانہ تھے، دونوں کی ملاقات کا ذکر بھی کتب مشائخ میں ملتا ہے۔ اس ملاقات سے شیخ ابوسعید علیہ الرحمہ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ ملاقات راہ چلتے اتفاقیہ نہیں تھی، بلکہ اس کے لیے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے سفر کیا تھا، شہر تبریز میں ان سے ملنے ازخود تشریف لائے تھے اور فیوض و برکات کا اکتساب کیا تھا۔

چنانچہ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ:

''شیخ حسام الدین چلپی سے منقول ہے کہ حضرت شیخ المشائخ معین الدین بغداد

سے ہمدان آئے اور شیخ یوسف ہمدانی سے ملے۔ وہاں سے تبریز کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر حضرت شیخ المشائخ ابو سعید تبریزی سے ملے۔ وہ ایک عالی ہمت مجرد اور متوکل بزرگ تھے۔"

شیخ ابو سعید تبریزی علیہ الرحمہ کا توکل

شیخ ابو سعید تبریزی علیہ الرحمہ کے اندر توکل وقناعت اعلیٰ درجہ کی تھی، وہ کسی سے کوئی نذر قبول نہیں فرماتے تھے، اپنی محنت وکاوش سے روزی کماتے تھے، اسی سے گزر بسر کرتے تھے، کبھی کبھی قرض بھی لے لیتے تھے پھر اسے اپنے ہاتھوں سے کما کر ادا کرتے تھے۔ وہ اللہ عزوجل پر کامل بھروسہ کرتے تھے، وہی ان کو اپنے فضل سے روزی دیتا تھا۔

فوائد الفواد میں ہے:

"ازیں جا در بزرگی شیخ ابو سعید تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کہ پیر شیخ جلال الدین بود بیان فرمود کہ شیخی بس بزرگ بود، تارک دنیا عظیم، چناں کہ بیشتر احوال در فاقہ بودی واز کسے چیزے نہ گرفتی تا چناں بود کہ سہ روز در خانقاہ او ہیچ طعام نبود او ویاران او بخر پوزہ وہندوانہ افطار می کردند و می گذرانیدند۔"

"یہاں سے شیخ ابو سعید تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کا تذکرہ فرمایا جو شیخ جلال الدین کے پیر تھے۔ فرمایا کہ بڑے بزرگ پیر تھے اور زبردست تارک دنیا۔ چناں چہ زیادہ تر وقت فاقے سے گزرتا تھا اور کسی سے کوئی چیز نہ لیتے تھے، یہاں تک ہوا ہے کہ تین روز تک ان کی خانقاہ میں کوئی کھانا نہیں ہوتا تھا، وہ اور ان کے مریدین خربوزے اور تربوزے سے افطار کرتے تھے اور گزر بسر کرتے۔"[1]

فوائد الفواد میں شیخ ابو سعید کی یہ حالت لکھنے کے بعد ایک واقعہ لکھا گیا ہے، متعدد کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے، ہم یہاں نفائس الانفاس کے حوالے سے درج کر رہے ہیں:

---

[1] فوائد الفواد، فارسی، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:303۔

خلیفۂ محبوب الٰہی، حضرت برہان الدین غریب علیہ الرحمہ [ولادت: 654ھ وفات: 738ھ] اپنی ایک مجلس میں حضرت سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر شیخ ابوسعید تبریزی کی بزرگی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے نازک تھے، کسی سے نذر نہیں لیتے تھے، اگر کچھ قرض مل جاتا تو خرچ کرتے ورنہ سب یاروں کے ساتھ دو دو تین تین روز فاقے سے گزار دیتے۔

ایک بار بادشاہ نے ان کی خدمت میں نذرانہ بھیجا۔ انھوں نے قبول نہ فرمایا۔ بادشاہ نے نذرانہ لے جانے والے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر شیخ قبول نہ فرمائیں تو آپ کے خادم کو دے دینا کہ ایسے خرچ کرے کہ شیخ کو خبر نہ ہو۔ خادم نے نہیں لیا مگر جب بہت اصرار کیا تو لے لیا اور اسی سے رات کا کھانا تیار کیا اور شیخ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

صبح ہوئی تو شیخ نے خادم کو بلوایا اور پوچھا رات کو کھانا کس طرح تیار کیا تھا کہ مجھے نماز اور وظائف میں کچھ ذوق نہیں حاصل ہوا؟ خادم چھپا نہ سکا اور کہہ دیا کہ بادشاہ نے نذر بھیجی تھی، اسی سے تیار کیا تھا۔ شیخ نے پوچھا کہ: نذر لانے والے کے قدم کہاں کہاں پہنچے تھے؟ اور وہاں وہاں زمین کھود دی جائے اور خادم کو باقی نذرانہ کے ساتھ خانقاہ سے باہر نکال دیا۔''[1]

شیخ بدرالدین ابوسعید علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کا یہی واقعہ ''ملفوظات بندہ گیسو دراز ''جوامع الکلم''میں الگ ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہو۔

حضرت مخدوم بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ [ولادت: 1321ء وفات: 1442ء] نے فرمایا کہ:

''شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر شیخ ابوسعید تبریزی کے پاس ''خلیفہ [وقت] نے روپیہ کی ایک تھیلی بھیجی۔ انھوں نے قبول نہ کیا، پھر ان کے خدام اور مریدوں کو وہ تھیلی لے جانے والے نے پیش کی، ان لوگوں نے بھی قبول نہ کیا۔ جب وہ ناامید ہو کر باہر آنے لگا

---

[1] ۔ نفائس الانفاس، ملفوظات خواجہ برہان الدین غریب، مرتب، خواجہ رکن الدین عماد کاشانی، مترجم، شعیب انور علوی کاکوروی، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، لکھنؤ، سال اشاعت 2013ء مجلس بروز منگل، ۱۵ رشعبان ۷۳۷ھ، ص: 137-138۔

تو ایک خادم کی جوان لڑکی دروازہ پر کھڑی ہوئی تھی، اس آدمی نے اس لڑکی کو تھیلی دیتے ہوئے کہا کہ: کوئی اسے نہیں قبول کر رہا ہے، تم ہی اسے لے کر کار خیر میں خرچ کر دو۔

ایک مرتبہ شیخ تبریزی کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا اور سات روز تک ان پر مسلسل فاقہ گزر گیا۔ ان پر اتنی کمزوری آگئی کہ وہ نماز کے لیے بھی کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ خادم نے شیخ کو باسی روٹی کا ایک ٹکڑا لا کر دیا، شیخ نے اس کو کھایا، اس رات کو شیخ پر وہ واردات الٰہی نہ ہوئے جو برابر ہوا کرتے تھے۔ اس سبب سے حضرت شیخ بہت مغموم ہوئے۔ اور اپنے چند روزہ اعمال کا محاسبہ کیا تو ان کو سوائے اسی باسی روٹی کے ایک ٹکڑے کے اور کوئی چیز ایسی نہ معلوم ہوئی جو مشتبہ ہوتی۔

حضرت ابوسعید تبریزی نے خادم کو بلا کر پوچھا کہ وہ باسی روٹی کہاں سے لائے تھے؟ خادم نے کہا کہ ایک مرتبہ خلیفہ نے جو روپیہ کی تھیلی بھیجی تھی اور آپ لوگوں نے نہیں لیا تھا۔ میں نے بھی نہیں لیا تھا لیکن میری لڑکی کو دے دیا کہ یہاں کوئی نہیں لے رہا ہے اور مجھے واپس لے جانے میں شرمندگی معلوم ہو رہی ہے۔ اسی روپیہ سے یہ روٹی پکائی گئی تھی اور ٹکڑا اسی روٹی کا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ:

”تم نے میرے ساتھ دوستی نہیں دشمنی کی اور پھر اس کو اپنی خانقاہ سے نکال دیا۔“[۱]

اس واقعہ کے ابتدائی و آخری حصے سے لگتا ہے کہ یہ واقعہ فوائد الفواد اور نفائس الانفاس میں مذکور واقعہ ہی کی ایک تعبیر ہے۔ درمیانی حصہ بتاتا ہے کہ یہ ایک الگ واقعہ ہے۔

مشائخ عفو و درگزر کے عادی ہوتے ہیں، ایسا ممکن ہے کہ شیخ ابوسعید تبریزی نے خادم کو معاف کر دیا ہو، پھر دوبارہ اس سے یہی غلطی اپنی لڑکی کے واسطے سے سرزد ہو گئی ہو۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ کسی دوسرے خادم کا ہو جنھوں نے سابق خادم کی غلطی سے عبرت کرتے ہوئے نذر سلطان لینے سے انکار کر دیا ہو اور اس کی لڑکی نے گھریلو استعمال یا راہ خدا میں خرچ کے لیے قبول کر لیا ہو، جس کا ایک حصہ شیخ ابوسعید تبریزی کی خوراک

۱۔ جوامع الکلم، ملفوظات بندہ نواز گیسو دراز، مرتب: حضرت سید اکبر حسینی، مترجم: پروفیسر معین الدین دردائی، ادبی دنیا، دہلی، سال اشاعت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، ص: ۳۶۵۔۳۶۶۔

میں استعمال ہو گیا ہو- واللہ اعلم بحقیقۃ الحال-

پہلے واقعہ میں تین روز فاقہ کشی کی بات کہی گئی ہے۔اس واقعہ میں ایام فاقہ کشی کی تعداد سات بتائی گئی ہے۔پہلے واقعہ میں خادم کو خانقاہ سے باہر کر دینے کا ذکر ہے، دوسرے واقعہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔پہلے واقعہ میں نذر لانے والے کی قدم گاہ کی مٹی کھود کر باہر پھینک دینے کا تذکرہ ہے، دوسرے واقعہ میں اس کا بیان نہیں ہے۔پہلے واقعہ میں نذر براہ راست خادم قبول کرتا ہے دوسرے واقعہ میں خادم نذر قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔پہلے واقعہ میں دختر خادم کا ذکر نہیں ہے، دوسرے واقعہ میں وہ نذر وصول کرتی نظر آتی ہے۔ان تفصیلات سے لگتا ہے کہ یہ واقعہ سابق واقعہ سے الگ ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ ابوسعید کی عبادتیں

خلاصۃ العارفین تین بزرگوں کے ارشادات وفرمودات کا مجموعہ ہے۔اسی کے پیش نظر یہ کتاب تین قسموں میں منقسم ہے۔پہلی قسم میں مخدوم شیخ جلال الدین بخاری [ولادت: 1198ء، وفات: 1292ء] کے ملفوظات ہیں دوسری قسم میں مخدوم شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر [ولادت: 1175ء، وفات: 1266ء] کے ملفوظات ہیں اور تیسری قسم میں سلطان الاولیا مخدوم شیخ نظام الدین دہلوی کے ملفوظات ہے۔قسم اول میں شیخ جلال الدین تبریزی اور ان کے مرشد گرامی شیخ بدرالدین ابوسعید تبریزی کی عبادت وریاضت کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ممکن ہے کہ ماہ وسال کی نقل یا کتابت میں لغزش ہوئی ہو مگر نفس واقعہ کا انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔

نفس واقعہ کا انکار بھی ان ذوات قدسیہ کی عظمت وشوکت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا، کیوں کہ ان شخصیتوں نے اپنی مرضی کی زندگی کبھی نہیں گزاری، ان کے پیش نظر ہمیشہ اللہ عزوجل کی رضا ہوتی تھی، وہ اپنے خالق کو راضی کرنے کے لیے سوجتن کرتے تھے، کبھی ایک سجدہ میں شب گزار دیتے، کبھی دوگانہ میں ختم قرآن کر لیتے، کبھی نماز معکوس ادا کرتے تو کبھی صوم وصال رکھا کرتے، کبھی خاموش رہ کر فکر خدا کرتے اور کبھی تکلم فرما کر ذکر خدا کرتے، کبھی انسانوں کے مابین رہ کر اس کی رضا کا سامان کرتے تو کبھی پہاڑوں اور غاروں میں گوشہ نشیں

ہو کر اس کی پاکیزگی و کبریائی کا مالا جپتے۔

مخدوم شیخ جلال الدین بخاری فرماتے ہیں:

''نقل است شیخ الشیوخ العالم گفت: ''ای بہاء الدین برادر جلال الدین تبریزی را دیدی؟'' گفت: ''آری'' گفت: ''شیخ ابو سعید را نیز دیدی؟'' شیخ بہاء الدین گفت: ''دیدم'' شیخ الشیوخ گفت کہ: ''ای بہاء الدین ہفتاد و چہار سال شدہ است، کہ ایشاں ہر دو شبی با یک خرما روزہ افطار می کنند و ہر شبی ہزار رکعت نماز نفل می گزارند، وخبر مسافرت مرا از پیش اوشان بپرس، تا عبرت حاصل آید۔ شیخ بہاء الدین گفت کہ برفتم و ہر گامی کہ بسوئے ایشاں برداشتم، دوگانہ می گزاردم، تا پنجم سال بہ خدمت اوشاں رسیدم ۔دیدم ہر دو اندرون غار نشستہ اند، و بذکر حق مشغولی و متحیر بودند، چوں من رسیدم، آغاز سلام کردم۔ گفتند: ''بیا ای مولانا بہاء الدین'' ہر دو کسان مصلائے خود را بسوئے من پرتاب کردند وگفتند کہ ایں برکت بتو رسیدہ است کہ ہفتاد و چہار سال عبادت حق کردیم و ہیچ خواب و آرام نہ کردیم و یک ساعت از مشغولی حق فارغ نبودیم ، روز بروزہ وشب بقیام گزرانیدیم ، وشبہا با نیم پارہ خرما روزہ افطار کردیم، امروز ایں دولت بتو نازل کردیم، و بر تو بار دیدیم باذن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ''

شیخ شیوخ عالم [امام شہاب الدین سہروردی] سے منقول ہے کہ آپ نے شیخ بہاء الدین زکریا سے فرمایا: بھائی جلال الدین تبریزی کو دیکھا ہے؟ جواب دیا: ہاں، فرمایا: شیخ ابو سعید کو بھی دیکھا ہے؟ کہا: جی، دیکھا ہے۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا: بہاء الدین! چوہتر سال ہو چکے ہیں، یہ دونوں حضرات ہر دو رات گذار کر ایک کھجور کھا کر رہ جاتے ہیں، ہر رات ایک ہزار رکعت نفل نماز ادا کرتے ہیں۔ ان کے پاس جانے کا راستہ مجھ سے پوچھ لے، ان سے مل کر عبرت حاصل ہوگی۔ شیخ بہاء الدین فرماتے ہیں کہ: میں ان کی طرف چلا، ہر بڑھتے قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتا رہا، پانچ سالوں میں ان کی خدمت میں پہنچا، میں دونوں کو ایک غار میں بیٹھا ہوا پایا، دونوں ذکر و فکر خدا میں مشغول تھے۔ میں پہنچا، سلام کیا، وہ بولے: مولانا بہاء الدین! آیئے! دونوں نے اپنا اپنا مصلیٰ مجھے عنایت کرتے ہوئے کہا کہ: یہ برکت تم تک پہنچ گئی، ہم یہاں چوہتر سال سے اللہ عزوجل کی عبادت کر رہے ہیں، سونا، آرام

کرنا ترک کر دیا ہے، کبھی حق سے غافل نہیں ہوئے ہیں، ہر دن روزہ رکھتے اور ہر رات قیام کرتے گزار دیتے ہیں، رات کو آدھی کھجور سے روزہ افطار کر لیتے ہیں۔ آج یہ برکت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے تم کو دی جا رہی ہے۔"[1]

ممکن ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہو۔ اس ملاقات کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ ابو سعید تبریزی کی عظمتیں

سلسلۂ سہروردیہ کی دو عظیم شخصیتیں، اول مؤسس سلسلہ سہروردیہ عالم شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، دوم مؤسس سلسلہ سہروردیہ برصغیر ہند و پاک شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی، سلسلۂ سہروردیہ میں ان دونوں شخصیتوں کے درجات عالیہ سے کون واقف نہیں؟ سلسلہ میں ان دونوں بزرگوں کی اہمیت ایسی ہے جیسے زمین و آسمان میں چاند و سورج کی اہمیت ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی اور ان کے پیر و مرشد شیخ بدر الدین ابو سعید تبریزی کے تعلق سے ان کا تاثر دیکھئے:

شیخ الشیوخ اپنے مرید و خلیفۂ خاص کو ان دونوں شخصیتوں سے ملاقات کی ترغیب فرما رہے ہیں۔

شیخ الشیوخ، شیخ جلال الدین تبریزی کو "برادر" ارشاد فرما رہے ہیں۔

دونوں کی ملاقات کو حصول عبرت کا ذریعہ فرما رہے ہیں۔

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی ان کی ملاقات کے لیے سفر کر رہے ہیں، شان سفر یہ ہے کہ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کر رہے ہیں۔ ان کی نظر میں یہ شخصیتیں کتنی محترم تھیں، ان کی ملاقات کا شکرانہ، ہر قدم کی دو رکعت نمازیں، سبحان اللہ و بحمدہ۔

یہاں ایک بات کی وضاحت مناسب ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی شیخ

---

[1]۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی؛ خلاصۃ العارفین، شیخ مخدوم جلال الدین بخاری، فصل دوم، قسم اول، بہ تصحیح بانو دکتر شمیم محمود زیدی، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، 1394ھ/1974ء ص:138۔

جلال الدین تبریزی سے یہ ملاقات، شیخ الشیوخ سے خلافت ارزانی سے پہلے کی ہے۔ حصول خلافت کے بعد وہ شیخ جلال الدین تبریزی کے ساتھ جانبِ بھارت روانہ ہوئے تھے۔

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی

شیخ الشیوخ امام شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ، مجتہد وقت تھے، فقیہ اعظم بغداد تھے، شریعت وطریقت کے سنگم تھے، ممدوح غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی تھے، ان کا مختصر تعارف ازیں قبل پیش کیا جاچکا ہے۔ سردست ایسے واقعات قارئین باذوق کی میز مطالعہ پر سجائے جارہے ہیں، جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور اور سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے مابین علمی وروحانی تعلقات کا نقشہ پیش کرسکیں گے۔

شیخ جلال الدین تبریزی شیخ الشیوخ کی بارگاہ میں

مولانا حامد بن فضل اللہ معروف بہ مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ:

"بعد رحلت حضرت سلطان المشائخ بدرالدین ابوسعید تبریزی کہ پیراو بود از تبریز ببغداد آمدہ بود، و ہفت سال در صحبت حضرت شیخ شیوخ قدس سرہ العزیز بود۔"

حضرت سلطان المشائخ بدر الدین ابوسعید تبریزی، شیخ جلال الدین کے پیر تھے، ان کے انتقال کے بعد وہ تبریز سے بغداد پہنچے۔ سات سال تک حضرت شیخ الشیوخ [شیخ شہاب الدین سہروردی] کی صحبت میں رہے۔"[1]

شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مرید نہیں تھے، ان کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ تھے، محب اور محبوب تھے۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے تھے، ان کی ضعیفی کا دور تھا، عمر ڈھل چکی تھی، قوی مضمحل ہو چکے تھے۔ ایک ضعیف انسان کی

---

[1] سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ۱، ص ۱۶۴؛ نفائس الانفاس، ملفوظات خواجہ برہان الدین غریب، مرتب، خواجہ رکن الدین عماد کاشانی، مترجم، شعیب انور علوی کاکوروی، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، لکھنؤ، سال اشاعت 2013ء، مجلس بروز منگل، ۱۵ر شعبان ۷۳۷ھ، ص: 137]۔

خدمت کا بار کتنا گراں ہوتا ہے، تجربہ کار جانتا ہے، شیخ جلال الدین تبریزی نے اس بار کو قیام بغداد کے مرحلۂ اول میں سات سال تک اٹھایا۔ پھر جب نیشاپور سے واپس بغداد گئے، متعدد سال ان ہی شیخ الشیوخ کی خدمت میں لگے رہے۔ شیخ فرید الحق والدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ نے اپنے ملفوظات میں پچیس سال خدمت کرنے کا ذکر کیا ہے۔

''ایک دفعہ آپ کو بغداد میں، میں نے دیکھا تو آپ سر پر چولہا اٹھائے ہوئے تھے اور اس پر دیگچی میں کچھ گرم کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کہا جا رہے ہیں، فرمایا حج کو، مجھے یہ دیکھ کر تعجب آیا، لوگوں سے پوچھا کہ آپ کتنے سال سے یہ خدمت بجالا رہے ہیں، کہا ہم پچیس سال سے اس درویش کو اسی طرح خدمت بجالاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔''[۱]

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی
کی بارگاہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کا نذرانہ

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ممدوح غوث اعظم تھے، ہم نشین سلطان الہند تھے، بڑی شخصیت تھی، بڑا دربار تھا، ہمہ وقت نذر و نیاز پیش کرنے اور ان کو لینے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی، ہر کوئی کچھ نہ کچھ بطور تحفہ پیش کرتا تھا، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسم و رواج کے مطابق آپ بھی زر کثیر کے ساتھ حاضر ہوئے اور خدمت شیخ میں تن من دھن سب کچھ نثار کر دئے۔ حضرت شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ ان نذور و فتوح کو کبھی پس انداز نہیں کرتے تھے۔ جس طرح آتا تھا اسی طرح خرچ فرماتے دیتے تھے، مؤرخین نے آپ کی مالی حالت کا بیان اپنی اپنی تصنیفات میں بڑے اہتمام کے ساتھ کیا ہے۔ یہاں بطور مثال حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں آپ کی مالی حالت کا بیان شیخ الاسلام والمسلمین فرید الحق والدین شیخ مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کی زبانی سنئے۔

۱۔ اسرار الاولیا مترجم ملفوظات شیخ فرید الدین گنج شکر، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی، ص:510۔

تذکرۂ شمس العارفین ہے:

شیخ الاسلام مسعود گنج شکر قدس سرہ نے مخدوم شمس العارفین [شہزادۂ شیخ الشیوخ] کی طرف متوجہ ہوکر مزاج پرسی کی اور فرمایا کہ:

اے مخدوم زادے! یہ فقیر، شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین آپ کے والد بزرگوار کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہا ہے اور سعادت پابوسی حاصل کرتا رہا ہے۔ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ہر روز دس ہزار دینار فتوح غیب سے آپ کی خانقاہ میں پہنچا کرتے تھے۔ شام تک تمام وکمال درویشوں ومحتاجوں میں خرچ فرمادیا کرتے اور ایک حبہ باقی نہ رکھتے تھے۔ میں نے خود شیخ کی زبان پاک سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اگر میں ایک حبہ باقی رکھوں گا تو درویش نہیں، مال دار کہلاؤں گا۔ کیوں کہ زکات تین قسم کی ہے۔ زکات شریعت، زکات طریقت، زکات حقیقت۔ زکات شریعت متعارف ہے۔ زکات طریقت یہ ہے کہ دسواں حصہ اپنے لیے، باقی راہ خدا پر صرف کرے۔ زکات حقیقت یہ ہے کہ کل کا کل راہ مولا پر دے دے، ایک حبہ اپنے لیے باقی نہ رکھے۔"

چند سطور کے بعد درج ہے:

"پھر اسی مجلس میں شیخ الاسلام والمسلمین نے فرمایا کہ: اے مخدوم زادے! شیخ کی وفات کے وقت فقیر خود موجود تھا، شیخ نے آپ کے چھوٹے بھائی، مولانا عماد کو بلوایا، ان کا حال بھی آپ کی طرح اور آپ کے والد بزرگوار کی طرح تھا۔ خادم سے فرمایا کہ کنجیاں مولانا عماد کے حوالے کردو، خادم نے قدرے توقف کیا۔ ثانیاً فرمایا، خادم نے کنجیاں پیش کردیں۔ مولانا نے توشہ خانہ کھولا۔ دیکھا، سوائے چھ درم کے اور کچھ نہیں ہے، اسی وقت مولانا نے تقسیم کردیا۔"[۱]

بہرکیف، سلسلۂ کلام یہ تھا کہ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ جب حضرت شیخ الشیوخ کی بارگاہ میں پہنچے تو بطور ہدیہ کثیر مال ودولت ان کی نذر کیا، حضرت شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ کی عادت تھی کہ آپ اپنی خانقاہ میں مال جمع رہنے نہیں دیتے تھے،

۱۔ تذکرۂ قدوۃ العلما صدر العرفا شمس الدنیا والدین حضرت مخدوم شمس العارفین، صدر الدین محمد ترک بیابانی، دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، سال اشاعت 1357ھ ص: 15، 16۔

نذر وفتوح بکثرت آتے، سب راہ خدا میں لٹا دیے جاتے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے پیش کردہ نذرانوں کا بھی یہی حال ہوا، حضرت شیخ الشیوخ نے قبول نہیں کیا اور سارا مال راہ خدا میں صرف کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور کل مال راہ خدا میں تقسیم کر دیا۔

سفرنامۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت میں ہے:

''مال بہت سا لے کر بیچ خدمت شیخ شہاب الدین کے نذر کیا، شیخ نے قبول اور منظور نہ کیا اور فرمایا، جا، یہ مال راہ خدا میں دے، اور اس خرقۂ متبرکہ کہنہ کو پہن اور دین درویشوں میں آ، جو کچھ شیخ نے فرمایا اس نے قبول کیا، اور راہ خدا میں مال کو تصرف کیا، اور خرقۂ کہنہ پہنا، اور بیچ بندگی کے آیا۔''[1]

شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں
شیخ جلال الدین تبریزی کا مجاہدہ

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں جاں گسل محنتیں کیں، نفس کش خدمتیں انجام دیں، ان ہی خدمتوں کے سہارے فیضانِ شیخ الشیوخ سے معرفت خدا پائی۔

سفرنامۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت میں ہے:

''شیخ [شہاب الدین سہروردی] نے ارشاد کیا کہ: اے جلال الدین! اب تک بو، بادشاہی کی تجھ سے آتی ہے۔ پھر چاہیے کہ، چار برس پاخانے میں ڈھیلے مٹی کے اور پانی، درویشوں کو دے، درویش استعمال کریں اور وضو کریں، تو بوئے بادشاہی تجھ سے جائے۔ ایسا ہی کیا، مدت چار برس تک جو کام کہ شیخ نے فرمایا، احتیاطِ تمام سے بجالایا۔ اس وقت ثابت قدم ہوا، خدائے تعالیٰ بر حق کو پہچانا، یہاں تک کہ نظر شیخ شہاب الدین سہروردی سے شیخ

---

[1] سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مترجم محمد عباس بن غلام علی چشتی دہلوی، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی، 2011ء، ص: 20- اشاعت اول 1899ء میں ہوئی تھی۔

جلال الدین تبریزی جہانگیر ہوئے۔"[۱]

مخدوم جہانیان جہاں گشت شیخ جلال الدین بخاری اوچی علیہ الرحمہ [19 رجنوری 1308ء وفات: 3 رفروری 1384ء] کے سفرنامہ کا محققین کے نزدیک اعتبار ہے یا نہیں؟ اس پر ہم نے اوراق گزشتہ میں بھرپور تبصرہ کیا ہے۔ سفرنامہ غیر معتبر ہے، لیکن کسی غیر معتبر کتاب یا شخص کی ساری باتیں ناقابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں بے پناہ خدمتیں انجام دی ہیں، اس کی تائید دوسری کتابوں سے بھی ہوتی ہے، گوکہ خدمتوں کی نوعیتوں کا بیان مکمل تفصیلات کے ساتھ درج نہیں ہے۔

خدمت شیخ کا نرالا انداز

سیر العارفین میں ہے:

"نقل است از حضرت شیخ الاسلام بہاء الملۃ والدین زکریا قدس سرہ درآں چہ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی در بغداد رسید، ہر سال در برابر شیخ شیوخ شہاب الملت والدین رحمۃ اللہ علیہ در کعبہ رفتے، وحج گزاردے، وزیارت حضرت رسالت پناہ ﷺ مشرف شدے، وحضرت شیخ شیوخ پیر معمر شدہ بودند، حضرت ایشاں درراہ کعبۃ اللہ توشہ سرد وخشک چوں کلیچہ ومکیات چنانچہ مسافراں برمیدارند، بطبع موافق نیامدے، وحضرت شیخ جلال الدین دیگدانے شاخدار با تابہ معلق کہ درآں آتش کندہ وسر را آزار نرساند ساختہ بود، دیگے برو نشاندہ پیادہ برابر محافہ ایشاں می بردے، ودروقت حاجت آں طعام پیش حضرت شیخ شیوخ شہاب الدین والملت نہادے، القصہ ادب خدمت را بدیں منوال رسانیدہ بود وتمام مشائخ آں عہد عاشق روئش بودند کسے را کہ خدمت حضرت شیخ شیوخ بدیں نمط کند معلوم می تواند کرد خدمت پیر خود بچہ حد رسانیدہ باشد۔"

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے منقول ہے کہ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی جب بغداد پہنچے تو وہ ہر سال شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہمراہ کعبہ جاتے، حج

---

[۱] سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مترجم محمد عباس بن غلام علی چشتی دہلوی، ادکس فرڈ یونیورسٹی پریس، کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی، 2011ء، ص:20- اشاعت اول 1899ء میں ہوئی تھی، مع معمولی حذف واضافہ۔

کرتے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی سن رسیدہ ہو گئے تھے۔ انہیں کعبۃ اللہ کے سفر میں سرد وخشک کھانا مثل کلیچہ، کماچ (ایک قسم کی روٹی) پسند نہ تھا جو مسافر اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ جلال الدین نے ایک چولھا بنالیا تھا جس میں پائے لگے ہوئے تھے اور توا اٹکا ہوا تھا۔ اس میں آگ رہتی تھی مگر اس طرح کہ سر کو آگ کی گرمی نہ پہنچے۔ اس پر ایک دیگچی رہتی اور وہ ان [شیخ شہاب الدین سہروردی] کی ڈولی کے ہمراہ [چولھا] لے کر پیدل چلتے۔ ضرورت کے وقت شیخ شہاب الدین کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا۔ مختصر یہ کہ شیخ [جلال الدین] نے خدمت کے آداب اس طرح پورے کئے کہ اس زمانے میں تمام شیوخ ان کی صورت کے عاشق تھے۔ جو شخص حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت اس طرح کرے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ اپنے پیر کی خدمت کس طرح کرتا رہا ہوگا۔"[۱]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی سے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ نے نہیں کہا تھا کہ مجھے سرد کھانے راس نہیں آتے، آپ چولہا لے کر میرے ساتھ چلیں، گرم کھانا پیش کریں، انہوں نے از خود اس خدمت کا بار اٹھایا تھا اور بھرپور نبھایا تھا۔

شیخ فریدالدین گنج شکر فرماتے ہیں:

"شیخ جلال الدین تبریزی شیخ [شہاب الدین سہروردی] کے لیے توشہ اپنے پاس رکھتے، چوں کہ سرد ہو جاتا تھا اور شیخ سرد شدہ ہی تناول فرمالیا کرتے تھے۔ یہ امر مولانا جلال الدین کو بالطبع ناگوار تھا۔ لہذا یہ انتظام کیا کہ ایک دیگدان جس میں آگ روشن رہتی اپنے سر پر لئے ہوئے ہمرکاب شیخ الشیوخ رہتے، جب حضرت شیخ کھانا طلب فرماتے تو گرم گرم حاضر کرتے تھے۔

ع: "ہر چہ خدمت کرد او مخدوم شد۔" [جو خدمت کرتا ہے، مخدوم ہوتا ہے۔]

اس خدمت نے مولانا جلال الدین کو درجہ رفیع و مقامات علیہ پر پہنچادیا۔"[۲]

---

[۱] سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت ۱۳۱۱ھ، ج ۱، ص ۱۶۴۔

[۲] تذکرۂ قدوۃ العلما صدر العرفا شمس الدنیا والدین حضرت مخدوم شمس العارفین، صدر الدین محمد ترک بیانی، دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، سال اشاعت 1357ھ، ص: 15، 16۔

مذکورہ اقتباسات میں غور کیجیے، ان میں سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا عکس دیکھئے۔ جب وہ کامل و مرتاض ہو چکے تھے، اس وقت انہوں نے شیخ ابوسعید کی بیعت کی تھی۔ یعنی علوم ظاہرہ و نسبت باطنہ کے کمالات کے جامع ہو چکے تھے۔ اب منزل معرفت و وصال کی تلاش میں بغداد پہنچے ہیں۔ شیخ مجاز کی بارگاہ ہے، حرمین شریفین کا سفر ہے، قافلہ کی جھرمٹ میں ہیں، ہزاروں کی بھیڑ ہے، ہر نگاہ دیکھ رہی ہے، شرم و عار ہے اور نہ ہی چولہا و طعام کا بار ہے، اگر کچھ ہے وہ صرف جذبۂ خدمت و ایثار ہے۔ قارئین اس منظر کو اپنے تصوراتی نگاہوں میں ملاحظہ کریں۔

1- جلتا ہوا گرم چولہا سر پہ رکھے ہوئے ہیں۔
2- شیخ کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے ہیں۔
3- باورچی کی طرح کھانا پکا رہے ہیں۔
4- نوکر کی طرح دستر خوان چن رہے ہیں۔
5- جھوٹا برتن صاف کر رہے ہیں۔

ایک دو دن کی بات نہیں ہے کہ وقتی خدمت ہے انجام دے دی، مسلسل سات سال، سفر و حضر ہر جگہ، عام و خاص ہر ایک کے سامنے، کسی نے سچ کہا ہے:

''ہر کہ او خدمت کند مخدوم شد۔'' خدمت کرنے والا ہی مخدوم ہوتا ہے۔

مولانا جمالی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا ہے:

''جو شخص حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت اس طرح کرے، ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ: وہ اپنے پیر کی خدمت کس طرح کرتا رہا ہوگا۔''

یقیناً ان کی خدمتوں کے سامنے نوکروں کی خدمتیں بے معنی ہیں۔ چاکروں اور غلاموں کی خدمتیں ہیچ ہیں۔ فوائد الفواد میں اسی حقیقت کا اظہار ان لفظوں میں کیا گیا ہے:

''وہ [شیخ جلال الدین تبریزی] شیخ شہاب الدین کے پاس آگئے اور ایسی خدمتیں کیں کہ کسی غلام اور مرید کو میسر نہیں ہوتیں۔''

مسافران حرم پر شفقت

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی شیخ الشیوخ کے ہمراہ سفر حج پر تھے۔ سر پر گرم انگیٹھی لیے ہوئے مرشد کی سواری کے ساتھ پیادہ چل رہے تھے۔ پورا قافلہ جانب حرم رواں دواں تھا۔ ایک مقام ایسا آیا جہاں مسافران حرم کی جان کے لالے پڑ گئے۔ آپ سے ان کی مصیبت دیکھی نہ گئی، اللہ کریم کی دی ہوئی مخصوص قوت کا استعمال فرمایا، مسافران حرم کو ہلاکت سے بچایا۔

مولانا جمالی لکھتے ہیں:

حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کے سفر میں، میں شیخ جلال الدین کے ہمراہ تھا۔ ہم ''بنی امام'' پر پہنچے۔ عجیب سخت اور دشوار راستہ تھا، بہت سے آدمی اور اونٹ مر گئے۔ جو فقیر اور غریب لوگ قافلے میں تھے، ان کے پیروں میں آبلے پڑ گئے، قافلے والے سواری نہ ہونے کی وجہ سے عاجز ہو گئے۔ بازار بنی امام میں اونٹوں کا ایک گلہ فروخت ہونے کے لئے آیا۔ ہر اونٹ کی قیمت بیس اشرفی تھی۔ اہل قافلہ میں سے جس کے پاس نوٹ تھی، اس نے اونٹ خرید لیا۔ جو غریب تھے اور قیمت نہیں رکھتے تھے، راضی باقضا رہے اور اپنی اپنی جانوں سے مایوس ہو گئے۔

اسی دوران حضرت شیخ جلال الدین تبریزی نے اونٹوں کے مالک کو بلایا اور فرمایا کہ: شمار کرو، کتنے اونٹ فروخت نہیں ہوئے ہیں؟ شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ پانچ سو اونٹ فروخت ہونے سے رہ گئے ہیں۔ حضرت جلال الدین نے تین مرتبہ ''یالطیف'' فرمایا، ریت میں ہاتھ ڈالا، اشرفیوں سے بھر کر باہر نکالا اور اونٹ خرید کر حقداروں اور عاجزوں کو دے دیے۔ کل پانچ سو اونٹ خرید کر تقسیم کر دیے اور خود بیت اللہ کو پیدل گئے۔[۱]

سخی، داتا اور غریبوں کا مسیحا جیسے القابات ایسے لوگوں کو جچتے ہیں۔ اللہ والے ایسے ہی ہوتے ہیں، خدا کی خدائی میں ان کا تصرف اپنے نفس کے لیے نہیں ہوتا، وہ اپنے کراماتی تصرفات کا استعمال خلق خدا کی راحت رسانی کے لیے کیا کرتے ہیں۔

❁

۱۔ سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، 1311ھ، 165۔

شیخ الشیوخ جب کسی سفر سے واپس آتے تو نذر پیش کرنے والوں کا تانتا لگ جاتا تھا، چنانچہ ایک بار آپ حج بیت اللہ سے واپس ہوئے اور حسب سابق نذ گزارنے والوں نے دربار میں حاضری دی اور تحفے پیش کرنے لگے۔ان تحفوں سے شیخ جلال الدین تبریزی کو بھی من چاہا حصہ ملا، انہوں نے کیا لیا؟ کیا چھوڑا؟ پورا واقعہ سلطان المشائخ سید شاہ نظام الدین اولیاد ہلوی کی زبانی سیر العارفین کی عبارت میں پڑھیے:

''منقول است از سلطان المشائخ قدس سرہ [حضرت شہاب الدین سہروردی] از بیت اللہ ببغداد مراجعت نمود و در خانقاہ خویش جلوس داشت از مریدان و معتقدان ہر یکے ہدیہ پیش می آورد، و در پیش حضرت ایشاں می نہاد، درمیاں عورتے صالحہ رسید و یک درم آورد، و دراں ہدایا گذاشت، حضرت شیخ شیوخ اشارت بدرویشان حاضر فرمود، ہر کرا باید از ہدایا برگیرد، ہر یکے ہر چہ خواست برداشت۔ حضرت شیخ جلال الدین آں درم کہ آں پیرزن آوردہ بود، برگرفت۔ حضرت شیخ شیوخ قدس سرہ فرمود کہ ہر برکتے کہ بود برداشتی و بدیگراں ہیچ نگذاشتی۔''

حضرت سلطان المشائخ [نظام الدین بدایونی] سے منقول ہے کہ [شیخ شہاب الدین سہروردی] حج بیت اللہ سے بغداد واپس آئے، اپنی خانقاہ میں قیام کیا، مریدین و معتقدین تحفے پیش کرنے لگے، ہر ایک نے ان کے سامنے اپنے تحفے رکھ دیے۔اسی دوران ایک نیک عورت آئی، وہ ایک درہم لائی اور ان ہی تحفوں میں رکھ دیا۔ حضرت شیخ الشیوخ نے موجود درویشوں کو حکم دیا کہ ان تحفوں میں سے جس کا دل چاہے، جو چاہے، لے لے۔ ہر ایک کے دل نے جو چاہا، اٹھالیا۔ حضرت شیخ جلال الدین نے اس درہم کو لیا جسے ضعیفہ خاتون نے لایا تھا، حضرت شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ جو برکت تھی وہ تم نے اٹھالی اور دوسروں کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔''[1]

فوائد الفواد کی روایت میں ہے:

''ایک بڑھیا آئی اور اپنی پرانی چادر کی گرہ کھولی اور ایک درہم سامنے رکھا۔ شیخ

---

[1] سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت ۱۳۱۱ھ، ج۱، ص ۱۶۴، ۱۶۵۔

شہاب الدین نے وہ ایک درہم اٹھالیا اور ان سب تحفوں اور ہدیوں کے اوپر رکھ دیا۔ پھر جو بھی لوگ حاضر تھے ان سے فرمایا کہ ان نذرانوں اور تحفوں میں تم لوگ جو چاہو اٹھالو۔ ہر شخص اٹھا اور نقدی اور تھیلی اور اچھا اچھا سامان لینے لگا۔ شیخ جلال الدین تبریزی طیب اللہ ثراہ حاضر تھے۔ ان کو بھی اشارہ کیا کہ آپ بھی کوئی چیز لے لیں۔ شیخ جلال الدین اٹھے اور وہ ایک درہم جو بڑھیا لائی تھی، لے لیا۔"[1]

مذکورہ بیان میں تین باتیں اہم کہی گئی ہیں۔

1- جس ضعیفہ نے درہم پیش کیا تھا وہ غریب تھی، ایک پرانی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

2- ضعیفہ کا تحفہ خود شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور تحائف کے ڈھیر میں رکھ دیا۔

3- جب حاضرین مجلس تحفوں کی ڈھیر سے اپنی من پسند چیزیں لے رہے تھے، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی مجلس میں کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے، حضرت شیخ الشیوخ نے انہیں ازخود تحفہ لینے کے لیے کہا تھا۔ پھر انہوں نے اس نیک سیرت پاک باز خاتون کا دیا ہوا درہم لیا تھا۔

ان باتوں کے پیش نظر نتیجتاً کہا جا سکتا ہے کہ:

1- شیخ الاسلام حضرت جلال الدین تبریزی کی ضروریات زندگی بہت مختصر تھی، انہیں بہت زیادہ مال ومنال کی خواہش نہیں تھی، حرص وہوس، لالچ وخواہش ان کی زندگی سے کوسوں دور تھی۔

2- موجودہ دور میں عادتاً دیکھا جاتا ہے کہ عورتوں کی آمدنی کم ہوتی ہے، اگر عورت پارسا و باپردہ ہو تو آمدنی کے امکانات اور کم ہو جاتے ہیں، کم آمدنی میں کوئی چیز ہدیہ یا صدقہ کرنا اخلاص وللّٰہیت پر دال ہے۔

3- جس چیز میں اخلاص شامل ہوتا ہے اس چیز میں برکت ہوتی ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے جس تحفہ کو اپنے لیے منتخب کیا وہ ایک نیک،

1۔ فوائد الفواد، فارسی، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:302۔

پارسا اور تقویٰ شعار خاتون کا دیا ہوا تھا، اس میں اخلاص وللّٰہیت کے قرائن موجود تھے۔ وہ چیز ان کے مرشد مجاز کے ہاتھوں سے ہو کر آئی تھی، ایسی چیز جس کی قسمت میں آتی، باعث برکت ہوتی۔ اللہ کریم نے حضرت شیخ تبریزی کے دل کو اس چیز کے انتخاب کی طرف مائل کیا اور انہیں برکتوں سے نوازا۔

شیخ الشیوخ کے دربار میں اپنے پیر کا خیال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ حقوق پیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدّق کرنے کو تیار رہے۔''[۱]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے اس جملہ کو ایک بار پھر پڑھیے:

''اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے۔''

اب سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ سیرت کا یہ واقعہ پڑھیے:

''ایک بار شیخ شہاب الدین نے شیخ جلال الدین تبریزی کو ایک نعمت عطا فرمائی۔ انھوں نے اپنے پیر کی سمت رخ کر کے ان کو سلام وشکریہ ادا کیا۔ حاضرین نے تعجب کیا کہ نعمت تو شیخ الشیوخ سے حاصل کی ہے، اپنے پیر کی کیا تعظیم کر رہے ہیں، جب یہ خبر حضرت شیخ الشیوخ کو پہنچی تو فرمایا: اصل طریقہ اور روش تم سب کو ان سے سیکھنا چاہیے۔''[۲]

---

[۱] فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:24، ص:73، ورژن 2016، دعوت اسلامی، کراچی۔

[۲] نفائس الانفاس، ملفوظات خواجہ برہان الدین غریب، مرتب، خواجہ رکن الدین عماد کاشانی، مترجم، شعیب انور علوی کاکوروی، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، لکھنؤ، سال اشاعت 2013ء، مجلس بروز منگل، ۱۵ر شعبان ۷۳۷ھ، ص:137۔

یہ ایک واقعہ ہے، صدیوں پہلے واقع ہوا، حضرت شیخ تبریزی کی برتری کا گواہ بن گیا۔ اسی واقعہ سے علم ہوا کہ موجودین خانقاہ شیخ الشیوخ میں حضرت شیخ تبریزی سب سے زیادہ آداب سلوک و معرفت کے جانکار تھے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ تبریزی اپنے علم پر عمل کرنے میں پست نہیں تھے، وہ جتنے بڑے عالم تھے اتنے ہی بڑے عامل تھے۔ اسی سے معلوم یہ بھی ہوا کہ حضرت شیخ الشیوخ ان کو طلب سلوک و معرفت کے زمانہ ہی میں تعلیم و تدریس کے قابل سمجھتے تھے، ان کو خود سیکھنے سے زیادہ دوسروں کو ان سے سیکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

شیخ الشیوخ کی عظمتوں کے گواہ شیخ جلال الدین تبریزی

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مابین روابط و تعلقات پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ ہم اس بحث کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھتے، یہاں خلاصۃ العارفین ملفوظات شیخ مخدوم جلال الدین بخاری سے ایک واقعہ نذر قارئین کر رہے ہیں۔ اس واقعہ سے بالیقین یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی اور ان کے مرشد گرامی شیخ بدرالدین ابوسعید تبریزی علیہما الرحمہ مرتاض الحال بزرگ تھے۔ رسول کریم ﷺ سے ان کے روابط بہت گہرے تھے۔

شیخ مخدوم جلال الدین بخاری فرماتے ہیں: ''بعد ازآں پرسیدم کہ یک حکایت سلوک فرمائید، ہر دو گفتند، بشنو'' حکایت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ کہ والی ماچین بودہ چوں عش شیخ نجیب الدین عمر سہروردی کبری راہ مصلی و سجادہ و خلافت مشایخان رسیدہ، بسمع ایں خبر شیخ شہاب الدین سہروردی پادشاہی گذاشتہ و ولایت رہا کردہ و پسر خود را آں جانشاندہ در مدینہ محمد مصطفی ﷺ بیست سال کمر بستہ عبادت کردہ اند، و دریں بست سال نہ شب خواب و نہ روز آرام گرفتہ، و ہر شب دو رکعت نماز قرآن ختم کردی، و بعد ازاں حضرت رسالت پناہ خرقہ خود را از سر مبارک خود برداشتہ، شیخ الشیوخ را داد و گفت ایں خرقہ را بپوش و ہر کسی کہ ایں خرقہ مرا بپوشند او را دہ کرامت خدائے تعالیٰ عطا فرماید:

اول- او را کشف شود و جملہ حجابہا دور شود۔

دوم- پوشندۂ خرقہ دوست من باشد۔

سوم- ینابیع حکمت از دل و زبان وی جاری شود۔

چہارم- ہر کہ تابع صحبت و صاحب او شود من ضامن او یم۔

پنجم- علم لوح محفوظ او را مطالع شود۔

ششم- از عرش تا فرش او را کشف شود۔

ہفتم- او را منزل و مقام عارفان مشروح گردد۔

ہشتم- از حب دنیا دل وی خالی شود۔

نہم- علم درایت وی را چشمہا کشاید۔

دہم- شکر حال مشاہدہ و صحو و تزکیہ او را ہم حاصل آید و اسرار معلوم گردد بہ برکت ایں خرقۂ احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

بعدہ شیخ بہاء الدین بادشاں وداع کردہ، رواں شدہ بخدمت شیخ الشیوخ العالم آمدہ، و شیخ الشیوخ فرمودہ کہ:

"ترا حوالۂ خدائے تعالیٰ کردم" و گفت کہ "من ندہم ایں خرقہ را بغیر اذن خدا۔"

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی فرماتے ہیں کہ ان [شیخ بدر الدین ابو سعید تبریزی اور شیخ جلال الدین تبریزی] سے ملاقات کے بعد ان سے میں نے عرض کیا ہے کہ: سلوک و معرفت کی کوئی حکایت بیان کیجئے۔ دونوں نے کہا کہ: شیخ الشیوخ ماچین کے بادشاہ تھے، جب شیخ نجیب الدین سہروردی نے انہیں مصلیٰ، سجادہ اور مشائخین بغداد کی خلافتیں دے دیں تو انہوں نے بادشاہی چھوڑ دی، ولایت دنیا سے دست برداری کر لی اور اپنے صاحبزادہ کو اپنی جگہ بٹھا کر خود شہر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہاں بیس سال تک مصروف عبادت رہے، ان بیس سالوں میں انہوں نے رات کا سونا اور دن کا آرام تج دیا، ہر رات دو رکعت نماز میں مکمل قرآن کریم ختم کر لیتے تھے، روزانہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پان کے دو پتوں سے روزانہ روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا خرقہ عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو بھی میرا خرقہ پہنے گا اسے اللہ عزوجل دس کرامتیں عطا فرمائے گا۔

1-اس کو کشف ہوگا اور سارے حجابات اٹھ جائیں گے۔

2-اس خرقہ کا پہننے والا میرا دوست ہوگا۔

3-اس کی زبان ودل سے حکمتوں کے چشمے پھوٹیں گے۔

4-جوشخص بھی اس خرقہ پوش کا تابع ہوگا میں اس کا ضامن ہوں گا۔

5-لوحِ محفوظ کا علم اس کو حاصل ہوگا۔

6-عرش تا فرش اس کی نگاہوں کے سامنے ہوگا۔

7-عارفوں کے مقام ومنزل اس کے سامنے عیاں ہوں گے۔

8-دنیا کی محبت سے اس کا دل خالی ہوگا۔

9-علم درایت [وراثت] اس کے پیشِ نظر رہے گا۔

10-سُکر حال، مشاہدہ، صحو اور تزکیہ کے حالات اس پر منکشف ہوں گے، رسول کریم ﷺ کے خرقہ کی برکت سے اسرار ورموز اس کو حاصل ہوں گے۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ان حضرات سے ملنے کے بعد حضرت شیخ الشیخ کی بارگاہ میں آئے۔ شیخ الشیوخ نے ان سے فرمایا کہ:

''میں نے تم کو اللہ عزوجل کے حوالہ کیا''، البتہ یہ خرقہ بے اذن خدا میں کسی کو نہیں دے سکتا۔''[1]

حضرت شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ کو رسول کریم ﷺ کا خرقہ پہنچنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: [1] مدینہ منورہ یا بیرون مدینہ منورہ کے کسی بزرگ شخصیت نے خرقۂ رسول کریم ﷺ عطا کر دیا ہو، یا۔۔۔۔

[2] بطریق اویسی خود رسول کریم نے خرقہ عطا فرمایا ہو۔

اس واقعہ کی تحقیق وتدقیق کے لیے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

---

[1] احوال وآثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی؛ خلاصۃ العارفین، شیخ مخدوم جلال الدین بخاری، فصل دوم، قسم اول، بہ تصحیح بانو دکتر شمیم محمود زیدی، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، 1394ھ/1974ء ص: 138، 139، 140، 141۔

باب سوم

شیخ جلال الدین تبریزی

اور

مشائخ سلسلۂ سہروردیہ

تعلقات و روابط

256

شیخ جلال الدین تبریزی
اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی

مختصر تعارف شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمۃ سلسلہ سہروردیہ کے بڑے بزرگ اور عارف کامل تھے، آپ کا پورا نام ابومحمد زکریا اسدی ہاشمی ہے۔ شیخ الشیوخ ابوحفص شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے جدامجد مکہ معظمہ سے پہلے خوارزم آئے، پھر ملتان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کی پیدائش ملتان میں 578ھ میں ہوئی، نسباً ہاشمی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔

قرآن کریم حفظ کر لینے کے بعد حصول علم کے لیے بخارا تشریف لے گئے۔ علم حدیث کی تعلیم کے لیے یمن گئے۔ بلخ، بخارا، بغداد اور مدینہ منورہ کے مشہور درس گاہوں میں زانوادب تہ کیا۔ شہر رسول میں حدیث رسول پڑھنے اور پڑھانے کا شرف حاصل کیا۔ یہیں پر مشہور محدث حضرت کمال الدین محمد یمنی سے احادیث کی تصحیح کرائی اور روایت حدیث کی سند پائی۔

جس دور میں آپ بغداد پہنچے، اس دور میں یہاں شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا طوطی بول رہا تھا، ہر طرف ان کی شہرت تھی، دربار میں ہمہ وقت مخلوق کی بھیڑ رہتی تھی، بڑا دربار تھا، بڑی شان تھی، آپ بھی ان کے اسیر ہوئے۔ خانقاہ معلی میں تشریف لے گئے۔ نظر کرم ہوا، شرف بیعت پایا اور نہایت قلیل مدت یعنی ۱۷ روز کی تعلیم و تربیت کے بعد خلافت سے سرفراز کردیے گئے۔

فوئد الفواد میں لکھا ہے:

لختی حکایت شیخ بہاء الدین زکریا افتاد- رحمۃ اللہ علیہ- کہ او بخدمت شیخ الشیوخ

شہاب الدین سہروردی پیوست-قدس سرہ العزیز- درخدمت او ہفدہ روز بیش نہ بود، دریں ہفدہ روز شیخ شہاب الدین نعمتہا بروایثار کرد۔"

شیخ بہاء الدین زکریا کا ذکر آیا کہ وہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں گئے، مگر ان کی خدمت میں سترہ روز سے زیادہ نہیں رہے۔ سترہویں دن ہی شیخ شہاب الدین نے ان کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔[1]

شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں برسوں سے علماز یر تربیت تھے، انہیں بھی نعمت خلافت کا انتظار تھا، شیخ زکریا ملتانی کو نہایت قلیل تربیت کے بعد سرفرازی مل گئی تھی، اس نوازش سے قدیم احباب غیر مطمئن ہو گئے، حضرت شیخ الشیوخ نے خود انہیں اطمینان دلایا۔

فوائد الفواد کے صفحہ بہتر [72] میں لکھا ہے کہ:

"در بزرگی شیخ بہاء الدین سخن در پیوست، فرمود کہ در ہفدہ روز آں نعمتہا یافت کہ یاران دیگر بسالہا نیافتہ بودند تا چناں کہ بعضے یاران قدیم مزاج متغیر کردند کہ ما چندیں سال خدمت کردیم مارا چندان نعمت نرسید وہندوستانی بیامد ودر مدت اندک شیخی یافت ونعمت فراوان، ایں خبر بسمع شیخ رسید ایشاں را جواب فرمود کہ شما ہیزم ہائے تر آوردہ بودید، در ہیزم تر گی باید کہ آتش گیرد، واما زکریا ہیزم خشک آوردہ بود بیک نفخ در گرفت۔"

شیخ بہاء الدین کی بزرگی کا ذکر آیا، فرمایا کہ: سترہ دنوں میں انہوں نے وہ بزرگی پائی جو دوسروں کو سالوں میں نہیں ملی، یہاں تک ہوا کہ بعض قدیم دوستوں کو ناگوار لگا، بولے: ہم نے اتنے سالوں تک خدمت کی، وہ نعمتیں نہ پائیں، اور ہندوستانی آیا، تھوڑی مدت میں شیخی اور نعمت کثیر پایا۔ یہ بات حضرت شیخ الشیوخ کے کانوں تک پہنچی، جواباً فرمایا: تم لوگ بھیگی لکڑی لے آئے ہو بھیگی لکڑی میں کب آگ لگتی ہے؟ زکریا سکھی لکڑی لایا تھا، ایک پھونک سے آگ لگ گئی۔"

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ حصول خلافت کے بعد مختلف علاقوں میں تبلیغ اسلام کرتے رہے، 1222ء میں واپس ملتان تشریف لائے۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے

---

[1] ۔ فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:71۔

سہروردی سلسلہ ہندو پاک میں خوب پھیلا۔ ملتان میں ہی آپ کا وصال ہوا اور اسی شہر میں آپ کا مزار پُرانوار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ آپ کی تاریخ وفات 7 صفر 661ھ/ 21 دسمبر 1261ء بتائی جاتی ہے۔

علمی آثار:

مولوی رحمان علی صاحب ''تذکرہ علمائے ہند'' میں لکھتے ہیں کہ:

''اکابر ملتان ان کے حسن لطافت سے حیران رہ گئے، وہ مالداروں سے محترز رہتے تھے، متعدد تصنیفات علم سلوک میں ہیں۔''[۱]

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی ایک کتاب ''الاوراد'' نامی اسلامک بک فاؤنڈیشن اور مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کی طرف سے سنہ 1978ء میں لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کی تحقیق و تدوین اور ترجمہ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے کیا ہے یہ علمِ فقہ، علم حقائق الاعمال اور علم اسرار شریعت پر مشتمل ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کا جانب بھارت پہلا سفر

شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے تعارف میں لکھا گیا کہ، صرف سترہ دنوں میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی بارگاہ سے نعمت بیعت وخلافت پائی۔ حصول نعمت کے بعد ملتان آئے، تارک دلوں میں اسلام کی دیا جلائے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کے بارے میں اوراق سابقہ میں لکھا گیا، سات سال تک خدمت شیخ الشیوخ کا شرف پایا۔ شیخ بہاء الدین زکریا نے جن دنوں بیعت کا شرف حاصل کیا، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی ان دنوں بغداد میں تھے، خدمت شیخ الشیوخ کا شرف پا رہے تھے۔ خانقاہ شیخ الشیوخ میں ملاقات سے پہلے بھی یہ دونوں مل چکے تھے، اس ملاقات کی تفصیل گزشتہ اوراق میں بیان کردی گئی ہے۔ یہاں وہ دونوں ایک دوسرے سے گھل مل گئے، ایک دوسرے کے جگری دوست بن گئے۔ ہر ایک کے اندر امانت و دیانت اور صداقت وثقاہت تھی، تقوی و پرہیزگار اور بردباری وملنساری تھی، ان خوبیوں

۱۔ تذکرہ علمائے ہند، رحمان علی، مترجم ڈاکٹر محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، 2003، بار دوم، ص:135۔

نے دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے احترام واکرام کا جذبہ بڑھادیا، شیخ الاسلام زکریا ملتانی، حضرت شیخ تبریزی کے پہلے ہی سے معتقد تھے۔ یہاں کی ملاقات نے حضرت شیخ تبریزی کو بھی ان کا معتقد بنادیا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کا وقت رخصت آیا، شیخ جلال الدین کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی، جدائی پھر تنہائی کا خیال آیا، شیخ الشیوخ کی بارگاہ میں رخصتی کا عریضہ پیش کیا، عریضہ نے شرف قبول پایا اور دونوں شیخ الشیوخ کے دربار سے ایک ساتھ پابرکاب ہوئے۔

سیر العارفین میں لکھا ہے:

''[شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے] حضرت شیخ الاسلام غوث (زکریا) کو رخصت کیا، اور فرمایا کہ: جاؤ! ملتان میں سکونت اختیار کرو اور اس ملک کے رہنے والوں کے مقاصد پورے کرو۔ جس زمانے میں حضرت شیخ الاسلام (زکریا ملتانی) نے اپنے پیر بے نظیر سے اجازت پائی اور حضرت شیخ جلال الدین تبریزی شہر بغداد میں حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں تھے، انھوں نے بھی عرض کیا کہ مجھے مولانا بہاء الدین سے بے انتہا محبت ہے، اگر حکم ہو تو ان کے ہمراہ ہندوستان کا سفر کروں۔ حضرت شیخ نے اجازت دے دی۔ کہتے ہیں کہ خوارزم تک ساتھ رہے۔''

ملفوظاتی ادب کی بیشتر کتابیں واقعات بیان کرتی ہیں، حالات پیش کرتی ہیں، تواریخ سے ان کے اوراق خالی ہوتے ہیں۔ بیان واقعہ کی تاریخ ماہ وسال کے ساتھ، مجلسی اعتبار سے جمع شدہ کتابوں میں بآسانی مل جاتی ہے مگر نفس واقعہ کے وقوع کی تاریخ ان میں درج نہیں ہوتی۔ شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے اکثر حالات ان ہی ملفوظاتی کتابوں میں ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے حالات وکوائف کو تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کرنا مشکل ترین کام سمجھا جاتا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کس تاریخ کو بغداد سے روانہ ہوئے تھے؟ قدیم عربی وفارسی کتابوں میں اس کا بیان نہیں مل پایا۔ ''تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی'' میں سال کا ذکر ہے۔

سید حسین الدین احمد منعمی لکھتے ہیں:

''آپ بغداد سے 656ھ میں پہلی مرتبہ اپنے پیر بھائی حضرت شیخ بہاء الدین

زکریا ملتانی کے ہمراہ روانہ ہوکر نیشاپور وارد ہوئے۔"[۱]

حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تعالی کی بیان کردہ تاریخ مطابق نہیں ہے۔ اکثر تذکرہ نویسوں نے شیخ جلال الدین تبریزی کا سال وصال 642ھ لکھا ہے۔ بعض نے اس سے بھی کم 641ھ اور 633ھ کا قول کیا ہے۔ جن حضرات نے ان سالہائے وفات کو درست نہیں مانا ہے، انہوں نے خود کوئی سال وفات اپنی تحریروں میں درج نہیں کیا ہے۔

حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تعالی نے بغداد سے حضرت شیخ تبریزی کی پہلی روانگی شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے ہمراہ دکھائی ہے، یہ مطابق واقعہ ہے۔ شیخ زکریا ملتانی کے حالات زندگی کے مرتبین نے ان کے ملتان پہنچنے کا سال 608ھ مطابق 1212ء بتایا ہے۔ بعض حضرات نے 1222ء مطابق 618ھ کا قول کیا ہے، لہذا کہا جا سکتا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ زکریا ملتانی کے ہمراہ بغداد سے ماقبلِ سال 608ھ یا 618ھ روانہ ہوئے۔[۲]

شیخ جلال الدین تبریزی کی شیخ فرید الدین عطار سے ملاقات

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی سیاح صوفی تھے، شہر و قریہ، دیہات و قصبات میں گھوم پھر کر حالات کا جائزہ لیتے تھے، قوم کو جس مرض میں مبتلا دیکھتے تھے، اسی حساب سے اصلاح حال کرتے تھے۔ شیخ الاسلام زکریا ملتانی سفر کے کم عادی تھے، تنہائی میں عبادت کرتے تھے، حاضر باشوں کی اصلاح کرتے تھے، گویا ایک برستا بادل دوسرے بہتا سمندر تھے۔

بغداد سے دونوں روانہ ہوئے، نیشاپور تک آئے، بقول دیگر خوارزم تک پہنچے۔ جہاں پڑاؤ ہوتا، شیخ الاسلام زکریا ملتانی مصروف عبادت ہو جاتے، مخدوم شیخ جلال الدین تبریزی حالات و کوائف کا جائزہ لینے باہر نکل آتے، قدرتی چیزوں کا مشاہدہ کرتے، مشائخ

۱۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابو العلائی، گیا، بہار، سال اشاعت ندارد، ص: 11۔

۲۔ دیکھئے: مشہور ویب سائٹ، ویکی پیڈیا، عنوان بہاء الدین زکریا ملتانی۔

سے ملتے، روشنی بانٹتے اور روشنی حاصل کرتے۔ نیشاپور میں تھے، حسب عادت سیاحت کے لیے نکلے، عالم رموز و اسرار شیخ فرید الدین عطار [ولادت: 1145ء- وفات: 1220ء] سے ملاقات ہوئی۔ پہلی نظر میں وارفتگی چھاگئی، دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہوگئے۔ شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمہ کی مدھور آواز، انداز تکلم اور شخص وعکس کی جلوہ گری نے ان کو ایسا محو کر دیا ہے کہ اس وقت ان کو اپنے مرشد اجازت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی یاد بھی نہیں آئی۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی جدائی

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ اور شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمہ کی مذکورہ ملاقات کے بعد ایک ایسی بات ہوگئی جس کی وجہ سے یہ ملاقات ہمیشہ کے لیے تاریخ کا حصہ بن گئی۔ اسی ملاقات نے دو ہمدرد مسافروں کو، دو جگری دوستوں کو، دنیائے تصوف کے دو عظیم شیوخ کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ تفصیل کے لیے شیخ جمالی کی کتاب سیر العارفین کا ترجمہ نذر قارئین ہے:

''جس زمانے میں حضرت بہاء الدین زکریا، شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی سے رخصت ہوکر، ملتان کی طرف روانہ ہوئے تھے، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی بھی ساتھ ہولئے، جب وہ نیشاپور پہنچے تو حضرت شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ فرید الدین عطار کے پاس گئے، ان سے ملے۔ جب اپنی قیام گاہ پر واپس آئے، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے پوچھا: آج سیر کرنے گئے تھے، درویشوں میں سے کس سے ملاقات کی؟ شیخ نے کہا کہ: آج میں نے حضرت شیخ فرید الدین عطار سے ملاقات کی، پوچھا: تم سے کیسی صحبت رہی؟ حضرت شیخ نے کہا: جب شیخ فرید الدین عطار نے مجھے دیکھا تو دریافت کیا کہ: درویش کہاں سے آرہے ہیں؟ میں نے کہا کہ: مقدس شہر بغداد سے، (پھر) کہا: وہاں کون درویش مشغول حق ہیں؟ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شیخ بہاء الدین زکریا نے فرمایا کہ: (یہ) کیوں نہیں کہہ دیا کہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملا ہوں۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی نے کہا کہ: حضرت فرید الدین عطار کے استغراق نے مجھ

پر ایسا اثر کیا، مجھے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین مطلق یاد نہیں رہے۔ اس بات سے شیخ بہاء الدین زکریا کبیدہ خاطر ہوگئے اور اسی مقام سے دونوں علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔''[۱]

یہ ایک واقعہ ہے۔ صدیوں پہلے واقع ہوا۔ دعوت فکر وعمل دے گیا۔ اس واقعہ سے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اپنے مرشد سے عقیدت ومحبت ظاہر ہوئی، شیخ جلال الدین تبریزی کا حصول فیض میں انہماک دیکھنے کو ملا اور شیخ فرید الدین عطار کی مشیخت وبزرگی کا پتہ چلا۔

❁

شیخ جلال الدین تبریزی کی خراسان کے راستے بغداد واپسی

بغداد سے روانگی کے بعد شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کہاں تک ساتھ رہے؟ مؤرخین کے یہاں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، بعض نے خوارزم اور بعض نے نیشاپور لکھا ہے۔ بہرکیف دونوں صاحبان جدا ہوئے، اپنی اپنی منزل کی راہ چلے، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی منزل متعین تھی، آپ ملتان چلے آئے، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی بارادۂ ملتان روانہ ہوئے تھے، مگر ہم راہی کی جدائی سے ملول خاطر ہوکر خراسان چلے گئے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی عادت تھی کہ آپ جن شہروں میں جاتے وہاں کے مظاہر قدرت کا نظارہ کرتے، علما ومشائخ سے ملاقاتیں کرتے، فیوض وبرکات کا اکتساب کرتے، کج فکر وعمل لوگوں کی اصلاح کرتے اور اپنے دریائے کرم سے دوسروں کو سیرابی کا موقع دیتے۔ خراسان کی سرزمین پر آپ قدم رنجہ ہوئے، اس شہر فیض آثار کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے، یہاں متعدد شب وروز گزارے، یہاں کے علما ومشائخ سے ملاقاتیں کیں اور علمی نشستیں رکھیں، گوکہ ہمارے پاس ان ملاقاتوں اور علمی نشستوں کی تفصیلات کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے، مگر آپ کی ذات اور عادات واطوار سے واقف شخص اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ خلوت گزینی آپ کی عادت

۱۔ سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ۱، ص ۱۶۴؛ فوائد الفواد میں بھی اس واقعہ کا ذکر ہے۔

نہیں تھی، گوشہ نشینی آپ کا طریقہ نہیں تھا، آپ سیر و سیاحت اور کسب و اکتساب کے عادی تھے۔ افادہ و استفادہ آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔

شیخ جلال الدین کے قیام خراسان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کچھ عرصے تک خراسان کے فیض آثار شہر میں مقیم رہے۔ حضرت شیخ الاسلام (زکریا ملتانی) ملتان آئے اور (یہیں ملتان میں) سکونت اختیار کر لی۔''

حاصل کلام

لگ بھگ ایک درجن کتابوں کے مطالعہ کے بعد نتیجتاً چند جملوں میں جو بات ہم کہہ سکتے ہیں وہ ہے کہ:

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے ساتھ نیشاپور تک آئے، یہاں شیخ فرید الدین عطار سے ملے، دوران ملاقات شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو بھول گئے، اسی بات سے شیخ زکریا ملتانی ناراض ہو گئے، دونوں کی راہیں الگ الگ ہو گئیں۔ شیخ جلال الدین تبریزی خراسان کے راستے بغداد واپس آ گئے۔ پھر بغداد ہی میں قطب المشائخ قطب الدین بختیار کاکی سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ دوسری بار بھارت کے لیے روانہ ہوئے۔

کیا شیخ جلال الدین تبریزی تنہا بھارت آئے تھے؟

مولانا رضی الدین بسمل بدایونی کی کتاب تذکرۃ الواصلین میں شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے درمیان تلخی آمیز بات کا ذکر ہے۔ بسمل صاحب کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات تنہا تنہا بغداد سے بھارت آئے تھے۔ دونوں کی ملاقات ملتان میں ہوئی تھی۔ گفت و شنید کے دوران کسی دن شیخ فرید الدین عطار سے ملاقات کا ذکر آ گیا، شیخ بہاء الدین زکریا کو علم ہوا کہ: شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ الشیوخ کو فراموش کر دیا تھا، وہ خفا ہوئے اور شیخ تبریزی سے جدا ہو گئے۔ پھر دونوں کی ملاقات دہلی

میں ہوئی۔

مولانا بسمل بدایونی لکھتے ہیں:

''جب جلال تبریزی ہندوستان تشریف لائے تو حضرت شیخ المشائخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے جلال الدین تبریزی سے دریافت کیا کہ آپ نے اس سفر میں کون سے سب سے بڑے صاحب کرامت سے ملاقات کی؟ -اِلی آخرہٖ-''[۱]

ہماری معلومات ناقص ہیں، پھر بھی ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ تذکرۃ الواصلین کا یہ جملہ'' جب جلال تبریزی ہندوستان تشریف لائے تو حضرت شیخ المشائخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے جلال الدین تبریزی سے دریافت کیا'' عدم التفات کا نتیجہ ہے۔ تاریخ وتذکرہ کی کتابیں ہمیں وثوق دلاتی ہیں کہ شیخ الشیوخ عمر شہاب الدین سہروردی کے دربار سے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور شیخ جلال الدین تبریزی ایک ساتھ جانب بھارت روانہ ہوئے تھے۔ نیشاپور یا خوارزم میں شیخ زکریا ملتانی نے دریافت کیا تھا کہ: آج کس بزرگ سے تمہاری ملاقات رہی؟

کیا شیخ جلال الدین تبریزی شیخ زکریا ملتانی کے ہمراہ بھارت آئے تھے؟

قارئین کرام نے سطور بالا میں مولانا بسمل بدایونی کی تحریر تذکرۃ الواصلین کے حوالہ سے پڑھی۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی تنہا بھارت آئے تھے۔

محققین کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ: شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے ساتھ بھارت آئے تھے۔

مولانا سید حسین الدین احمد منعمی لکھتے ہیں:

''ایک دوسری مستند روایت کی رو سے جسے صاحب نزہۃ الخواطر نے نقل کیا ہے،

۱۔ مکمل واقعہ پڑھنے کے لیے رجوع کیجیے: تذکرۃ الواصلین، تالیف مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، ترتیب جدید، عبد العلیم قادری مجیدی، ناشر تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں شریف، طبع جدید، بہ موقع عرس قادری محرام الحرام 1437ھ/اکتوبر 2015ء، ص: 80، 81۔

یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وقتی شکر رنجی تھی چنانچہ اس کے بعد آپ ہندوستان میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی معیت ہی میں تشریف لائے اور اس کے بعد ان دونوں میں مکاتبت و مراسلت بھی جاری رہی۔"[۱]

سید منعمی صاحب نے نزہۃ الخواطر کی جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔اس کی اصل عبارت یہ ہے:

"قدم الهند مرافقاً للشيخ بهاء الدين ابي محمد زكريا الملتاني"

شیخ جلال الدین، بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی کے ساتھ بھارت آئے۔"[۲]

کیا شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ قطب الدین بختیار کے ساتھ بھارت آئے تھے؟

شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے ساتھ شیخ جلال الدین تبریزی کی بغداد میں غالباً پہلی صحبت تھی۔وہ اپنے مرشد خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی علیہ الرحمہ سے ملنے بغداد آئے تھے۔ان کی ملاقات سے پہلے ہی مرشد گرامی خواجۂ بزرگ جانب بھارت روانہ ہو چکے تھے۔وقت میسر تھا، مشائخ بغداد سے خود استفادہ کیا، بہت سوں نے ان سے فیض پایا، شیخ جلال الدین تبریزی کو بھی ان فیض یافتگان میں شامل ہونے کا موقع ملا۔

ایک روایت کے مطابق شیخ قطب الدین بختیار اپنے مرشد سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے ساتھ بھارت آئے تھے۔یہ روایت اگر تحقیق کی کسوٹی پر کھری اترتی ہے تو اس کا سیدھا اثر شیخ جلال الدین تبریزی کی حیات پر بھی پڑے گا، کیوں کہ اس صورت میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ شیخ جلال الدین تبریزی بغداد سے بھارت، سلطان الہند خواجہ غریب نواز اور قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے ساتھ تشریف لائے تھے۔

بہر کیف شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں شیخ قطب

۱۔تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابو العلائی ،گیا، بہار، سال اشاعت ندارد، ص:11،12۔

۲۔الاعلام بمن فی تاریخ الهند من الاعلام، المسمی بہ "نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، الطبقة الثامنة، بار اول، دار ابن حزم، بیروت لبنان، سال اشاعت 1420ھ/ 1999ء، ص:149۔

الدین بختیار اوشی علیہ الرحمہ کی چندروزہ صحبت نے سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا، وہ ان سے محبت کرنے لگے تھے، ان کی عقیدت میں دل پذیر ہو چکے تھے، یہی وجہ ہے کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی علیہ الرحمہ نے جب ہندوستان واپسی کے لیے رخت سفر باندھا تو آپ بھی ان کے ساتھ جانب ہند روانہ ہو گئے اور ان ہی کی معیت میں ایک طویل سفر طے کر کے ملتان پہنچے۔

مولانا شیخ حامد جمالی لکھتے ہیں:

''حضرت زبدۃ المشائخ والاولیا ،شیخ معین الملۃ والدین قدس سرہ از طرف خراسان بجانب ہندوستان بدار الخلافۃ دہلی -بیض اللہ سوادھا -توجہ فرمودند، چوں اشتیاق صحبت حضرت ایشاں بے حد وعدد داشت از بغداد بسمت دہلی متوجہ گشت، او نیز بمعیت حضرت شیخ مشار الیہ را غنیمت دانست و برابر او مسافر گشت، در معدود ایام بمقام فرجام قبۃ الاسلام خطہ ملتان- حرسھا اللہ بنیانھا- رسیدند''۔

''حضرت زبدۃ المشائخ شیخ معین الملۃ والدین خراسان سے ہندوستان کے دار الخلافۃ دہلی کی طرف روانہ ہو چکے تھے اور حضرت [خواجہ قطب الدین] کو ان سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا، وہ بھی بغداد سے دہلی کی طرف متوجہ ہوئے، وہ [جلال الدین تبریزی] بھی شیخ [قطب الدین بختیار] کی ہمراہی کو غنیمت سمجھ کر ان کے ساتھ چل دیے، کچھ عرصہ میں اس بزرگ مقام پر پہنچ گئے جو قبۃ الاسلام شہر ملتان ہے۔''[1]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کی بغداد سے یہ دوسری روانگی تھی، جانب بھارت دوسرا سفر تھا، پہلا سفر نیشاپور تک ختم ہو گیا تھا، دوسرا سفر ملتان میں آ کر ختم ہوا۔ اس طرح بزرگوں کے سایہ میں آپ داخلِ بھارت ہو گئے۔

---

[1] سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج 1، ص 19؛ مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 24، 25۔

شیخ جلال الدین تبریزی کی آمدِ بھارت کے سلسلے میں مختلف روایتوں میں تطبیق

ہم نے شیخ جلال الدین تبریزی کی آمد بھارت کے سلسلہ میں تین رواتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی:

[1] شیخ جلال الدین تبریزی تنہا بھارت آئے۔

[2] شیخ بہاء الدین ملتانی کے ساتھ بھارت آئے اور

[3] شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے ہمراہ بھارت آئے۔

پہلی روایت درایت کی کسوٹی میں کھری نہیں اترتی، قدیم بنیادی ماخذ اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ دوسری اور تیسری روایت درست ہے، معتبر کتابیں دونوں روایتوں کو اعتبار فراہم کرتی ہیں۔ دونوں روایتوں کی اصل یہ ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی بغداد سے دوسری بار شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے ساتھ بھارت روانہ ہوئے۔ راہ سفر میں کسی جگہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے ملاقات ہوگئی، وہ اپنے مرشد گرامی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے ملنے جارہے تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے انہیں بحکم شیخ الشیوخ بغداد جانے سے منع کردیا، حکمِ شیخ سنتے ہی الٹے قدم ملتان واپس ہوگئے، اس طرح وقت کی یہ تینوں عظیم ہستیاں ایک ساتھ ملتان میں داخل ہوئے۔

مولانا نور محمد خان فریدی لکھتے ہیں:

''شیخ الاسلام [بہاء الدین زکریا ملتانی] شیخ الشیوخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے سخت فکر مند ہورہے تھے، مغلوں کی فوج نے اسلامی ممالک میں جو دھاندلی مچائی تھی، طوفان نوح کے بعد یہ بڑی مصیبت تھی، جو نوع انسانی پر نازل ہوئی تھی، منگولیا کی اس تند و تیز آندھی نے ہزاروں شہروں کو بے چراغ کردیا تھا، حضرت شیخ الاسلام پریشانی کے اسی عالم میں بغداد کو روانہ ہوئے، ابھی ایک منزل چلے تھے کہ سید جلال الدین تبریزی اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملاقات ہوئی جو بغداد سے چلے آتے تھے۔ شیخ جلال الدین نے فرمایا:

"شیخ الشیوخ کا فرمان یہی ہے کہ آپ واپس چلے جائیں۔" مرشد کی خیر و عافیت سن کر آپ کو اطمینان ہوا اور اپنے باکمال مہمانوں کے ہمراہ ملتان کو واپس لوٹ آئے۔"[۱]

مذکورہ عبارت سے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی دوبارہ جانب بغداد سفر کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ ان کو مغلوں کی حملوں کی وجہ سے اپنے شیخ طریقت پر خطرات کا خدشہ لاحق ہوگیا تھا، اس لیے وہ ان کی خیر و عافیت دریافت کرنے لیے ملتان سے عازم بغداد ہوئے تھے۔

مغلوں کی تباہ کاریوں کی وجہ سے کثیر علما و مشائخ نے جانب بھارت رخ کیا تھا۔ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ بھی ان ہی میں سے ایک تھے۔

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کا شیخ جلال الدین تبریزی پر اعتماد

ایک راہ کے دو مسافر بہت دنوں تک الگ الگ نہیں چل سکتے، کہیں نہ کہیں زندگی ملا دیتی ہے۔ غبار خواہ ظاہر بدن پر لگے یا باطل دل میں، نفاست پسندوں میں زیادہ دنوں تک قرار نہیں پا سکتا۔ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا اور سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی ایک راہ کے دو مسافر تھے، دونوں کی منزلیں ایک تھیں، دونوں کا مقصود حیات ایک تھا، دونوں نفاست پسند تھے، ہر ایک کا دل پاک اور بدن صاف تھا۔ غبار خاطر کو خاطر میں نہ لانا ان کی عادت تھی۔ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے اپنے شیخ کی خیر و عافیت جاننے کے لیے رخت سفر باندھا تھا۔ راہ چلتے شیخ جلال الدین تبریزی کی ملاقات ہوگئی، سمت سفر پوچھا، جواب ملا: بغداد، انہوں نے حکم شیخ سنایا: بہاء الدین زکریا ملتان میں رہیں، خدمت دین کریں، بغداد نہ آئیں، شیخ الاسلام زکریا ملتانی واپس ہوگئے۔ پرانی رنجش نے دل میں کوئی خلش پیدا نہیں کی۔

۱۔ تذکرۂ بہاء الدین زکریا ملتانی، نور محمد خان فریدی، علما اکیڈ شعبۂ مطبوعات، محکمۂ اوقاف، پنجاب، لاہور، سال اشاعت 1980ء، ص: 123؛ فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص: 119۔

شیخ جلال الدین تبریزی کی ذات اپنے مرشد مجاز شیخ الشیوخ سے بہت قریب تھی، وہ محرم راز تھے، معتمد علیہ تھے، مریدین وخلفا کی کثرت کے باوجود شیخ الشیوخ سے ان کا انتہائی قرب، ان کی بزرگی ونیکی کا پتہ دیتا ہے۔

صدیوں پہلے یہ واقعہ ہوا، اپنے پیچھے درس عبرت چھوڑ گیا۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کے پہلو میں قوم کے لیے کتنا بڑا دردمند دل تھا، اس واقعہ نے ظاہر کردیا۔ نومسلم آبادیاتی علاقہ ملتان میں خدمت دین واشاعت سنت کی کتنی ضرورت تھی، بغداد کی سرزمین میں بیٹھ کر ان کو احساس تھا۔ اپنے مرید خاص بہاء الدین زکریا کو ملتان ہی میں قیام کرنے پر پابند کردیا، ملتان سے بغداد، پھر بغداد سے ملتان، آنا، پھر جانا، کتنا وقت صرف ہوتا، کتنی مشقتیں جھیلنی پڑتیں، اس کے معاوضہ میں کیا ہاتھ آتا، طالب ومطلوب کی ملاقات، عاشق ومعشوق کا دیدار اور بس، طالب کامل تھا، مستفیض نہیں، فیضیاب تھا، انہیں استفادہ کی ضرورت نہیں تھی، وہ افادہ کے لائق تھے، شیخ کامل نے پسند نہیں کیا کہ ایسے طالب کو زحمت سفر دی جائے، انہیں یہ پسند تھا کہ وہ اتنا وقت قوم کی ہدایت وارشاد میں صرف کریں۔ ان کے ذریعے ایک آدمی کو راہ ہدایت ملے، ہزار سرخ اونٹوں کے صدقہ سے بہتر تھا۔

دو جگری دوستوں کے آپسی مت بعید کے بعد یہ پہلی ملاقات تھی، دونوں کی آنکھیں دوچار ہوئیں، دل مسرت سے جھوم اٹھے، خانقاہ شیخ الشیوخ کی طرف قدم سے قدم ملاکر آگے بڑھنے سے پہلے، شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ الشیوخ کا پیغام سنایا، آپ کو ملتان ہی میں رہنے کا حکم ہے۔ بغداد آنا منع ہے، بڑھتے قدم رک گئے، خبر کی صداقت پر گواہ طلب کی اور نہ قسم کا مطالبہ کیا۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے صدق وصفا پر کامل اعتماد تھا، ان کی دیانت وصداقت پر پورا بھروسہ تھا، معاصرانہ چشمک کا خیال کوسوں دور تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزی جیسی شخصیت پر بدگماں ہونا، خود کی کمزوری پر دلیل فراہم کرنے جیسا تھا۔

❁

مخدوم شیخ جلال الدین تبریزی کی رسی اور شیخ الاسلام بھاء الدین ملتانی

کہتے ہیں کہ محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔یہی منظر ہمیں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی زندگی میں دیکھنے کو ملا، وہ اپنے دوست سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت کرتے نظر آتے ہیں۔سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے کپڑے جس رسی پر پھیلائے جاتے تھے،وہ اس رسی سے بھی محبت فرماتے ہیں، چنانچہ خلیفۂ محبوب الٰہی ،حضرت برہان الدین غریب اپنی ایک مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ایک بار حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی خدمت میں حاضر تھا، ایک رسی لائی گئی، انھوں نے فرمایا کہ:

''یہ وہ رسی ہے جس پر حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے کپڑے دھونے کے بعد پھیلائے جاتے تھے۔'' اولاً حضرت شیخ نے اس کی زیارت کی پھر مجھے بھی تمنائی ہوئی، حضرت نے خود ہی فرمایا کہ: مولانا برہان الدین کو زیارت کراؤ!میں نے ہاتھ میں لی اور اپنے پورے بدن پر بطور تبرک ملی۔''[۱]

اس واقعہ سے جو باتیں نتیجتاً سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں:

شیخ بہاء الدین زکریا کی شیخ جلال الدین تبریزی سے نہ صرف دوستی تھی؛ بلکہ وہ ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی ہر چیز کو اپنے لیے باعث برکت سمجھتے تھے اور دوسروں کو زیارت کرا کر فیض یاب کرتے تھے۔

مشائخ وصوفیا کے یہاں تبرکات کی بڑی اہمیت تھی۔وہ اپنے پیش رو یا معاصر بزرگوں سے منسوب چیزوں کا احترام کرتے تھے،ان سے برکتیں حاصل کرتے تھے،انہیں اپنے سر پر رکھتے،آنکھوں سے لگاتے اور بدن سے ملتے تھے۔

۱۔ نفائس الانفاس، ملفوظات خواجہ برہان الدین غریب، مرتب، خواجہ رکن الدین عماد کاشانی، مترجم، شعیب انور علوی کاکوروی، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، لکھنؤ، سال اشاعت 2013، مجلس بروز بدھ، ۱۵ رشعبان ۷۳۷ھ، ص: 137-139۔

شیخ جلال الدین تبریزی کی جوتیاں اور شیخ الاسلام بہاء الدین ملتانی

دہلی کی سرزمین، خدا کا گھر، سلطان شمس الدین التمش، وزرائے مملکت، عمائدین قوم اور مشائخین ملت کی بھیڑ، پوری مسجد خواص وعوام سے کچھا کھچ بھری ہوئی ہے، ایک اہم مقدمہ کا فیصلہ ہونے والا ہے، [مقدمہ کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی] چیف جسٹس شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی، ملزم سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی، یہ دنیا کے شاید واحد ملزم ہیں، سب سے گھٹیا الزام لگنے کے باوجود، ان کا احترام لوگوں کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، عدالت میں پہنچتے ہیں، بھری عدالت کا ہر فرد احترام میں کھڑا ہوجاتا ہے۔

شیخ جمالی لکھتے ہیں:

"شیخ جلال الدین قدس سرہ از در مسجد آمدند وکفش از پا کشیدند ہمہ مشائخ از عظمت او باستقبالش برخواستند" شیخ جلال الدین مسجد کے دروازے سے داخل ہوئے، (جیسے ہی) جوتے پیروں سے اتارے، تمام شیوخ ان کی بزرگی کی وجہ سے ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے۔"[۱]

سلطان شمس الدین التمش نے جو کیا، آنکھ والوں نے دیکھا، تاریخ نے ریکارڈ کرلیا۔

"شیخ جلال الدین تبریزی بیامد، در صف نشیب نشست، شمس ہر چند معذرت کرد کہ بالاتر نشیند، ننشست، شمس والی باز معذرت کرد کہ بالاتر نشیند، شیخ جلال الدین فرمود کہ: این وقت دعوی است، مقام ماہمیں است۔"

شیخ جلال الدین تبریزی [مجلس فیصلہ] میں آئے، نچلی صف میں بیٹھ گئے، سلطان شمس الدین التمش نے معذرت خواہی کی کہ اوپر بیٹھیں، آپ نہیں بیٹھے۔ سلطان شمس نے دوبارہ عذر خواہی کرتے ہوئے اوپر بیٹھنے کی گزارش کی۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے فرمایا

۱۔ سیر العارفین مترجم محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 242؛ سیر العارفین، فارسی، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، 1311ھ، ج 1، ص 169۔

کہ: یہ وقت دعویٰ ہے، میری جگہ یہی ہے۔‘‘[۱]

چیف جسٹس شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے تو کمال ہی کر دیا، بھرے مجمع میں کچھ ایسا کر دیا، جو کبھی نہ کیا گیا تھا اور مستقبل میں اس کی امید بھی نہیں ہے۔ ملزم کے آتے ہی نہ صرف کھڑے ہو گئے بلکہ دوڑے اور ان کی جوتیاں اٹھا لیں۔

ڈاکٹر شاہد چودھری کے بقول:

’’شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی در بارۂ عظمت شیخ جلال الدین تبریزی می گفت: خاک کفش او برائے چشم من در حکم سرمایۂ جواہر و افتخار من است‘‘۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے شیخ جلال الدین تبریزی کی عظمت خوانی کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ان کے جوتوں کی خاک میری آنکھوں کے لیے جواہر و افتخار کے سرمہ کے مانند ہے۔‘‘[۲]

شیخ جمالی نے لکھا ہے:

’’حضرت شیخ المشائخ شیخ بہاء الدین زکریا دوڑے۔ انھوں نے ان کے جوتے اٹھا لیے۔ اپنی آستین میں رکھ لیے اور مجلس میں بیٹھ گئے۔ سلطان شمس الدین نے کہا کہ محضر برخاست ہوتا ہے اس لیے کہ جس شخص کو حکم (ثالث) بنایا گیا تھا، اس نے یہ تعظیم کی۔ اب گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہی۔‘‘

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کی جوتیاں اٹھانے کی وجہ بیان فرمائی ہے۔ شیخ جمالی نے اسے بھی اپنی کتاب میں جگہ دی ہے:

’’حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے فرمایا کہ واجب ہے کہ میں ان کی جوتیوں کی خاک کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگاؤں، اس وجہ سے کہ وہ (جلال تبریزی) سات سال تک سفر و حضر میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین کے ساتھ رہے ہیں، (مجھ پر) ان کی تعظیم

---

[۱] ۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین، بہ تصحیح و تحشیہ و کوشش، ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی، 1394ھ/1974ء، ص: 144، 145۔

[۲] ۔ سیر تصوف و عرفان از ایران بہ شبہ قارہ و سہم عارفان تبریزی در آن شیخ جلال الدین تبریزی، ڈاکٹر شاہد چودھری، عضو ہیئت علمی پژوهشگاه علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، بحوالہ احوال و آثار بہاء الدین زکریا ملتانی ص: 86۔

واجب ہے۔“[۱]

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا قول گزرا کہ وہ شیخ جلال الدین تبریزی کے خاک کفش کو اپنی آنکھوں کا سرمہ سمجھتے ہیں۔ یہ ان کا زبانی دعویٰ نہیں تھا، انہوں نے شیخ تبریزی کے جوتوں کو آنکھوں سے لگا کر اس کا عملی ثبوت بھی پیش کیا تھا۔

خلاصہ العارفین میں ہے:

”شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی بوقت محضر درآں مجلس درآمد آں جا کہ خلق نعلین کشیدہ بود، بہ ایستاد و نظری کرد، ندا کرد کہ نعلین شیخ جلال الدین تبریزی کجا است؟ بعد از آں بشناختند از زمین برگرفتند و بوسیدند و برسر و دیدہ نہادند، و در آستین مبارک کردہ۔“

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی بوقت محضر مجلس میں آئے، جس جگہ لوگ جوتے اتارے ہوئے تھے، وہیں کھڑے ہو گئے، فرمایا:

شیخ جلال الدین تبریزی کی جوتیاں کہاں ہیں؟ جوتوں کی پہنچان ہوئی، ہاتھ میں لے کر بوسہ دیا، سر پہ رکھا، آنکھوں سے لگایا اور اپنی آستین میں لے کر بیٹھ گئے۔“[۲]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ بہاء الدین زکریا کو پڑھایا نہ لکھایا، آپ ان کے شیخ تھے نہ مرشد اجازت۔ بس پیر بھائی تھے۔ ہم نشیں و ہم جولی تھے۔ انہوں نے بھرے مجمع میں جتنی بڑی تعظیم کی، وہ ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ صاحبان جبہ و دستار کے لیے خصوصاً، کلمہ گویان اسلام کے لیے عموماً درس عبرت ہے۔

❁

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے درمیان مراسلاتی تعلقات

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہما الرحمہ بغداد میں ایک ساتھ رہے، دونوں نے ایک ساتھ سفر کیا، مختلف شہروں میں علمی و رسمی مجلسوں میں یکجا ہوئے۔

---

[۱] ۔ سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:242: سیر العارفین، فارسی، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، 1311ھ، ج1، ص166۔

[۲] ۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین، بہ تصحیح و تحشیہ و کوشش، ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی، 1394ھ/1974ء، ص:145۔

دونوں بزرگوں کے درمیان دوستی، یکجہتی، اور احترام واکرام کے نظارے دیکھنے کو ملے۔ دنیائے اسلام کی دونوں عظیم ہستیاں تھیں، انہیں مل جل کر شجر اسلام کی آبیاری کرنی تھی، انہوں نے جسمانی دوری کو کبھی اپنی راہ میں آڑے آنے نہیں دیا، الگ الگ جگہوں پر قیام کے باوجود اپنی فکر وخیال کی ترسیل کرتے رہے، مراسلات لکھے، مراقبے کئے اور اپنے قدیم فکری، علمی اور روحانی تعلقات کو ہمیشہ استوار رکھا کیے۔ ملفوظات سلطان المشائخ سید شاہ نظام الدین اولیا دہلوی میں ایک ایسے مراسلہ کا ذکر ملتا ہے جس سے دونوں بزرگوں کی قدرومنزلت کے ساتھ ان کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

فوائدالفواد میں ہے:

''ایں جا ذکر شیخ جلال الدین تبریزی افتاد- قدس اللہ سرہ العزیز- فرمود کہ مکتوبی جانب شیخ بہاءالدین زکریا- رحمۃ اللہ علیہ- فرستادہ است بعربی، من نسخہ آن دیدہ ام، درآں جا یاد کردہ است ''من احب اتخاذ النساء لایفلح ابدا'' وذکر ''ضیعہ'' ہم کردہ است، گویند، زمین وکشت ودِہ ومانند ایں را، الغرض لفظ عربی در خاطر یاد نماندہ است، معنی ایں بود کہ من دل بر ضیعہ بندد، گوئی ''صار عبد الدنیا أی عبدا لأهل الدنیا''۔ شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ العزیز کا ذکر نکلا، ارشاد ہوا کہ: انھوں نے ایک خط عربی میں شیخ بہاءالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا تھا، میں نے اس کا ایک نسخہ دیکھا ہے، اس میں ذکر کیا گیا ہے، جو عورتوں کی سرین کا دلدادہ ہوا، وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ اور ضیعہ کا ذکر بھی کیا ہے ۔ضیعہ کہتے ہیں زمین اور کھیتی اور دیہات اور اسی طرح کی چیزوں کو، الغرض عربی کا لفظ تو مجھے یاد نہیں رہا، معنی یہ تھے کہ جس نے ضیعہ سے دل لگا لیا وہ دنیا کا غلام ہوگیا یا اہل دنیا کا غلام ہوگیا۔''[1]

نزہۃ الخواطر میں سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی اسی مراسلہ کی مزید تفصیل یا کسی دوسرے مراسلہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب کتاب نے چند مفید باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ہم اصل عبارت نذر قارئین کر رہے ہیں:

---

[1] ۔فوائدالفواد، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، باراول، 1386ھ/1966ء، ص:172۔

"ومن فوائده كتابه الى الشيخ بهاء الدين زكريا الملتاني، قال فيه:
يا أخي! من شرب من بحر مؤدته يحيٰ حياة لاموت بعدها، ومن لم يذق من صافي المحبة يخرج من الدنيا كالبهائم صفر اليدين واذامات صار جيفة ومات موتاً لاحياة بعده. كما قال أصدق القائلين: "وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا"

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے فوائد میں سے وہ مراسلہ ہے جو انہوں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کو لکھا تھا، اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ: جو اللہ عزوجل کے دریائے محبت سے سیراب ہوتا ہے وہ ایسی زندگی جیتا ہے جس کے بعد موت نہیں، اور جو اس کی محبت کے جام کا ذائقہ نہیں لیتا ہے وہ دنیا سے جانوروں کی طرح خالی ہاتھ جاتا ہے، جب مرتا ہے تو ایسی موت مرتا ہے جس کے بعد زندگی نہیں، وہ مردہ مٹی کا ڈھیر ہوتا ہے، چنانچہ اللہ کریم کا ارشاد ہے: جو اس [دنیاوی] زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے، اور بھی زیادہ گمراہ ہے۔"[1]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے مابین مراسلاتی روابط وتعلقات مستقلاً جاری رہتے تھے، وہ ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں ایک دوسرے کو چٹھیاں لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے ایک مرید نے شیخ جلال الدین تبریزی کو اپنے ایک قصور پر سفارشی بنایا تھا، اس وقت بھی شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ زکریا ملتانی کو خط لکھا تھا اور ان کی رائے جاننی چاہی تھی۔ شیخ زکریا ملتانی نے جوابی خط لکھ کر ان کو اپنی رائے سے آگاہ کیا تھا۔

شیخ جلال الدین تبریزی کا مراسلہ شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے نام

ثمرات القدس میں ہے:

---

[1] ۔ الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام، المسمی ب "نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، الطبقۃ الثامنۃ، سید عبد الحی الحسنی، بار اول، دار ابن حزم، بیروت لبنان، سال اشاعت 1420ھ/1999ء، ص: 149۔

شیخ جلال الدین تبریزی مکتوبی بہ خدمت وی [شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی]

برایں بنوشت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راندہ از آں آستاں بہ امید آں کہ آں مخدوم رانظری درحق من وعنایتی ہست رسیدہ، التماس آں دارد کہ شفاعت وی بہ آں درگاہ برم، اگر مخدومی بہ عنایتی کہ ایں زرۂ خوددارند درحق آں بیچارہ کہ بہ توبہ واستغفار مداومت دارد، نظری فرمایند ایں مخلص نیز سرافتخار بہ ذورۂ افلاک ساید۔"

شیخ جلال الدین تبریزی نے ایک خط شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کو اس مضمون کا لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھ پر آپ کی عنایتوں اور نظر کرم کے پیش نظر آپ کے آستانہ کا دھتکارہ میرے پاس آیا ہوا ہے۔ وہ مجھے آپ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کی گزارش کر رہا ہے، وہ بیچارہ مسلسل توبہ واستغفار کر رہا ہے۔ مجھ پر جو آپ کی عنایتیں ہیں، میں ان عنایتوں کے واسطے آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس پر نظر کرم مائیں، اس سے اس مخلص کا سرافتخار بھی آسمانی بلندیوں تک پہنچے گا۔

شیخ الاسلام زکریا ملتانی کا جوابی مراسلہ شیخ جلال الدین تبریزی کے نام

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کا مراسلہ پہنچا، شیخ الاسلام زکریا ملتانی نے جواب لکھا۔ قارئین کرام جواب نامہ ملاحظہ کریں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوں آں برادر را تحقق شدہ کہ وی از افعال واقوال وحرکات نادم گشتہ وتوبہ وانابت بجا آوردہ، پشیمان شدہ است، احتیاج بہ دعائے بندہ نیست، آں برادر دعا کند کہ اللہ تعالیٰ قبول کردہ ووی را باز بہ ہماں جانب برساند۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب اس برادر پر بتحقیق [اپنا قصور] عیاں ہوگیا، وہ اپنے افعال واقوال اور حرکات وسکنات پر نادم ہے، توبہ اور رجوع کر رہا ہے تو میری دعاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ دعا کردیں، اللہ تعالیٰ قبول کرے اور اس کو دوبارہ اپنے حال پر بحال کرے''۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے جواب خط پایا، مضمون خط کے مطابق اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا فرمائی۔ اسی دعا کی برکت سے شیخ زکریا ملتانی کے مرید صادق کی حالت درست ہوگئی۔

''چوں جواب مکتوب بہ شیخ جلال الدین رسید در حال برخاست وضوئے تازہ بکرد دو رکعت نماز بگزارد دوست بدعا برداشتہ حالت اصلی وی را درخواست نمود، قاضی الحاجات بہ موجب توجہ خدمت وی و بہ سعادت دعائے شیخ، آں حالت را باز بہ وی کرامت فرمود۔ آں بیچارہ چوں حالت اصلی خود را در خود احساس فرمود در حال برخاست و سر در قدم جلال الدین بنہاد و بہ مکان خود مراجعت نمود''۔ جب خط کا جواب شیخ جلال الدین تبریزی کو ملا، وہ اپنی جگہ سے اٹھے، تازہ وضو کیا، دو رکعت نفل ادا کی، دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے، اس مرید کی حالت اصلی میں واپسی کی دعا کی، قاضی الحاجات اللہ عزوجل نے شیخ بہاء الدین کی توجہ اور شیخ جلال الدین کی دعاؤں کی برکت سے اس کی اصلی حالت واپس کردی۔ اس بندۂ خدا نے جب اپنے اندر اصلی حالت کا احساس کیا، اپنی جگہ سے اٹھا اور شیخ جلال الدین کے قدموں پہ سر رکھ دیا۔ پھر اپنے مکان کو واپس چلا گیا۔''[۱]

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی
کا شیخ جلال الدین تبریزی کے نام ناصحانہ مراسلہ

اسلام میں انفاق میں اعتدال محمود ہے، بخیلی اچھی ہے اور نہ حد سے زیادہ فیاضی بہتر ہے، اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انفاق میں راہ اعتدال

۱۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 665۔

اپنانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت انتیس میں کہا گیا ہے:

”وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔“

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔ [ترجمہ کنزالایمان: سورہ 29:17]

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قادری اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”یہ تمثیل ہے جس سے انفاق یعنی خرچ کرنے میں اعتدال ملحوظ رکھنے کی ہدایت منظور ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو گویا کہ ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے، دینے کے لئے ہل ہی نہیں سکتا، ایسا کرنا تو سببِ ملامت ہوتا ہے کہ بخیل کنجوس کو سب برا کہتے ہیں اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے۔“

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ حد درجہ فیاض تھے، اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ، اپنے حبیب لبیب شیخ تبریزی کی عادت سے واقف تھے، چنانچہ انہوں نے ایک پرچہ پر نہایت جامع جملہ تحریر کیا اور ان کے پاس بھیج دیا۔

نفائس الانفاس میں ہے:

”شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ بہت فیاض و سخی تھے۔ ایک بار خواجہ بہاء الدین نے ان کو ایک کاغذ پر لکھ کر بھیجا، ’لا خیر فی الاسراف [فضول خرچی میں بھلائی نہیں ہے]‘۔“[1]

---

[1] نفائس الانفاس، ملفوظات خواجہ برہان الدین غریب، مرتب، خواجہ رکن الدین عماد کاشانی، مترجم، شعیب انور علوی کاکوروی، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، لکھنؤ، سال اشاعت 2013ء، مجلس بروز منگل، ۱۵ر شعبان ۷۳۷ھ، ص: 76۔

شیخ جلال الدین تبریزی کا جوابی مراسلہ

256

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے مذکورہ مراسلہ کا نہایت مختصر جواب دیا ہے۔ جواب نہایت جامع ہے: "خیر الکلام ما قل ودل" کا مصداق ہے۔ اس جواب کو شیخ کے جوامع کلم میں شمار کرنا چاہیے۔

اسی نفائس الانفاس میں ہے:

"شیخ جلال الدین نے جواب میں لکھا "لا اسراف فی الخیر" بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے۔"[1]

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے روحانی تعلقات

گزشتہ اوراق سے یہ نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی اور سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے درمیان علمی وفکری ہمہ آہنگی تھی، دونوں کے درمیان تعلقات گہرے اور دوستانہ تھے۔ اب ہم ایک ایسا واقعہ بیان کرنے جارہے ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دونوں بزرگوں کے درمیان روحانی تعلقات بھی بہت مضبوط تھے، دونوں "اویسی طریق" پر ایک دوسرے سے روحانی تعلقات رکھتے تھے۔

جامع العلوم ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت میں ہے:

"روزی برایشان علی کھوکھری درویش مرید مخدوم شیخ بہاء الدین (زکریا ملتانی) رحمۃ اللہ علیہ آمد۔ او چیزی بے ادبی در خانقاہ کرد۔ وآن بے ادبی این بود کہ او اظہار کرامت خود کرد؛ روزی مخدوم شیخ بہاء الدین (زکریا) رحمۃ اللہ علیہ در استراحت بودند، او شیخ را باد بمروحی کرد، اورا در خاطر افتاد کہ نماز نفل مشغول بمروحہ اشارت کرد، مروحہ می گشت، چون شیخ بہاء الدین زکریا بیدار شد و (ودید کہ) مروحی فرد و علی درویش بنماز مشغول است" شیخ گفت: "یا غفور یا غفور یا غفور، کہ انبیاء را اظہار کرامت واجب است، واولیا را استتار واجب، واو ترک واجب کرد"۔ شیخ از و ناخوش (ناراضی) شد، واو ہماں زمان اشتہا گرفت،

1۔ مرجع سابق، نفس صفحہ۔

چنانچہ ہر چہ اومی خورد، سیر نمی شد۔ گرسنگی زیادہ می شد۔ اورا در خاطر افتاد کہ ہر شیخ جلال الدین تبریزی بروم، واحوال بگویم، چون [براو] رفت، واحوال خود باز نمود، شیخ گفت: زمانی بنشین" اوبنشت، و(شیخ) خود در مراقبہ شد، سر بر آورد ہمان زمان دست کشید و گفت: "بستان، پس خوردہ مخدوم شیخ بہاء الدین (زکریا) بخور۔" او بخورد ہمان زمان نیکو شد، اشتہائی او رفت۔

اینست قطع مسافت در زمان قلیل کہ زمین کوتاہ می شود، چنانکہ ہر دو یعنی (شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ جلال الدین تبریزی) یک جا شدید۔ [شیخ جلال الدین تبریزی] دست انداخت، وپس خوردہ [شیخ بہاء الدین زکریا] آورد، دران روز شیخ جلال الدین تبریزی در سنارگاؤں بود فرودست، مخدوم شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ در ملتان بود۔"

ایک دن علی درویش کھوکھری مرید شیخ بہاء الدین زکریا علیہا الرحمہ ان [شیخ جلال الدین تبریزی] کے پاس آئے، انہوں [علی درویش] نے [شیخ بہاء الدین زکریا کی] خانقاہ میں بے ادبی کردی تھی، وہ بے ادبی یہ تھی کہ اس نے اپنی کرامت ظاہر کردی تھی، وہ شیخ پر پنکھا ہلا رہے تھے، اس کے دل میں خیال آیا کہ شیخ پر مروحہ جنبانی سے بہتر ہے کہ نفل نماز ادا کی جائے، وہ پنکھا رکھ کر نماز میں مشغول ہوگیے، جب شیخ بہاء الدین زکریا بیدار ہوئے تو دیکھا کہ علی درویش پنکھا رکھ کر نماز میں مشغول ہیں۔ شیخ نے کہا! "یا غفور، یا غفور، یا غفور! انبیا کے لیے اظہار کرامت واجب ہے اور اولیا کے لیے چھپانا واجب ہے، اس نے ترک واجب کیا ہے۔" شیخ ان سے ناراض ہوگئے۔ ان کو اسی وقت بھوک لگ گئی، اشتہا اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ کچھ بھی کھاتے تھے، بھوک مٹنے کی بجائے بڑھتی جاتی تھی۔ اس کے دل میں آیا کہ، شیخ جلال الدین تبریزی کی خدمت میں جاؤں گا اور اپنا حال بیان کروں گا، چنانچہ ان کے پاس جا کر اپنا دکھڑا سنایا، شیخ جلال الدین تبریزی نے بیٹھنے کو کہا اور خود مراقبہ میں مشغول ہوگئے۔ پھر سر اٹھایا اور اسی وقت ہاتھ بڑھا کر کچھ حاصل کیا اور کہا کہ یہ شیخ بہاء الدین زکریا کا پس خوردہ ہے، اسے کھا لیجئے۔ کھاتے ہی علی درویش کی بھوک ختم ہوگئی۔

مختصر وقت میں قطع مسافت اسے کہتے ہیں، زمین سمٹ گئی، شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا دونوں یکجا ہوئے، یہ ان کا پس خوردہ اپنے ہاتھ میں لے آئے، جس دن یہ واقعہ ہوا، اس دن شیخ جلال الدین تبریزی سنارگاؤں میں اور مخدوم شیخ بہاء

الدین زکریا ملتان میں تھے۔"[۱]

یہی واقعہ خلاصۃ العارفین میں بھی ہے۔ چند باتوں میں تعبیراتی فرق ہے۔ ہم خلاصۃ العارفین کی ان ہی باتوں کو یہاں نقل کریں گے جن سے واقعۂ مذکور کی یکسانیت میں فرق آیا ہے۔

خلاصۃ العارفین میں ہے:

"شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین را مریدی بود، خواجہ ابوعلی کھیری گفتند، یکے از واصلان حق بود، اوراعلی خان عاشق نیز می خواندند از بیرون ملتان غاری مسکن داشت، شیخ روزی بروی رفتی، ہم چنیں خواجہ علی خدمت شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین را بدید برزمین آورد بنشست، یکہ برداشت، برزمین زد یکہ زر شد شیخ چشم بربست وگفت: "یا غفور، یا غفور" وگفت: "ہم چنیں نمی باید کرد۔" وقت شام درآمد، تاریکی شد، بوعلی وراں محل چراغ را اشارت کرد، چراغ چناں روشن شد ہم چوں شب چہاردہم ماہ، شیخ اشارت کرد سوی چراغ اورا بسوخت، شیخ بہ غضب شد۔"

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کا ایک مرید تھا، نام تھا ابوعلی کھیری، ان کو علی خان عاشق بھی کہا جاتا تھا، ان کا شمار واصلین حق میں ہوتا تھا، بیرون ملتان ایک غار میں رہتا تھا۔ ایک دن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ان کے پاس گئے، ابوعلی، شیخ کو دیکھتے ہی نیچے زمین پہ آکر بیٹھ گئے۔ ایک پتھر اٹھایا، زمین پر مارا، وہ پتھر سونا بن گیا۔ شیخ نے "یا غفور یا غفور" پڑھا اور فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ جب شام ڈھلی، تاریکی چھائی، ابوعلی نے چراغ کی طرف اشارہ کیا، چراغ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو گیا۔ شیخ بہاء الدین زکریا نے چراغ کی طرف اشارہ کر کے بجھا دیا اور شیخ ابوعلی سے ناراض ہو گئے۔"[۲]

جامع العلوم میں شیخ ابوعلی کھوکھری کی جس کرامت کی بات کہی گئی ہے۔ خلاصۃ العارفین میں اسی کرامت کا بیان کیا گیا ہے۔ خلاصۃ العارفین میں ایک بنیادی فرق یہ بھی

۱۔ جامع العلوم (خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم، ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت) مرتب، سید علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی، تحقیق: ڈاکٹر غلام سرور، ناشر: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۳، ۲۴۔

۲۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی؛ خلاصۃ العارفین، سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلوی، فصل دوم، قسم ثالث، بہ تصحیح بانو دکتر شمیم محمود زیدی، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، 1394ھ/1974ء، ص: 170۔

256

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کو شیخ علی کھوکھری کے تعلق سے مراسلہ لکھا تھا۔ [اس مراسلہ کا ذکر ہم نے گزشتہ صفحات میں مع مراسلہ و جواب مراسلہ درج کر دیا ہے] وہ مراسلہ کسی ڈاک یا ہرکارہ سے پہنچایا نہیں گیا تھا، بلکہ آپ نے اپنے مصلیٰ کے نیچے دبا دیا تھا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد مصلیٰ کے نیچے سے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا جوابی مراسلہ حاصل کیا تھا۔

سلطان المشائخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں:

''مکتوب شیخ اسلام شیخ بہاء الدین نوشتہ وآں راز یر مصلیٰ داشت و دوگانہ گزارد، تابعد از فراغ نماز مکتوب از زیر مصلیٰ بیرون آورد''۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے نام خط لکھ کر مصلیٰ کے نیچے رکھ دیا، دو رکعت نماز ادا فرمائی، نماز سے فراغت کے بعد مصلیٰ کے نیچے سے جوابی خط نکالا۔''[۱]

شیخ علی کھوکھری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی دکھ درد تکلیف کو لے کر شیخ جلال الدین تبریزی کے پاس آنا، ثابت کرتا ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مریدین و متوسلین کو بخوبی معلوم تھا کہ ان کے مرشد، شیخ جلال الدین تبریزی کو دل کی گہرائی سے مانتے ہیں، ان کی بات کبھی نہیں ٹالتے، لہٰذا وہ سفارش کر دیں گے تو یقین ہے کہ مرشد گرامی راضی ہو جائیں گے۔

اس واقعہ سے اس بات پر بھی ثبوت فراہم ہو گیا کہ شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی روحانیت کے تاجدار تھے، جسمانی دوری ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ اللہ کریم نے انہیں کشف کی بے پناہ طاقت و قوت دی تھی۔ وہ کشف کے ذریعہ بڑے بڑے مسائل پلک جھپکتے ہی حل کرنے کے اہل تھے۔

۱۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی؛ خلاصۃ العارفین، سلطان المشائخ نظام الدین اولیا دہلوی، فصل دوم، قسم ثالث، بہ تصحیح بانو ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، 1394ھ/1974ء، ص: 170۔

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی آپسی ملاقات سے خوش ہوتے تھے

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کی ملاقات جب سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ سے ہوتی تو آپ بہت خوش ہوتے تھے، آپ کا چہرہ مثل گلاب کھل اٹھتا تھا، یہی حال شیخ جلال الدین تبریزی کا تھا، آپ بھی شیخ زکریا ملتانی کی ملاقات سے اظہار مسرت فرماتے تھے، چنانچہ ملتان میں جب دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی تو خلق خدا نے اپنی آنکھوں سے اس کا نظارہ دیکھا اور تاریخ نویسوں نے اپنے دستاویزات میں اس منظر کو قید کیا۔

سیر العارفین میں ہے:

''درآں جا [ملتان] حضرت شیخ الاسلام بہاء الحق والدین زکریا القریشی قیام بودند، بشرف صحبت ایں دو بزرگوار نامدار اہل وقار کہ قبلہ مودت ومحبت بدیشاں بیسار داشتند محظوظ شدند، اکثر یکجامی بودند۔''

ملتان میں حضرت شیخ الاسلام بہاء الحق والدین زکریا قریشی رہتے تھے، وہ ان دونوں نامدار اور باوقار بزرگواروں [شیخ قطب الدین اوشی اور شیخ جلال الدین تبریزی] کی صحبت سے خوش ہوئے انھیں ان سے بے انتہا محبت وشفقت تھی، وہ اکثر ایک جگہ رہتے تھے۔[۱]

شیخ بہاء الدین زکریا کی امانتوں کے امین شیخ جلال الدین تبریزی

گزشتہ صفحات میں ایک ایسی ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کے لیے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے ہر قدم پر دو رکعت نماز نفل ادا کی تھی۔ یہ ملاقات شیخ جلال الدین تبریزی اور ان کے مرشد برحق شیخ بدر الدین ابو سعید علیہما الرحمہ کے ساتھ تھی۔ ملاقات کا شوق دلانے والے خود شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ تھے۔ اس ملاقات میں شیخ زکریا ملتانی کو علوم ومعارف کے خزینے ملے تھے۔

[۱] سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت ۱۳۱۱ھ، ج 1، ص 19۔

خلاصۃ العارفین میں ہے:

''واز زیر فرش خود یک خربزہ کشیدہ مراداند و گفتند کہ بخور کہ ایں خربزہ راسہ سال شدہ است کہ پیغامبر علیہ السلام بدست ما امانت نہادہ است برای شما، و ایں سہ سال انتظار راہ شما بودیم حالا امانت بشما سلامت رسیدہ است۔ و گفت کہ پیغامبر علیہ السلام وقت وادن ایں خربزہ فرمودند کہ ایں خربزہ را جبریل علیہ السلام دادہ است و از جنت الفردوس آوردہ است واورا از جل جلالہ عطا شدہ است۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است کہ ایں امانت خدائے تعالیٰ برائے تو فرستادہ است، بخور، چوں بخوردم جملہ نقابہائے بشری و جملہ حجابہائے عنصری کہ بود تمامی پارہ پارہ شدند ورقت چناں پیدا شدہ کہ از اعلیٰ عرش تا اسفل فرش ہیچ کدورتی وابری نماند، و جملہ علوم فصل گشت از ام الکتاب تا ابدائی الخطاب۔''

''اپنے بستر کے نیچے سے ایک خربوزہ نکال کر مجھے دیا اور کہا کہ: اسے کھا لیجئے! اس خربوزہ کو تین سال پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے ہمارے پاس امانت رکھی تھی، ہم نے تین سال تک تمہارا انتظار کیا، اب یہ امانت بسلامت تمہارے پاس پہنچ گئی۔ رسول کریم نے اس خربوزہ کو دیتے وقت فرمایا تھا کہ: اس خربوزہ کو اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت الفردوس سے لے آئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: یہ امانت تمہارے لیے بھیجی گئی ہے، لہذا آپ اس کو تناول فرمالیں۔ شیخ زکریا ملتانی کہتے ہیں کہ: جب میں نے اس خربوزہ کو کھایا تو سارے حجاب بشری و عنصری اٹھ گئے، عرش اعلیٰ تا فرش اسفل کوئی غبار باقی نہیں رہا، ابتدائے خطاب سے لے کر قرآن کریم کے سارے علوم منکشف ہو گئے۔''[۱]

۱۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، خلاصۃ العارفین، فصل دوم، قسم اول، بہ تصحیح بانو ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، 1394ھ/1974ء ص: 138، 139، 140۔

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ حمید الدین ناگوری

شیخ حمید الدین ناگوری اور شیخ جلال الدین تبریزی دونوں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ بھارت آنے کے بعد دونوں کی متعدد صحبتیں سرزمین دہلی میں رہیں۔ نہایت اختصار کے ساتھ ہم یہاں بعض کا ذکر کرتے ہیں، اس سے پہلے شیخ حمید الدین ناگوری کے تعلق سے چند باتیں تحریر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مختصر تعارف شیخ حمید الدین ناگوری

شیخ حمید الدین ناگوری بخارا میں پیدا ہوئے، اصل نام محمد تھا، حمید الدین سے مشہور ہوئے۔ سال ولادت کنفرم نہیں ہے۔ 643ھ میں وصال فرمایا۔ والد گرامی عطاء اللہ محمود شہاب الدین غوری کے زمانے میں بخارا سے بھارت آئے، دہلی میں مقیم ہو گئے۔ والد گرامی کی اجازت سے اعلیٰ تعلیم کے لیے بغداد گئے، شیخ شہاب الدین سہروردی کا دامن تھاما، بیعت و خلافت سے نوازے گئے۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے ساتھ قیام بغداد کے زمانے میں دوستی ہو گئی تھی۔ بغداد سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ پھر تین سال مکہ میں گزارے۔ سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں دہلی تشریف لائے۔ یہاں شیخ قطب الدین بختیار کاکی کی پرانی دوستی رنگ لائی، صحبت و معیت سے مستفید ہونے لگے۔ شیخ بختیار کاکی نے خلعت خلافت سے سرفراز کیا۔ 11 رمضان المبارک 643ھ میں فوت ہوئے۔ بعض حضرات نے سال وفات 641ھ لکھا ہے۔

256

شیخ جلال الدین تبریزی کی صحبتیں

شیخ حمید الدین ناگوری اور شیخ جلال الدین تبریزی دہلی میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہے۔ جس وقت شیخ تبریزی، شیخ قطب الدین بختیار کا کی سے ملنے ان کی خانقاہ تشریف لے گئے تھے، شیخ حمید الدین ناگوری وہاں موجود تھے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کے لیے جو محضر سجایا گیا تھا، شیخ حمید الدین ناگوری وہاں بھی موجود تھے۔

روضۃ الاقطاب میں لکھا ہے:

''حضرت شیخ جلال الدین تبریزی پر التمش کے دربار میں [شیخ نجم الدین کی جانب سے] الزام لگانے کے موقع پر حضرت بہاء الدین زکریا اور شیخ حمید الدین ناگوری جیسے بزرگوں کے علاوہ بائیس اولیائے کرام اور علما کو بھی بلایا گیا۔'' [۱]

محفل اولیاء میں ہے:

''حضرت قطب الاقطاب صاحب، قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ جلال الدین تبریزی کے ساتھ خوب صحبتیں رہنے لگیں، شیخ بہاء الدین زکریا بھی ملتان سے دہلی آجاتے اور کبھی یہ ملتان چلے جاتے، چاروں بزرگ اس عہد کے قطب تھے، چاروں میں انتہائی محبت تھی، چاروں سماع میں شریک ہوتے تھے، گو شیخ بہاء الدین اور شیخ جلال الدین سماع نہ سنتے تھے، مگر جہاں قطب صاحب اور قاضی صاحب مجتمع ہوتے تو ان کی مجلس عرفان میں انہیں بھی سماع سننا پڑتا تھا، عجیب بزرگ اور صحبتیں تھیں۔'' [۲]

---

[۱] روضۃ الاقطاب، سید محمد بلاق شاہ، ہمشیرہ زادہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، ترجمہ سید فہیم رضا چشتی کاظمی، سید نوشاد کاظمی، ناشر تہذیب انٹرنیشنل پبلی کیشنز، بہاولپور، لاہور، اشاعت چہارم، 2015ء، ص:45۔

[۲] سیر الاولیا معروف بہ محفل اولیا، حضرت شاہ مراد سہروردی، کتب خانہ امجدیہ، دہلی، 1424ھ/2003ء، ص:312۔

باب چہارم

شیخ جلال الدین تبریزی

اور

مشائخ سلسلہ چشتیہ

تعلقات و روابط

256

شیخ جلال الدین تبریزی اور سلطان الہند کی صحبتیں

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی اور سلطان الہند خواجہ بزرگ سید شاہ معین الدین چشتی سجزی اجمیری علیہ الرحمہ کی صحبتوں کی داستان بغداد سے لے کر بھارت تک پھیلی ہوئی ہے۔اس داستان عقیدت ومحبت کو چھیڑنے سے پہلے چند سطروں میں حضرت سلطان الہند علیہ الرحمہ کا تعارف نذر قارئین ہے۔

مختصر تعارف سلطان الهند خواجه غریب

سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی 14/رجب المرجب 536ھ بمطابق 1141ء بقول دیگر 14/رجب 530ھ مطابق 1135ء کو خراسان کے نزدیک سجز نامی گاؤں میں پیدا ہوئے، آپ نسلی اعتبار سے نجیب الطرفین صحیح النسب سید تھے، شجرہ عالیہ بارہ واسطوں سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔والد گرامی کا نام خواجہ غیاث الدین حسین اور والدہ کا نام بی بی ماہ نور ہے۔

سلطان الہند کی عمر جب 15 سال تھی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس کے ایک سال کے بعد والدہ بھی خالق حقیقی سے جا ملیں۔اب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اس دنیا میں اکیلے رہ گئے۔والد گرامی کی وفات پر ایک باغ اور ایک آٹا پیسنے والی چکی آپ کو ورثے میں ملی تھی، والدین کی جدائی کے بعد تعلیمی سلسلہ منقطع ہو گیا، آپ نے باغبانی کا پیشہ اختیار کیا۔ ایک دن آپ اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے کہ ادھر سے مشہور بزرگ ابراہیم قندوزی کا گزر ہوا، آپ نے بزرگ کو دیکھا، دوڑتے ہوئے ان کے پاس گئے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، شیخ ابراہیم قندوزی ایک نوجوان کے اس جوش عقیدت سے بہت متاثر ہوئے۔انہوں نے شفقت سے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور چند دعائیہ کلمات کہہ کر آگے جانے لگے، آپ

نے ان کا دامن تھام لیا۔ حضرت نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا: ”آپ کیا چاہتے ہیں؟“ سلطان الہند نے عرض کیا: ”آپ چند لمحے میرے باغ میں قیام فرمائیے۔ کون جانتا ہے کہ یہ سعادت مجھے دوبارہ نصیب ہوگی یا نہیں“۔ آپ کا لہجہ اس قدر عقیدت مندانہ تھا کہ شیخ ابراہیم قندوزی سے انکار نہ ہو سکا اور باغ میں بیٹھ گئے۔ پھر چند لمحوں کے بعد سلطان الہند نے انگوروں سے بھرے ہوئے دو طباق شیخ ابراہیم قندوزی کے سامنے رکھ دیے اور خود دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ شیخ ابراہیم قندوزی نے اپنے پیرہن میں ہاتھ ڈال کر جیب سے روٹی کا ایک خشک ٹکڑا نکال کر سلطان الہند کی طرف بڑھایا اور فرمایا ”وہ تیری مہمان نوازی تھی یہ فقیر کی دعوت ہے“۔ اس ٹکڑے کا حلق سے نیچے اترنا ہی تھا کہ سلطان الہند کی دنیا ہی بدل گئی۔ آپ کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے کائنات کی ہر شے بے معنی ہے۔

سلطان الہند نے اس واقعہ کے بعد دوبارہ تحصیل علم کا سلسلہ جاری کیا، سمرقند اور بخارا جیسے شہروں میں رہ کر علوم ظاہری میں عبور حاصل کیا، پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر تفسیر، فقہ، حدیث اور دوسرے علوم ظاہری میں مہارت حاصل کی۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے مرشد کامل کی تلاش میں عراق کا رخ کیا، اپنے زمانے کے مشہور بزرگ خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں آئے، شرف بیعت حاصل کیا، مرشد کی خدمت میں تقریباً ڈھائی سال رہے۔ پھر بغداد میں شیخ نجم الدین کبریٰ، تبریز میں خواجہ ابوسعید تبریزی، اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی کی خدمتوں میں رہ کر فیض یاب ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق 6 رجب 627ھ کو 97 سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ دوسری روایت کے مطابق 103 سال کی عمر میں آپ کا وصال 633ھ 1229ء میں ہوا۔ مزار اقدس اجمیر شریف، راجستھان، بھارت میں ہے۔[۱]

[۱] مذکورہ معلومات ہم نے سافٹ مواد، انٹرنیٹ کی مختلف ویب پیج سے حاصل کیا ہے۔

سلطان الہند کی صحبتیں اور برکتیں

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی جب بغداد میں تھے، وہیں ان کی پہلی ملاقات سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی سے ہوئی تھی۔ گفت وشنید کی تفصیلات مہیا نہیں ہیں، ایسی عظیم شخصیتوں کی صحبتیں ہی باعث برکت ہیں، ان کا دیدار حصول فیض کا ذریعہ ہے۔ کوئی قول وفعل نقل کرنے کا موقع مل جائے تو سونے پہ سہاگہ ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالقادر جیلانی، قادریہ سلسلہ کے بانی اور ابوالنجیب، سہروردی سلسلہ کے بانی اور ان کے فاضل خلیفہ سرخیل سلسلہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور خواجہ معین الدین چشتی سرخیل سلسلہ چشتیہ ایک وقت میں بغداد کے اندر ایک خانقاہ میں موجود رہے۔''[۱]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی جب ملتان آئے، ایک روایت کے مطابق سلطان الہند خواجہ غریب نواز بھی وہاں موجود تھے۔ یہاں بھی حضرت شیخ تبریزی کو سلطان الہند کی صحبت کا فیض ملا۔ گزشتہ صفحات میں اس کی سند لکھ دی گئی ہے۔

دہلی کی سرزمین میں شیخ جلال الدین تبریزی کے خلاف تہمت تراشی کی بنیاد پر علما ومشائخ کا محضر قائم ہوا، اس محضر میں سلطان الہند علیہ الرحمہ کی موجودگی کا قول بھی تذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔

روضۃ الاقطاب مترجم میں ہے کہ:

''حضرت خواجہ معین الدین چشتی دلی میں صرف تین بار تشریف لائے، پہلی بار حضرت خواجہ قطب الدین کاکی کو دیکھنے اور مستفید کرنے کے لیے، دوسری بار اپنے بیٹوں کے کاغذات ملکیت درست کروانے اور تیسری مرتبہ جب شیخ نجم الدین شیخ الاسلام نے

---

[۱] ۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید، تاریخ سہروردیہ، ص: 51 مطبوعہ گیلانی پرنٹرس، رابنسن روڈ، کراچی، سال اشاعت 2000ء بحوالہ حاجی رومی، رسالہ رومی، ص: 29، مطبوعہ حبیب المطابع، الہ آباد، بھارت، سال اشاعت ندارد۔ محققین کی ایک جماعت نے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی اور سیدنا خواجہ معین الدین چشتی علیہما الرحمہ کی ملاقات کا انکار کیا ہے اور راجح بھی یہی ہے۔ ع۔ خ۔ اشرفی۔

حضرت جلال الدین تبریزی پر جھوٹی تہمت اور الزام لگایا تھا۔‘‘[۱]

روضۃ الاقطاب مترجم کا اقتباس قارئین کے سامنے پیش ہوا، ترجمہ دیکھ کر ہمیں اطمینان نہ ہوا، ہم نے اصل فارسی نسخہ کی طرف رجوع کیا، فارسی عبارت پیش خدمت ہے۔ آپ دیکھیں! کیا آپ کو ترجمہ موافق اصل لگتا ہے؟

’’حضرت خواجہ معین الدین در شہر دہلی دو کرت تشریف آوردہ اند، اول برائے دیدن و مشرف گردانیدن خواجہ قطب الدین، و کرت دوئم برائے خاطر فرزندان کہ کاغذات ملک را درست کردہ بیار ید و دریں مرتبہ کہ آمدند با شیخ نجم الدین شیخ الاسلام دہلی متعرض شدند۔‘‘

حضرت خواجہ معین الدین شہر دہلی میں دو بار تشریف لائے، پہلی بار حضرت خواجہ قطب الدین کو دیکھنے اور شرف یاب کرنے لیے اور دوسری بار اپنے فرزندوں کے کاغذات ملکیت درست کرانے کے لیے، اس مرتبہ کی آمد کے وقت شیخ الاسلام نجم الدین صغری سے ملاقات ہوئی تھی۔ [اور یہ ملاقات تلخ رہی تھی]۔‘‘[۲]

اصل واقعہ یہ ہے کہ شیخ نجم الدین صغری کی شیخ جلال الدین تبریزی کے ساتھ بہتر صحبت نہیں رہی تھی، اسی طرح سلطان الہند سید معین الدین چشتی اجمیری سے بھی ان کے تعلقات اچھے نہیں رہے تھے۔ یہاں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کو مشائخ سے اکتساب فیض کا بہت شوق تھا، ایسا ممکن ہے کہ شیخ تبریزی نے سلطان الہند کی صحبتوں کی برکتوں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ حاصل کیا ہو۔ دونوں ہم عصر تھے، دونوں قدیم ملاقتی تھے، دونوں بیرون ہند سے آئے ہوئے تھے۔ بھارت میں رہ کر دونوں کیسے اجنبی ہو سکتے ہیں!!

۱۔ روضۃ الاقطاب، سید محمد بلاق شاہ، ہمشیرہ زادہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، ترجمہ سید فہیم رضا چشتی کاظمی، سید نوشاد کاظمی، ناشر تہذیب انٹرنیشنل پبلی کیشنز، بہاولپور، لاہور، اشاعت چہارم، 2015ء، ص:74۔

۲۔ روضمہ وضۃ الاقطاب، سید محمد بلاق شاہ، ہمشیرہ زادہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، مطبع محب ہند، دہلی، 1890ء، ص:8۔

شیخ جلال الدین تبریزی
اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی

شیخ جلال الدین تبریزی شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے معتقد تھے، ان سے مستفیض وفیض یاب ہوئے، ان کے ساتھ ایک لمبا سفر طے کیا، ان کے گھر مہمان ہوئے اور دونوں کے درمیان بہت سی علمی وروحانی مجلسیں ہوئیں۔ بعض روایتوں کے مطابق شیخ قطب الدین بختیار نے آپ کو خلافت سے بھی سرفراز کیا تھا۔ مناسب ہے کہ دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقات وروابط کو دیکھنے سے پہلے شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کی حیات پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے۔

مختصر تعارف شیخ قطب الدین بختیار کاکی

شیخ قطب الدین کا اصل نام سید بختیار، لقب: قطب الدین اور قطب الاقطاب اور عرفیت کاکی۔ آپ قصبہ اوش ترکستان رماوراء النہر میں پیدا ہوئے۔ حسینی سادات سے تھے۔ سال ولادت ۵۸۲ھ/۱۱۸۷ء بتایا جاتا ہے۔

''جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے پڑوسی بزرگ سے کہا کہ میرے ننھے بچے کو کسی اچھے معلم کے سپرد کردیں تاکہ یہ کچھ علم دین حاصل کرلے، وہ بزرگ اس بچے کو لے کر چلے ہی تھے کہ راستے میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، بزرگ نے ان سے بچے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک اچھے خاندان کا بچہ ہے، مگر اس کے والد کا انتقال ہوگیا ہے۔ بیوہ ماں نے مجھے بلا کر کہا کہ اس کو کسی اچھے مکتب میں داخل کردو۔ بزرگ نے یہ سن کر فرمایا کہ: تم یہ کام میرے سپرد کردو۔ میں اس کو ایک ایسے معلم کے حوالے کروں گا جس کے علم کے فیض اور برکت سے یہ بڑا صاحبِ کمال بن جائے گا۔ پڑوسی اس بات کو سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور بچے کو لے کر ان بزرگ کے ساتھ معلم کے گھر جانے پر راضی ہوگئے۔ یہ دونوں قصبہ اوش کے ایک معلم ابوحفص کے پاس گئے اور بختیار کاکی کو ان کے سپرد کردیا۔ ساتھ ہی ان بزرگ نے ابوحفص کو ہدایت کی کہ یہ لڑکا اولیاء اللہ میں شمار ہوگا اس لیے اس پر خاص شفقت فرمائیں۔ جب یہ دونوں حضرات چھوڑ کر چلے

گئے تو معلم ابو حفص نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کون تھے جو تم کو اس مدرسہ میں لائے تھے؟ بختیار نے کہا کہ میں ان کو بالکل نہیں جانتا، میری والدہ نے تو مجھے اپنے پڑوسی کے سپرد کیا تھا۔ یہ بزرگ راستے میں مل گئے اور مجھے آپ کی خدمت میں لے آئے۔ معلم ابو حفص نے جب یہ دیکھا کہ بچہ ان بزرگ کو نہیں جانتا تو انہوں نے بتایا کہ یہ بزرگ دراصل خضر تھے۔ لڑکپن ہی میں بغداد آ گئے اور خواجہ معین الدین چشتی سے بیعت کی۔ سترہ برس کی عمر میں خواجہ صاحب سے خرقہ خلافت پایا۔ کچھ عرصے کے بعد اپنے پیرو مرشد کی معیت میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں قیام فرمایا۔[ایک دوسری روایت میں ہے کہ خواجہؒ بزرگ پہلے آ گئے تھے اور آپ ان کے بعد سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے ساتھ آئے تھے] آپ بابا فرید الدین گنج شکر کے مرشد تھے۔ آپ کی طرف دو کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔ ایک دیوان ہے اور دوسری فوائد السالکین جو تصوف کے موضوع پر ہے۔ آپ سے سلسلہ قلندریہ کا فیض بھی جاری ہوا۔[۱]

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اوشی کا سال وصال ۱۲۳۵ء ہے، دہلی مہرولی میں مزار اقدس زیارت گاہ عام وخاص ہے۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ آپ کے مرید وخلیفہ اور جانشیں تھے۔

شیخ قطب الدین بختیار کی بغداد آمد اور شیخ جلال الدین تبریزی کی ملاقات

شیخ قطب الدین بختیار کا کی اوشی علیہ الرحمہ کو سیر وسیاحت اور ملاقاتِ مشائخ کا بہت شوق تھا، ان کی والدہ چاہتی تھی کہ قطب الدین ''اوش'' ہی میں رہیں، گھر سے باہر نہ جائیں، چنانچہ انہوں نے ایک خوبرو دوشیزہ سے آپ کی شادی کردی، شادی کے تین دن گزرے تھے کہ معمولات زندگی میں غیر معمولی فرق آ گیا، روزانہ رسول کریم ﷺ پر تین ہزار درود پڑھا کرتے تھے، وہ بھی پڑھنے سے رہ گئے، آقا کریم ﷺ نے آپ کے مرید شیخ احمد کو خواب میں پیغام دیا کہ قطب الدین سے کہہ دینا کہ وہ ہمیں روزانہ تحفہ بھیجا کرتے

۱۔ یہ مواد ہم نے مشہور ویب سائٹ ویکی پیڈیا سے کاپی کیا ہے۔ دیکھئے: https://ur.wikipedia.org ۔

تھے، تین دن سے وہ ہمیں نہیں ملا ہے۔ یہ پیغام پاتے ہی آپ نے بیوی کو طلاق دے دی، اس کا حق مہر ادا کیا اور خود "اوش" سے روانہ ہوگئے، مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے بغداد پہنچے، علما و مشائخ بغداد سے ملے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں آئے، شیخ الشیوخ آپ کی ملاقات سے خوش ہوئے۔ شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ ان دنوں شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں قیام فرماتے تھے۔ شیخ بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے دیدار سے آپ بھی شادکام ہوئے۔

سیر العارفین میں ہے:

"واز ایں جا بسمت بغداد متوجہ گشت، چندی بداں بقعہ میمون رسید، عارفانے کہ درآں زمین ہمایون متوطن بودند دریافت، چنانچہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ وسائر مشائخ کبار آں دیار -رحمۃ اللہ علیہم اجمعین- بتامہم بصحبت ایشاں محظوظ گشت، ودرآں ایام حضرت شیخ جلال الدین تبریزی باردوم از خراسان مراجعت نمودہ، درآں جا رسیدہ بود۔"

[شیخ قطب الدین بختیار، اوش] سے بغداد روانہ ہوگئے، کچھ عرصے کے بعد وہ مقدس مقام [بغداد] پر پہنچ گئے، وہاں جو عرفا رہتے تھے، ان سے ملے، چنانچہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور بڑے مشائخ ان کی صحبت سے محظوظ ہوئے، اس زمانے میں شیخ جلال الدین تبریزی دوسری مرتبہ خراسان سے واپس ہوکر وہاں پہنچے تھے۔"[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار سرزمین ملتان میں

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا علیہ الرحمہ کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ نے ملتان بھیجا تھا، ملتان ہی میں رہ کر دین ومذہب کی اشاعت کا حکم کیا تھا، آپ نے اپنے مرشد کی ہدایت کا حق ادا کردیا، ملتان کو رشک جنت بنا دیا۔ خود ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج1، ص19؛ مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل1976ء، ص:24،25۔

ملتان ما بجنت اعلیٰ برابراست　　آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کنند

ہمارا ملتان مثل جنت ہے۔ قدم دھیرے رکھنا کہ فرشتے یہاں سجدہ کرتے ہیں۔

ملتان کا شمار دنیا کے قدیم ترین شہروں میں ہوتا ہے، بہت سے شہر آباد ہوئے مگر گردش ایام کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ گئے یا اس کی عظمت و رفعت اور چمک و دمک ماند پڑ گئی، لیکن شہر ملتان ہزاروں سال پہلے بھی آباد تھا اور آج بھی آباد ہے۔ ملتان کو صفحہ ہستی سے ختم کرنے کی کوشش کرنے والے سینکڑوں حملہ آور آئے، ناکامی کا منہ لے کر واپس ہوئے۔

شیخ جلال الدین تبریزی جس دور میں شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے ساتھ ملتان تشریف لائے تھے، وہ سیاسی عدم استحکام کا دور تھا، ملتان کی زمام حکومت ناصر الدین قباچہ کے ہاتھ میں تھی اور تاتاری فوج حملہ کرتے کرتے ملتان تک پہنچ چکی تھی۔ قلعۂ ملتان کے سایہ میں جب تاتاریوں نے ڈیرا تنبو ڈال دیا، ناصر الدین قباچہ کے ہوش اڑ گئے، تاتاریوں سے لڑنے کی ان میں سکت نہیں تھی، وہ گھبرایا ہوا تھا۔ حالات ایسے ہو چکے تھے کہ کوئی آسمانی کرشمہ ہی ملتان کو تاراج ہونے سے بچا سکتا تھا۔ پھر آسمانی کرشمہ ہوا۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے تصرف سے ملتان محفوظ رہا۔

شیخ قطب الدین بختیار کاکی کا تصرف اور شیخ جلال الدین تبریزی کا مشاہدہ

ملتان کی سرزمین پر سیاسی اتھل پتھل تھی، حکمراں حیران و پریشان تھا، سلطنت کو بیرونی حملہ آوروں کا خطرہ لاحق ہو چکا تھا، اس کی مرکزیت پر تباہی کا بادل امنڈ آیا تھا، بس برسنے کی دیر تھی۔

اسی ملتان میں ایک جگہ ایسی تھی، جہاں سکون و قرار تھا، وہ جگہ روحانیت کا مرکز بنی ہوئی تھی، شیخ الاسلام زکریا ملتانی میزبان تھے اور خواجۂ بزرگ معین الدین غریب نواز ان کے مہمان تھے، بغداد کی سرزمین سے قطب الدین بختیار کاکی اوشی بھی براجمان ہو گئے تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزی ان بزرگوں کے درمیان موجود تھے، وہ شیخ قطب الدین

بختیار کی ہمراہی میں بغداد سے یہاں پہنچے تھے۔

256

بغداد سے شیخ قطب الدین بختیار کی تشریف آوری ہوئی ہے، اس بات کا علم والی ملتان ناصر الدین قباچہ کو ہوا، وہ بھاگا بھاگا آیا، حال دل سنایا، بیرونی حملوں سے ملتان کی حفاظت پر طالب امداد ہوا۔ شیخ قطب الدین بختیار نے اللہ عزوجل کے عطا کردہ اختیار کا استعمال کیا، قباچہ کو ایک تیر دیا، اسی تیر نے حملہ آور فوج کو تتر بتر کر دیا۔

ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ:

''ملتان کے دوران قیام ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا جس کا ذکر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) نے کیا ہے کہ جس زمانے میں ملتان کے اندر خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز (متوفی: ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء، خواجۂ بزرگ کی موجودگی پر مزید تحقیق کی گنجائش ہے) جلال الدین تبریزی، شیخ بہاء الدین زکریا اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی موجود تھے ان ہی دنوں تاتاری مغلوں کا ایک لشکر خطا و ختن سے ملتان پر حملہ آور ہوا۔

ناصر الدین قباچہ (متوفی: ۱۲۲۷ء) جو ملتان کا ان دنوں حکمران تھا، اس واقعہ سے بہت پریشان ہوا، وہ ان مشائخ کرام کی بارگاہ میں حاضر ہوا، کہنے لگا کہ تاتاریوں کا لشکر بڑا زبردست ہے، وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے، اس سے مجھے مقابلہ کی تاب نہیں، آپ حضرات توجہ فرمائیں تاکہ ملتان بچ جائے، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ایک تیر منگایا اور اسے قباچہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا: مقابلہ کے دوران تاتاریوں کے لشکر کی طرف اسے پھینک دینا۔ جب شام کا وقت ہوا تو قباچہ نے وہ تیر کمان میں رکھ کر ان ملعونوں کی طرف پھینک دیا۔ خدا کے حکم سے دشمنوں کی پوری قوم اس علاقہ سے ایسی غائب ہوئی کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا۔''[۱]

اس واقعہ کا ذکر فوائد الفواد میں بھی ہے۔ اس میں سلطان الہند خواجہ سید معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کی موجودگی کا ذکر نہیں ہے۔

فوائد الفواد میں ہے:

از نسبت بزرگی شیخ قطب الدین - رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ - حکایت فرمود کہ وقتی

۱۔ سیر الاولیاء، ص: ۶۰ حوالہ کی تصدیق نہ ہو سکی۔

شیخ بہاء الدین زکریا و شیخ جلال الدین تبریزی و شیخ قطب الدین بختیار۔رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔درملتان بودند،لشکر کافری زیر پائی منارۂ ملتان آمد،والی ملتان قباچہ بود،شیخ قطب الدین۔قدس اللہ سرہ العزیز۔شبی تیر بدست قباچہ داد و گفت ایں تیر را عمیاً جانب لشکر کافر بفرست،قباچہ ہمچناں کرد،چوں روز شد یک تن از کافر نماندہ بود،ہمہ رفتہ بودند''

''ایک دفعہ شیخ بہاء الدین اور شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ملتان میں تھے۔کافروں کا ایک لشکر منارۂ ملتان کے نیچے تک پہنچ گیا۔قباچہ ملتان کا حاکم تھا۔شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک رات کو ایک تیر قباچہ کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ تیر آنکھ بند کر کے کافروں کے لشکر کی طرف چلا دو۔قباچہ نے ایسا ہی کیا۔جب دن نکلا تو ایک بھی کافر موجود نہ تھا۔سب چلے گئے تھے۔''[1]

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے دوستانہ تعلقات کا حسین منظر

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی اور قطب المشائخ شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے مابین گہرے مراسم تھے۔دونوں ایک دوسرے کا حد درجہ احترام واکرام کرتے تھے۔وہ ایک دوسرے کے اچھے ہم نشیں اور بہترین ہم سفر تھے۔جس زمانہ میں شیخ قطب الدین بختیار کاکی دہلی میں قیام فرماتے،شیخ جلال الدین تبریزی اسی زمانہ میں دہلی قدم رنجہ ہوئے تھے۔دونوں بزرگوں کی آپسی ملاقات اور نشست و برخواست کا ذکر کتب مشائخ میں ملتا ہے،جسے پڑھنے کے بعد ہر دانا و بینا ان کے گہرے مراسم و تعلقات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

فوائد الفواد میں ہے:

اس بات کا ذکر آیا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہما نے باہم کس طرح ملاقات کی تھی؟ فرمایا کہ:ایک دفعہ شیخ جلال الدین تبریزی نے

---

[1]۔فوائد الفواد،امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی،مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز،پبلشرز،بازار کشمیری،لاہور،بار اول،1386ھ/1966ء،ص:185

شیخ قطب الدین کے گھر مہمان ہونا چاہا۔ شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے گھر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ شیخ کا گھر حدود دھتر یا کیلوکھری پر تھا، وہاں سے باہر نکلے، عام بڑے راستے سے نہیں گئے، پتلی گلیوں سے گزر کر ان کا استقبال کیا۔ شیخ جلال الدین قدس اللہ سرہ العزیز بھی شارع عام سے نہیں آئے۔ اسی طرح چھوٹی گلیوں میں سے آئے اور دونوں میں باہم ملاقات ہوئی۔[1]

کہتے ہیں کہ بڑوں کی باتیں بڑی ہوتی ہیں۔ کتنا حسین نظارہ ہمیں ان دونوں بزرگ شخصیتوں میں دیکھنے کو ملا، ہر کوئی چاہ رہے تھے کہ تقدم کا شرف انہیں حاصل ہو، اس شرف کے حصول کے لیے انہوں نے عام شاہراہوں کو چھوڑ دیا، تنگ گلیوں کا انتخاب کیا۔ دونوں کی مرادیں پوری ہوئیں، فرشتوں کے رجسٹر میں ان کے حسن نیت کا اجر لکھا گیا۔

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ قطب الدین بختیار اوشی کو اپنی آمد کی کوئی اطلاع نہیں بھیجی تھی۔ وہ اپنی قیام گاہ سے تنہا نکلے تھے، پھر شیخ قطب الدین بختیار استقبال کے لیے گھر سے کیوں کر نکلے؟ انہیں کس نے اطلاع دی؟ اس سوال کا جواب سیر العارفین میں درج ہے۔ شیخ قطب الدین کو شیخ جلال الدین تبریزی کی آمد کی اطلاع کشف کے ذریعہ ہوگئی تھی۔

سیر العارفین میں ہے:

”حضرت شیخ نظام الدین بدایونی سے منقول ہے کہ جس زمانے میں شیخ جلال الدین تبریزی (دہلی) پہنچے تو دوسرے روز حضرت سلطان المشائخ قطب الدین بختیار اوشی اپنے مکان سے باہر نکلے اور عام راستہ چھوڑ کر تنگ گلیوں میں ہو کر آنے لگے۔ اس زمانے میں شیخ قطب الدین اوشی کیلوکھری کے نزدیک رہتے تھے۔ حضرت (قطب الدین اوشی) کو کشف سے معلوم ہو گیا کہ شیخ جلال الدین میری ملاقات کے لئے آ رہے ہیں۔ حضرت اپنے مکان سے ان کے استقبال کے لیے روانہ ہوئے اور ان تنگ گلیوں میں پہنچے۔ درمیان راہ

---

[1] فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:255

میں دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوگئی۔"[1]

شیخ جلال الدین تبریزی محفل سماع میں

شیخ جلال الدین تبریزی اور قطب الدین اوشی علیہما الرحمہ کی اس ملاقات کی کچھ تفصیلات کتب مشائخ میں درج ہیں۔ دو باتوں کا ذکر خصوصاً کیا گیا ہے:

[1] سماع اور [2] نماز جمعہ ایک ساتھ ادا کرنا۔ ہمیں یہ تفصیل نہیں مل پائی کہ جمعہ کی امامت کس نے فرمائی تھی۔

سیر العارفین میں ہے:

"اس دن [جب شیخ جلال الدین تبریزی شیخ قطب الدین اوشی کے مہمان ہوئے تھے] حضرت شیخ قطب الدین کے یہاں (درویشوں) کی ایک جماعت تھی۔ درویش سماع کے سننے میں مشغول تھے اور درویشوں کا وجد اس شعر پر تھا:

در میکدہ وحدت ہشیار نمی گنجد   در عالم بے رنگی اغیار نمی گنجد

وہ جمعہ کی رات تھی، چنانچہ جمعہ کی نماز دونوں بزرگوں نے مسجد منارہ میں یکجا ادا کی اور ہر ایک اپنے اپنے مکان کو چلے گئے۔"[2]

شیخ جلال الدین تبریزی کا تعلق بنیادی طور پر سلسلہ سہروردیہ سے تھا۔ مشائخ سلسلہ چشتیہ کے وہ بہت قریب تھے۔ بعض روایت کے مطابق وہ حضرت قطب الدین کے خلیفہ تھے، عنقریب ہم اس پر روشنی ڈالیں گے۔

سلسلہ سہروردیہ میں سماع میں افراط نہیں ہے۔ ان کو سماع سے یکسر گریز بھی نہیں تھا۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

"سہروردی سلسلے میں سماع کی وہ افراط نہیں جو چشتیہ سلسلے میں ہے اور شاید یہ کہنا صحیح

---

[1] ۔ سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 242؛ سیر العارفین، فارسی، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، 1311ھ، ج 1، ص 166۔

[2] ۔ مرجع سابق، نفس صفحہ۔

ہے کہ عام طور پر سہروردی چشتیوں کی نسبت احکام شرعی کی تعمیل میں زیادہ محتاط رہے ہیں۔[۱]

256

شیخ محمد اکرام صاحب ایک دوسری جگہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے سماع سننے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سہروردی چشتیوں کی طرح سماع کے معاملے میں غلو نہیں کرتے بلکہ عموماً اس سے مجتنب ہیں، لیکن ان میں بعض بقول شیخ جمالی برسبیل ندرت سماع سنتے ہیں۔ چنانچہ شیخ بہاء الدی زکریا کی نسبت بھی لکھا ہے کہ جب عبد اللہ نامی ایک قوال خوش کلام ملک روم کی طرف سے ملتان آیا تو اس نے شیخ زکریا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے میری قوالی سن کر سماع کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اچھا اگر حضرت نے سنا ہے تو ہم بھی سنیں گے۔ چنانچہ انہوں نے عبد اللہ اور اس کے ساتھی کو حجرے میں بلایا اور حجرہ بند کر کے قوال سے کہا کہ کچھ پڑھو۔ قوال نے غزل شروع کی۔

مستاں کہ شراب ناب خوردند　　　از پہلوئے خود کباب کردند

شیخ پر کیفیت طاری ہوئی، انہوں نے چراغ گل کر دیا جس سے حجرے میں اندھیرا ہو گیا، لیکن اتنا نظر آ رہا تھا کہ شیخ گردش کر رہے ہیں۔''[۲]

مشائخ سہروردیہ کے سماع سننے کے تعلق سے درج ذیل عبارت دل چسپی سے خالی نہیں ہے:

'' آپ [شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی] کو اگرچہ سماع کا شوق نہ تھا۔ لیکن اپنے پیر حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کا اتباع کر کے قوالی سنی تھی۔ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں:

'' شیخ الاسلام [بہاء الدین زکریا] حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت مجلس سماع قائم کی گئی۔ دونوں بزرگوار وجد میں آ گئے۔ کہتے ہیں کہ آٹھ پہر تک دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہ ایک مصرع ورد زبان تھا

ع: حاجی بسوئے کعبہ رود من بسوئے دوست

۱۔ آب کوثر، شیخ محمد اکرام، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، سال اشاعت جون 2006ء، ص:258۔
۲۔ مرجع سابق، ص:259۔

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ یہ ان اولیاء اللہ کی آخری ملاقات تھی، جب اس مقام سے جدا ہوئے تو پھر ملاقات نہ ہوئی۔ آپ فخر الدین عراقی کے اشعار سن کر بھی وجد میں آجاتے تھے اور کتنی دیر تک آنکھیں بند کر کے جھومتے رہتے تھے۔"[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ سماع کے عادی نہیں تھے۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی علیہ الرحمہ کی محفل کے علاوہ ان کی موجودگی میں کوئی دوسری محفل کے انعقاد کا ثبوت نہیں ہے۔ سماع سے انکار کا کوئی قول و فعل بھی ان سے منقول نہیں ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار اوشی کی ملاقاتیں

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے درمیان ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ خصوصاً شیخ تبریزی جب دہلی پہنچے تو ملاقاتوں کا سلسلہ دراز ہو گیا۔

ڈاکٹر شمیم محمود زیدی لکھتے ہیں:

"آں جا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہم چندیں بار ملاقات نمود ولی اقامت او در دھلی طول نکشید۔"

دہلی میں شیخ جلال الدین تبریزی کی، شیخ قطب الدین بختیار کاکی سے کئی ملاقاتیں ہوئیں، دہلی میں ان کا قیام لمبا نہیں رہا۔"[۲]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کی ان ملاقاتوں میں سے دو ملاقات کا ذکر محبوب الٰہی سید شاہ نظام الدین اولیا دہلوی کی روایت سے شیخ امیر علا حسن سجزی نے فوائد الفواد میں کیا ہے۔ ایک ملاقات کی تفصیل ہم لکھ چکے ہیں۔ دوسری ملاقات کا ذکر وہ ان لفظوں میں کرتے ہیں:

"و یک نوع دیگر ملاقات کردن ایشاں را حکایت فرمود کہ وقتی در مسجد ملک

---

[۱] ۔ احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حمید اللہ شاہ ہاشمی، تصوف فاؤنڈیشن، سمن آباد، لاہور، پاکستان، سال اشاعت 1420ھ/2000ء، ص:175۔

[۲] ۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین، بہ تصحیح و تحشیہ و کوشش، ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی، 1394ھ/1974ء، ص:83۔

عزالدین بختیار کہ یم پیش گرمابہ اوست ایں دو بزرگ یک جا شدن' ' ایک اور طرح بھی ان کی ملاقات کرنے کی حکایت [حضرت محبوب الٰہی دہلوی نے] بیان کی کہ ایک دفعہ ملک عز الدین بختیار کی مسجد میں جو اس کے حمام کے سامنے ہے۔ یہ دونوں بزرگ یکجا ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما رحمۃ واسعۃ۔'' [۱]

شیخ العالم بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار کا کی اوشی علیہما الرحمہ کی ایک ملاقات کا ذکر اپنے ملفوظات میں کیا ہے۔ ان دو عظیم شخصیتوں کے درمیان ہونے والی بات چیت کو بڑی تفصیل سے نقل کیا ہے۔

راحت القلوب میں محبوب الٰہی سید نظام الدین اولیاء دہلوی لکھتے ہیں:

''شیخ الاسلام [بابا فریدالدین مسعود گنج شکر] شیخ قطب الدین اور شیخ جلال الدین تبریزی ملاقی ہوئے اور آپس میں اپنی اپنی سیاحت کا حال بیان کرنے لگے۔ دعا گو [فرید الدین مسعود گنج شکر] ان کی خدمت میں حاضر تھا۔'' [۲]

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین اوشی کے درمیان اس قسم کی کتنی ملاقاتیں رہی ہوں گی جو تاریخ کے اوراق میں پنہاں ہو گئیں۔ کاش ان صحبتوں اور ملاقاتوں کی تفصیلات دستیاب ہوتیں، گم گشتہ راہوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتیں۔

ایک غار والے صاحب دل کی ملاقات اور ان کی نصیحتیں

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی جس ملاقات کا ذکر راحت القلوب کے حوالہ سے ہوا، اس ملاقات میں شیخ تبریزی نے شیخ قطب الدین بختیار کا کی اوشی کو مقام ''قرش'' کا حال سفر سنایا ہے۔ ہم یہاں الگ الگ سرخیوں کے ساتھ اس سفر کی روداد نذر قارئین کر رہے ہیں۔ اس سفرنامہ سے جہاں غار والے بزرگ کی عظمت و شوکت

---

[۱] ۔ فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:255۔

[۲] ۔ راحت القلوب ملفوظات بابا فریدالدین مسعود گنج شکر، مترجم، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، بار دوم، 1406ھ، ص:95۔

کا پتہ چلتا ہے وہیں شیخ جلال الدین تبریزی کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔اللہ کریم نے شیخ جلال الدین تبریزی کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کا نام غار والے بزرگ کو بتا دیا تھا۔یہ بڑی عظمت کی بات ہے۔سفرنامہ کا یہ حصہ دیکھیے:

''شیخ جلال الدین تبریزی نے کہا کہ جب میں قرش کی جانب جا رہا تھا تو راستے میں بہت سے بزرگوں سے نیاز حاصل ہوا۔ان میں ایک بزرگ کو دیکھا جو غار میں رہتے تھے۔میں نے ان کے پاس جا کر قدم بوسی کی۔جب میں پہنچا تو وہ نماز میں مصروف تھے۔مجھے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔جب نماز پڑھ چکے تو میں نے سلام کیا۔جواب دیا،علیکم السلام یاشیخ جلال الدین!میں متحیر ہوا اور حیران رہ گیا کہ میرا نام کیوں کر جان گئے۔راز دل کو سمجھ کر بولے:نبأني العليم الخبير۔جس نے تجھ کو مجھ تک پہنچا دیا اسی نے تیرا نام بھی مجھے بتا دیا۔''

میں نے زمین چومی۔حکم کیا،بیٹھ جاؤ!میں بیٹھ گیا۔وہ بزرگ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میں صفاہان میں تھا۔میں نے ایک درویش کو دیکھا۔نہایت باعظمت،کوئی پچپن سال کے قریب عمر تھی۔خواجہ حسن بصری کے نواسوں میں سے تھے۔مسلمان یا نامسلمان جس کسی کو کچھ ضرورت پڑتی،ان کا خیال کرتا۔امداد طلبی کے لیے پاس تک نہ پہنچتا کہ کام ہو جاتا۔پھر کہا:مجھے بہت بزرگوں نے پندونصائح کیے ہیں،لیکن آخری شخص جس کا قول میرے دل سے محو نہیں ہوتا۔خواجہ شمس العارفین تھے۔انہوں نے فرمایا:

''درویش اگر چاہتا ہے کہ خدا تک پہنچے اور اس کا قرب حاصل کرے تو اسے لازم ہے کہ دنیا سے بیزار ہو جائے اور اہل دنیا سے دور رہے،کیوں کہ درویش کے لیے سب سے زیادہ مضر شئی دنیا اور اہل دنیا کی محبت ہے۔غرض کہ اے جلال الدین!خدا والوں نے جب سب کو چھوڑ دیا تو اس وقت خدا کو پایا ہے۔''[1]

1۔راحت القلوب ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر،مترجم،حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،گنج بخش روڈ لاہور،بار دوم،1406ھ،ص:95،96۔

غیب سے روزی اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

غار والے بزرگ کی صحبت کی برکت سے شیخ جلال الدین تبریزی کو اللہ کریم نے غیب سے روزی عطا فرمایا۔ یہیں پر ان کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی، شرف مصافحہ ملا۔ حضرت خضر بڑی شفقت و مہربانی سے پیش آئے۔ چنانچہ اسی راحت القلوب میں ہے:

''اس کے بعد فرمایا کہ میں ایک روز و شب ان کی خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت میں نے دیکھا کہ دو جو کی روٹیاں عالم غیب سے ظاہر ہوئیں۔ ان بزرگ نے ایک میرے آگے رکھ دی اور کہا کہ افطار کرلو اور پھر فلاں گوشے میں بیٹھ کر مشغول عبادت ہو جاؤ۔ جب ایک ثلث رات گزر گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سبز کمبل کا لباس پہنے ہوئے اور سات شیروں کو اردگرد لئے ہوئے آئے اور ہمارے شاہ صاحب کے سامنے بیٹھ گئے۔ مجھے لرزہ چڑھا کہ الٰہی یہ کون بزرگ ہیں جو شیروں سے محبت کرتے ہیں۔ وہ قرآن شریف پڑھنے لگے۔ جب ایک بار ختم کر چکے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر اول سرے سے تلاوت کرنے لگے یہاں تک صبح ہوگئی۔ میں بھی ان کے پاس جا پہنچا اور نماز میں شریک ہوا۔ بعد نماز میرے میزبان بزرگ نے مجھے بتایا کہ یہ شیروں والے درویش حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ کیا تم ان سے ملنا چاہتے ہو؟ میں نے یہ سنتے ہی ان سے دوبارہ مصافحہ کیا، بڑی شفقت سے پیش آئے، بالآخر مع شیروں کے واپس چلے گئے۔''

شیروں نے شیخ جلال الدین کے قدم چومے

کہتے ہیں کہ نسبتیں انسان کو عروج بخشتی ہیں، نسبتوں کے سہارے دین و دنیا کی بھلائیاں ملتی ہیں، تکلیفیں دور ہوتی ہیں، راحتیں میسر آتی ہیں۔ شیخ جلال الدین تبریزی کو بھی ایک اللہ والے، صاحب دل بزرگ کی نسبت کی وجہ سے راحتیں ملیں، تکلیفیں دور ہوئیں۔ شیروں نے قدم چوما اور منزل کا راستہ دیا۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے اپنے سفر قرش کا آخری حصہ اس طرح بیان فرمایا:

''میں نے رخصت چاہی۔ ان بزرگوار نے کہا کہ اے جلال! جاتے ہو تو جاؤ،

لیکن دیکھو، بندگان خدا کی خدمت گزاری سے کبھی غافل نہ ہونا۔ اپنے تیئں ان کا غلام بنائے رکھنا۔ اچھا، اب تم ایسی جگہ پہنچو گے جہاں دریا بہتا ہے۔ وہاں اگر تمہیں دو شیر ملیں اور کسی نقصان کے درپے ہوں تو میرا نام لے لینا، پھر کچھ نہ کہیں گے۔ شیخ جلال الدین فرماتے تھے کہ: اس کے بعد زمین نیاز چوم کر، میں روانہ ہو گیا۔ جب میں اسی مقام پر پہنچا تو واقعی دونوں شیر موجود پائے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دونوں غرائے اور میری طرف لپک پڑے، مگر میں چلایا کہ میں فلاں بزرگ کے یہاں سے آرہا ہوں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ شیر سر کو میرے قدموں پر رکھ کر ملنے لگے اور پھر خاموشی سے واپس چلے گئے اور میں بسلامتی وہاں سے نکل آیا۔''[۱]

کیا شیخ جلال الدین تبریزی،
شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے خلیفہ تھے؟

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے خلیفہ تھے۔ ہمارے پاس انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ قدیم زمانے میں مشائخ، سلسلوں میں بٹے نہیں تھے۔ وہ کسی بھی صاحب دل سے اکتساب فیض کرتے تھے۔ خصوصاً ہند و پاک کے اولیائے سہروردیہ و چشتیہ ایک دوسرے سے اکتساب فیض کرتے رہتے تھے۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''چشتیوں اور سہروردیوں میں بہت سی چیزیں مشترک تھیں اور اس امر کا بھی عام رواج تھا کہ ایک شخص دونوں سلسلوں کے بزرگوں سے فیض یاب ہو۔''[۲]

اسی آب کوثر کے حاشیہ میں ہے:

''اسلامی ہند و پاکستان میں ایک سے زیادہ صوفی سلسلوں سے منسلک ہونے کا رواج رہا ہے۔ بلکہ امام الہند شاہ ولی اللہ نے تو یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ''بیعت کے وقت چاروں خانوادوں [چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقش بندیہ] کے بزرگوں کے نام لیتے تا کہ ان

۱۔ مرجع سابق، 96، 97۔

۲۔ آب کوثر، شیخ محمد اکرام، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، سال اشاعت جون 2006ء، ص: 253۔

سب سے فیض حاصل ہو اور ان کی خصوصیات حاصل ہوں۔ ان رجحانات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف سلسلوں کے ماننے والوں کے درمیان حد فاصل نہیں رہی۔'' [۱]

شیخ جلال الدین تبریزی کی ذات ایسی ہے جو مشائخ سلسلۂ سہروردیہ سے زیادہ مشائخ سلسلۂ چشتیہ کے ساتھ گھل مل کر رہی ہیں۔ وہ سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے مصاحب تھے، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے بے تکلف دوست تھے، قطب المشائخ شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے ہم دم و ہم قدم تھے، خواجہ شمس الدین التمش سلطان دہلی کے محترم و مکرم تھے اور خواجہ فرید الدین گنج شکر کے مشفق و مہربان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بنگال پہنچنے سے پہلے ان کے مریدین کی تعداد بہت کم ہے۔

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

''شیخ شہاب الدین سہروردی کے اور خلفا مثل قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ جلال الدین تبریزی ہندوستان تشریف لائے، لیکن چشتیہ بزرگوں نے انھیں اپنالیا اور انہوں نے سہروردی سلسلے کو فروغ دینے کی ضرورت نہ سمجھی۔ قاضی حمید الدین کے تو فقط تین مرید تھے۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی نے بھی بنگالہ جانے سے پہلے بہت کم لوگوں کو مرید کیا۔ یہ کمی شیخ بہاء الدین زکریا نے پوری کی اور ان کی وجہ سے سہروردیہ سلسلے کو ہندوستان میں اہم جگہ مل گئی۔'' [۲]

ہم نے گزشتہ صفحات میں شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے روابط و تعلقات، ان کی ملاقاتوں اور صحبتوں کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ اس مطالعہ کی روشنی میں یہ کہنا حق سے سر مو انحراف نہیں ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کا خلیفۂ شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی ہونے پر دلیلِ انکار کی ضرورت نہیں ہے۔

آیئے! اب ان عبارتوں کو دیکھتے ہیں جن میں شیخ جلال الدین کو شیخ قطب الدین بختیار اوشی کا خلیفہ لکھا گیا ہے۔

بزم صوفیا میں شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے خلفائے کرام کی فہرست میں شیخ

۱۔ مرجع سابق، حاشیہ، ص:253۔
۲۔ مرجع سابق؛ آب کوثر، ص:257۔

تبریزی کا نام اس طرح لکھا ہے:

''شیخ جلال الدین ابوالقاسم تبریزی''، پھر مصنف نے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ان خلفا نے مختلف مقامات میں رشد وہدایت کی مسند پر جلوہ افروز ہوکر عوام وخواص کی مذہبی اور اخلاقی حالت سنوارنے کی کوشش کی، ان میں سے حضرت جلال الدین تبریزی بنگال کی طرف گئے جہاں انہوں نے غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کو حلقہ بگوش اسلام کیا، ایک مسجد تعمیر کرائی اور خانقاہ میں فروش کش ہوکر خلق اللہ کی روحانی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے، اسی سرزمین میں ان کی ابدی خواب گاہ ہے۔''[۱]

سید صباح الدین عبد الرحمان نے مذکورہ باتیں خزینۃ الاولیا سے نقل کی ہیں۔ قارئین کی خدمت میں خزینہ کی اصل عبارت پیش ہے:

''شیخ جلا الدین تبریزی قدس سرہ از عظمائے مشائخ خاندان چشت اہل بہشت است کہ فیض عام وفائدۂ تام از خواجہ قطب الدین بختیار اوشی یافت، وبعضی مشائخ عظام وی را از مشائخ کرام خانوادۂ عالیہ سہروردیہ شمار کردہ اند۔ در کشف وکرامت بے نظیر، ودر ترک وتجرید بے مثال، من بعد مدتی در صحبت خواجہ معین الدین حسن سنجری وخواجہ قطب الدین اوشی بماند وما یہ فیض صحبت اندوخت، بعد یکہ از خلفائے طریقۂ عالیہ چشتیہ نامور شد''۔ شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ خانوادۂ مشائخ چشت اہل بہت کے عظیم خلفا میں سے تھے۔ انہوں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی سے فیض عام اور فائدۂ تام پایا تھا۔ بعض مشائخ نے ان کو خانوادۂ عالیہ سہروردیہ میں شمار کیا ہے۔ شیخ الشیوخ سے کسب فیض کے بعد وہ خواجہ معین الدین حسن سنجری اور خواجہ قطب الدین اوشی کی صحبت میں کچھ مدت تک رہے، ان صحبتوں سے اتنا سرمایہ فیض حاصل کیا کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے نامور خلیفہ ہوگئے۔''[۲]

سید حسین الدین احمد منعمی لکھتے ہیں:

[شیخ جلال الدین تبریزی] دہلی پہنچ کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی

۱۔ بزم صوفیا، سید صباح الدین عبد الرحمان، مطبع معارف، اعظم گڈھ، یو. پی، سال اشاعت، 1369ھ/1994ء، ص: 82، 83۔

۲۔ خزینۃ الاصفیا، غلام سرور لاہوری، مطبوعہ مطبع ثمر ہند، لکھنؤ، سال اشاعت 1290ھ، ص: 278۔

صحبت میں حاضر ہوئے اور خانوادۂ چشت اہل بہشت کے فیضان حاصل کئے۔ حضرت خواجہ کی صحبت فیض برکت سے کامیاب ہو کر اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ اسی وجہ سے لوگ آپ کو اب مشائخ چشتیہ میں جاننے لگے اور سماع بامزامیر بھی آپ ان صحبتوں میں برابر سنتے رہے، چنانچہ مشائخ چشت کے ملفوظات میں اکثر واقعات آپ کے سماع سننے کے درج ہیں۔"[1]

ڈاکٹر شاہد چودھری نے شیخ جلال الدین تبریزی کو شیخ ابوسعید، شیخ الشیوخ اور شیخ قطب الدین بختیار کا مرید بتایا ہے۔ شاید ارادت سے ان کی مراد خلافت ہے۔ انہوں نے اپنی بات رکھتے ہوئے کہا ہے کہ:

''از توجہ بہ ایں نکتہ نباید غفلت ورزید کہ فرقہ ہائے تصوف در یک زمان در ایران وشبہ قارہ رواج داشتند مانند قادریہ، سہروردیہ وچشتیہ وغیرہ، وابستگان ایں فرقہ ہا باہم اختلافی نداشتند بلکہ بین آنہا مودت وبرادری برقرار بود ودر میان آناں ہیچ گونہ حسادت وبدبینی وجود نداشت، وبسا اوقات یک شخص در چند سلسلۂ تصوف واری بیعت بود، وایں بیعت با عقاید وشیوہ ہائے نظری وعملی آناں منافاتی نداشت۔ بنابر ہمیں شیوہ بود کہ شیخ جلال الدین تبریزی مریدی شیخ ابوسعید تبریزی وسپس مریدی شیخ شہاب الدین سہروردی وپس از آں مریدی خواجہ قطب الدین بختیار اوشی چشتی اختیار کرد۔ ہدف اصلی ایں بزرگان ہر سلسلہ وفرقہ فقط خدمت بہ اسلام بود''۔ اس نکتہ سے توجہ نہیں ہٹنی چاہیے کہ ایران اور بھارت میں ایک دور میں مختلف سلسلوں مثلاً قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ وغیرہ کا رواج تھا۔ ان سلسلوں سے وابستگان میں کوئی باہمی اختلاف نہیں تھا، بلکہ ان کے درمیان محبت وبھائی چارگی تھی، کسی قسم کا حسد اور بدبینی نہیں تھی۔ کبھی کبھی ایک آدمی چند سلاسل تصوف کا مرید ہوتا تھا، اس بیعت سے ان کے عقائد اور نظری وعملی طریقوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزی بھی پہلے شیخ ابوسعید کے مرید ہوئے، پھر شیخ شہاب الدین سہروردی پھر شیخ قطب الدین بختیار اوشی چشتی کے مرید ہوئے۔ جملہ سلاسل کے بزرگوں کا اصلی مقصد صرف اور صرف مذہب اسلام کی

1۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابوالعلائی، گیا، بہار، سال اشاعت ندارد، ص:12۔

256

خدمت تھی۔"[۱]

اس طویل گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی شیخ بدر الدین ابوسعید کے مرید و خلیفہ اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور قطب الاقطاب شیخ قطب الدین بختیار اوشی چشتی کے خلیفہ تھے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کا سفر غزنین

گزشتہ صفحات میں ہم نے پڑھا: شیخ قطب الدین اوشی اور شیخ جلال الدین تبریزی ایک ساتھ وارد ملتان ہوئے، ملتان تاتاری فوجوں سے گھرا ہوا تھا، بزرگوں کا روحانی فیضان ہوا، حملوں سے محفوظ رہا۔ لشکروں کا جم غفیر جو کام نہیں کر سکتا تھا، وہ شیخ قطب الدین کا دیا ہوا ایک تیر نے کر دیا تھا، اس عظیم تصرف کو دیکھ کر قباچہ پہلے سے زیادہ صوفیا کا معتقد ہو گیا۔ ملتان سے شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلی روانہ ہو گئے، بغداد سے ان کے ہمراہی رہے شیخ جلال الدین تبریزی راہی غزنی ہوئے۔ جب اس کا علم قباچہ کو ہوا، وہ شیخ جلال الدین کی خدمت میں آئے، ملتان میں مزید قیام کرنے کی گزارش کی، آپ نے فرمایا: ملتان ہمارے دوست بہاء الدین زکریا کی نگرانی میں ہے۔ شیخ الشیوخ نے ان ہی کو یہاں کی ولایت سونپی ہیں، وہ ہی اس کی نگرانی کریں گے۔

ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ:

"جلال الدین تبریزی (م: ۶۲۴ھ) تو ملتان سے غزنی چلے گئے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ قباچہ نے ملتان میں آپ کو بہت روکنے کی کوشش کی مگر آپ نہ رکے اور فرمایا: کہ یہ علاقہ بہاء الدین زکریا ملتانی کا ہے ہمارا یہاں رکنا مناسب نہیں۔"

۱۔ سیر تصوف و عرفان از ایران بہ شبہ قارہ و سہم عارفان تبریزی در آن شیخ جلال الدین تبریزی، ڈاکٹر شاہد چودھری، عضو ہیئت علمی پژوهشگاه علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، ص: 75۔

سیر العارفین میں درج ہے:

''چند روز کے بعد حضرت خلاصۃ المشائخ (خواجہ قطب الدین) وہاں سے دار الخلافہ دہلی کی طرف چلے اور شیخ جلال الدین تبریزی غزنین کی طرف چلے گئے۔ اگرچہ قباچہ نے بہت اصرار کیا کہ کچھ عرصے اپنی ذات بابرکت سے اس مقام کو اور عزت بخشیں لیکن حضرت شیخ متوجہ نہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ جگہ شیخ المشائخ بہاء الدین زکریا کے ذمے اور حوالے ہے اور ہمیشہ ان کی پناہ میں رہے گی۔''

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود

مختصر تعارف شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود

عمدۃ الابرار، قدوۃ الاخیار، برہان العاشقین، فرید الحق والدین، مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ نسباً فاروقی اور وطناً کابلی تھے۔ تاتاریوں کی ہنگامہ آرائی کے وقت آپ کے دادا لاہور تشریف لائے تھے، والد گرامی شیخ جمال الدین نے یہیں شادی کر لی اور آپ کا گھرانہ قصبہ کھتیوال کا باشندہ ہو گیا۔ آپ کی ولادت 571ھ میں اسی قصبہ میں ہوئی۔

والدہ ماجدہ شب زندہ دار تھیں، نیکی و پارسائی میں نیک نام تھیں، مستجاب الدعوات تھیں۔ ایک چور ان کی بددعا سے اندھا ہو گیا پھر دعا سے بینا ہو گیا، اس کرامت کو دیکھ کر وہ مع اہل و عیال مسلمان ہو گیا۔

شیخ فرید الدین گنج شکر نے حروف شناسی اور ناظرہ خوانی کی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے پائی۔ اس دور میں ملتان بڑا مرکز علم تھا، وقت کے جید علما ملتان میں رہتے تھے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر حصول علم کے لیے ملتان چلے آئے، قرآن کریم حفظ کیا، اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہوئے۔ ایک روز مسجد میں فقہ کی مشہور کتاب ''النافع'' کا مطالعہ کر رہے تھے۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی تشریف لائے۔ ملاقات ہوئی، گفت و شنید کا سلسلہ چلا، شیخ فرید الدین گرویدہ ہو گئے۔ بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا، شیخ قطب الدین نے قبول فرمایا۔ تعلیم کے بعد

دہلی آنے کا حکم دیا۔

مرشد گرامی کی ہدایت کے مطابق اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کی، بغداد ودیگر شہروں کے اسفار کئے، محدثین وفقہا سے اکتساب کیا۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے اکتساب فیض کے بعد واپس ملتان تشریف لائے۔ پھر دہلی میں اپنے مرشد گرامی کی صحبت اختیار فرمائی۔ دہلی میں خواجۂ بزرگ غریب نواز معین الدین چشتی سجزی سے ملاقات ہوئی، آپ نے دعاؤں سے نوازا، غیب سے بشارت ملی ''فریدرابرگزیدم''۔ میں نے فریدالدین کو اپنا برگزیدہ بنالیا۔ اس بشارت عظمیٰ کے بعد خواجۂ بزرگ نے خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی نے خلافت سے مشرف فرمایا۔

شیخ فریدالدین گنج شکر نے ریاضت شاقہ اور مجاہدۂ نفس میں کمال حاصل کیا۔

راحت القلوب صفحہ ۱۰۴ر میں ہے کہ:

''میں بیس سال عالم تفکر میں رہا ہوں، اوران بیس سالوں میں ہمیشہ کھڑا رہا ہوں، چنانچہ تمام خون پیروں میں جمع ہوکر نکلنے لگا تھا۔ اس زمانے میں نے عہد کرلیا تھا کہ کبھی ٹھنڈا پانی یا لقمہ طعام نفس کو نہ دوں گا۔''

ریاضت ومجاہدہ کے بعد شیخ فریدالدین مرشد کی اجازت لے کر ہانسی آگئے۔ مرشد نے پیش گوئی کردی تھی:

''میری موت کے وقت تم میرے پاس نہ رہوگے، میری موت کے دوتین روز کے بعد پہنچو گے۔''

ایسا ہی ہوا، شیخ فریدالدین جب ہانسی میں تھے، شیخ قطب الدین کا وصال ہوگیا، قبل وصال انہوں نے خرقہ ودیگر امانتیں شیخ حمیدالدین ناگوری کو سپرد کردی تھیں اور تاکید کردیا تھا کہ یہ امانتیں فریدالدین کو دے دی جائیں۔ آپ آئے، امانتیں وصول کیں، خرقہ زیب تن کیا اور شیخ قطب الدین کی سجادہ نشینی کا شرف پایا۔

سجادہ نشیں بنتے ہی، مخلوق آپ کی طرف رجوع کرنے لگی، آپ خلوت نشین تھے، عزلت گزینی پسند تھی، اس لیے آپ ہانسی چلے آئے۔ قیام ہانسی کی شہرت ہوئی، عوام وخواص کی بھیڑ اکٹھی ہونے لگی تو آپ اجودھن [موجودہ پاک پٹن، پاکستان] چلے آئے۔

یہاں چند سال تنہائی رہی، عبادت الٰہی کا خوب موقع ملا، پھر وہی حال ہوا جو دہلی اور ہانسی میں ہو چکا تھا۔ خلق خدا کا ہجوم ہر چہار جانب سے امنڈ پڑا، آخر کار آپ نے اس بار کو اٹھایا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ:

''تھوڑے دنوں میں ایسے مرجع انام بن گئے کہ آدھی رات تک طالبین کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔''

شیخ فرید الدین کا وصال ۶۶۴ھ میں ہوا۔ مزار اقدس قدیم اجودھن موجودہ پاک پٹن میں ہے۔ زائرین کا ہمہ وقت ازدہام رہتا ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر پر شیخ جلال الدین تبریزی کا فیضان

ملتان سے قریب ایک جگہ تھی، جس کا نام ''کھتوال'' یا ''کھتووالا'' تھا، یہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کا آبائی وطن تھا، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ، ملتان سے روانگی کے بعد کھتوال پہنچے تھے، اور یہاں قیام فرمایا تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ جہاں قیام کرتے تھے وہاں کے علماو مشائخ سے ملاقات کرتے تھے، حسب عادت یہاں بھی علماو مشائخ کی جستجو کی۔ لوگوں نے بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کا پتہ بتایا، آپ بذات خود تشریف لے گئے اور ان کو اپنے فیضان کرم سے سیراب فرمایا ہے۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی اور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی ملاقات جس زمانے میں ہوئی تھی، اس زمانے میں سلطان العارفین مشیخت و طریقت کے نیر تاباں تھے اور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اس کی روشنی و تابانی کے متلاشی تھے۔

خیر المجالس، ملفوظات چراغ دہلی میں ہے:

''عرض کیا کہ: جناب شیخ الاسلام مولانا فرید الدین کا فقر اور قصۂ ملاقات شیخ جلال الدین تبریزی بیان فرمائیں۔ پوچھا: کیا وہ نہیں لکھا؟ میں نے کہا: لکھ لیا ہے، مگر ایسے حالات آپ کی زبان سے سننے سے برکت نہایت حاصل ہوتی ہے۔ اس عرض پر دوسری حکایت شروع کی کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا فرید الدین قدس سرہٗ العزیز کے والد قصبہ گولی

وال کے قاضی تھے اور آپ کے چند صاحب زادے تھے۔ جناب شیخ الاسلام اس وقت کم عمر تھے۔ لوگ ان کو قاضی بچہ دیوانہ کہتے تھے۔

ایک بار جناب شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اس قصبہ میں پہنچے۔ لوگوں سے پوچھا۔ یہاں کوئی درویش ہے؟ انھوں نے کہا: ''ایک قاضی زادہ دیوانہ ہے۔ کہا مجھے اس کے پاس لے چلو، لوگ لے گئے۔ اس وقت شیخ جلال الدین کے پاس ایک انار تھا۔ وہی شیخ الاسلام کے روبرو رکھا۔ آپ نے اس کے ٹکڑے کر کے شیخ جلال الدین کو دیا کہ لوگوں میں تقسیم کر دیں اور چونکہ روزہ دار تھے خود نہ کھایا۔'' [۱]

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ فرید الدین گنج شکر کی یہ پہلی ملاقات تھی، اس کے بعد بھی ان دونوں بزرگوں کی ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے ساتھ ایک ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ملاقات میں شیخ جلال الدین تبریزی نے مقام قرش کی روداد سفر شیخ قطب الدین بختیار کی کو سنائی ہے۔ شیخ فرالدین گنج شکر اس وقت ان بزرگوں کے ساتھ موجود تھے۔

❁

انار کے ایک دانہ کی برکت

شیخ فرید الدین روزہ دار ہونے کی وجہ سے شیخ جلال الدین تبریزی کا پیش کردہ انار تناول نہیں کر سکے تھے۔ شیخ تبریزی کے جانے کے بعد زمین پر ایک دانہ گر پڑا ملا تھا، اس ایک دانہ کو شیخ فرید نے تناول کیا تھا اور ان کے دل کی دنیا بدل گئی تھی۔

خیر المجالس میں ہے:

''جب شیخ جلال الدین اور حاضرین مجلس لوٹ آئے۔ ایک دانہ اس انار کا زمین پر پڑا ہوا ملا۔ شیخ الاسلام نے اسے اٹھا کر گوشۂ دستار میں باندھ لیا اور روزہ اس سے کھولا، اس کے کھانے سے دل میں نورانیت و صفائی پیدا ہوئی۔ دل میں کہا افسوس! ایک دانہ ملا، اگر میں

۱۔ خیر المجالس، ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ دہلی۔ حمید شاعر قلندر اردو ترجمہ بنام سراج المجالس۔ ناشر: واحد بک ڈپو، جونا مارکیٹ کراچی، پاکستان، ص: ۲۲۶۔۲۲۷؛ یہی واقعہ کچھ مختلف الفاظ و تفاصیل کے ساتھ، جوامع الکلم ملفوظات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز میں منقول ہے: ص: ۵۴۵۔

وہ سب انار کھاتا تو خدا جانے کیا صفائی ہوتی۔

ہمیشہ یہ افسوس فرماتے، یہاں تک کہ دہلی آگئے اور خدمت شیخ الاسلام مولانا قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز سے سعادت ملازمت حاصل کی۔ آپ نے بہ نور باطنی خطرۂ دل پر مطلع ہو کر فرمایا: اے مولانا فرید! کیا ہر بار دل میں افسوس کرتے ہو کہ اگر تمام انار کھاتا تو کیا کچھ فائدۂ باطنی ہوتا۔ اے عزیز! ہر انار میں ایک دانہ کام کا ہوا کرتا ہے، وہ خود اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب کیا جو تم نے کھالیا، باقی سب بے کار تھا۔ اس دن سے حضرت شیخ [فریدالدین] کو اطمینان کلی ہوا۔"[۱]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی اور بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کے اس ملاقات کا ذکر ملفوظات مشائخ میں مسلسل ملتا ہے۔ ہم نے یہاں چراغ ہند شیخ نصیرالدین محمود دہلی کے ملفوظات سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ نے انار کے ٹکڑے کئے، شیخ جلال الدین تبریزی کو دیا، حاضرین میں تقسیم کرنے کو کہا، چنانچہ اس جملہ میں اس کی صراحت موجود ہے:

"آپ نے اس کے ٹکڑے کر کے شیخ جلال الدین کو دیا کہ لوگوں میں تقسیم کردیں۔" یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت حضرت فریدالدین گنج شکر کی عمر چھوٹی تھی، اس عمر میں ادب کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے بڑوں کو حکم نہیں کرتے۔ ہم یہاں دیگر کتب مشائخ سے اس حقیقت کا پتہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں:

سیر الاولیا میں لکھا ہے:

"شیخ جلال الدین قصد ملاقات شیخ شیوخ العالم فریدالدین کرد و در اثنائے راہ مردے یک انار بخدمت شیخ جلال الدین آورد، شیخ جلال الدین ہماں را دست کردہ بخدمت شیخ شیوخ العالم فریدالدین آمد، بعد ملاقات بنشستند، شیخ جلال الدین تبریزی آں انار پارہ کرد و خوردن گرفت، شیخ شیوخ العالم فریدالدین صائم بود افطار نکرد۔"[۲]

"شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ فریدالدین کی ملاقات کے ارادے سے روانہ

---

[۱] ۔ مرجع سابق، ۵۴۶۔

[۲] ۔ سیر الاولیا، سید محمد مبارک علوی کرمانی، مطبع محب ہند، دہلی، سال اشاعت 1302ھ، ص: 62، 63۔

ہوئے، راستے میں ایک شخص ملا، ایک انار ان کی خدمت میں پیش کیا، شیخ جلال الدین نے وہ انار لے لیا، وہ انار لیے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے، ملاقات کے بعد جب بیٹھے، تو شیخ جلال تبریزی نے اس انار کو توڑ کر کھانا شروع کیا، حضرت بابا فرید گنج شکر چوں کہ روزے سے تھے، اس لیے آپ نے نہیں کھایا۔"[۱]

سیر العارفین کی عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

[۱] وہ انار شیخ جلال الدین تبریزی کو کسی مرد خدا نے دیا تھا، اس انار کی برکت دیکھ کر یہ کہنا حقیقت سے پرے نہیں کہ وہ مرد خدا حضرت خضر علیہ السلام تھے یا اللہ عزوجل کا کوئی محبوب بندہ!

[۲] سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے خود اس انار کو توڑا، تناول فرمایا، دوسری روایت کے مطابق حاضرین نے بھی اس انار سے حصہ پایا۔

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ فرید الدین گنج شکر کی ملاقاتیں

اوراق سابقہ سے آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے از خود بابا فرید الدین مسعود گنج شکر سے ملاقات کی تھی، یہ ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب شیخ مسعود گنج شکر کا بچپنا تھا، وہ ملتان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ حصول علم کے لیے بغداد نہیں گئے تھے۔ ملتان کی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد شیخ مسعود گنج شکر بغداد گئے، اکابر علما و مشائخ سے علم حاصل کیا، شاید اسی دوران ان کی ملاقات شیخ جلال الدین تبریزی سے ہوئی۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ میں بغداد میں بطور مسافر وارد تھا، اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی مجلس میں حاضر تھا، اور دوسرے بزرگ مثلاً شیخ جلال الدین تبریزی، بہاء الدین سہروردی، شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ بہاء الدین سیوستانی حاضر خدمت تھے، خرقہ پہننے کے بارے

۱۔ سیر الاولیا، سید محمد مبارک کرمانی معروف بہ امیر خورد، ترجمہ، اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ، اپر مال، لاہور، طبع چہارم، 1996ء، ص:153۔

میں گفتگو شروع ہوئی، اتنے میں شیخ بہاء الدین کے فرزند نے آکر خرقہ کے لیے التماس کی۔ شیخ شہاب الدین نے فرمایا کہ: آج معاف رکھو، کل آنا اور خرقہ آپ کو دیا جائے گا۔"[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی جب بھارت آئے تھے۔ شیخ مسعود گنج شکر "بچہ دیوانہ" تھے۔ عین جوانی کی عمر میں وہ بغداد گئے تھے۔ ان کا حصول علم کے لیے بغداد جانا یقینی امر ہے۔ بھارت آنے کے بعد شیخ جلال الدین تبریزی کا دوبارہ بغداد جانا مشہور نہیں ہے۔ ہمیں صرف ایک حوالہ دریافت ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی متعدد بار وارد بھارت ہوئے تھے۔

سید حسین الدین احمد منعمی لکھتے ہیں:

"حضرت مخدوم جلال الدین تبریزی اپنی سیر وسیاحت کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ متعدد مرتبہ ہندوستان تشریف لائے اور مختلف مقامات کی سیاحت فرمائی اور یہیں کی خاک میں آسودہ ہیں۔"[۲]

حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تعالی کے پیش نظر یقیناً کوئی نہ کوئی ماخذ رہا ہوگا، ہمارا ناقص مطالعہ وہاں تک نہیں پہنچ پایا۔

شیخ العالم فرید الدین مسعود علیہ الرحمہ نے اپنے ملفوظات میں شیخ جلال الدین تبریزی کی کئی ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وقتی من و شیخ جلال الدین تبریزی یکجا بودیم کہ علم چراغے است کہ در قندیل آبگینہ پاک کہ جملہ ناسوت وملکوت از و روشن است و در علم مشغول است و ورا از تاریکی چہ باک کہ در جسم او ہمہ عالم روشن است۔"

ایک روز ہم اور شیخ جلال الدین تبریزی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ذکر ہوا کہ علم کی مثال شیشے کی قندیل میں ایک ایک روشن چراغ کی سی ہے، جس سے کل عالم ناسوت وملکوت

---

[۱]۔ اسرار الاولیا، ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، مرتب، بدر الدین اسحاق، مترجم، محمد معین الدین دردائی، نفیس اکیڈمی، 1971ء، ص:67۔

[۲]۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابوالعلائی، گیا، بہار، سال اشاعت ندارد، ص:11۔

روشن ہیں، جو اس کے پرتو سے مستفیض ہوا، اسے تاریکی کا اندیشہ نہیں۔“[1]

۱۔ راحت القلوب ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، مترجم، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، بار دوم، 1406ھ، ص:116؛ نسخہ فارسی، ص:36۔

باب پنجم

قیام دہلی

شیخ جلال الدین تبریزی کا دہلی میں قیام

دھلی میں آمد اور سلطان التمش کا تاریخی استقبال

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی ملتان سے غزنی پھر دہلی آئے۔ دہلی ہندوستان کا دار الخلافہ تھا، سلطان شمس الدین التمش فرماں رواں تھے، وہ شیخ جلال الدین تبریزی کے فضائل وکمالات سے واقف تھے، انھیں علم ہوا کہ شیخ جلال الدین تبریزی اپنے قدوم میمنت سے دہلی کو شرف بخشنے والے ہیں۔ خود شہر سے باہر نکلے، ان کا استقبال کیا۔

سیر العارفین میں ہے:

''حضرت شیخ فخر الدین زرواری سے منقول ہے کہ جس زمانے میں شیخ جلال الدین تبریزی بغداد سے دار الخلافہ دہلی آئے، سلطان شمس الدین التمش کا زمانہ تھا۔ سلطان مذکور شیخ جلال الدین کے کمالات سے بخوبی واقف تھا۔ وہ حضرت کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا۔ اس زمانے میں وہاں کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ تھے، وہ بھی سلطان کے ہمراہ دوسرے شیوخ کے ساتھ آئے، جب سلطان نے شیخ جلال الدین کو دیکھا تو وہ گھوڑے سے اتر آیا، ان کی طرف دوڑا، ملاقات کی اور حضرت شیخ کو اپنے ہمراہ لے کر چل دیا۔''[۱]

سلطان شمس الدین التمش، شیخ جلال الدین تبریزی کو شاہی محل میں لے آئے، کس شان سے لے آئے؟ ثمرات القدس کی یہ عبارت دیکھئے:

''چوں وی از بغداد متوجہ دہلی گردید وبعد از قطع مسافت بہ یک فرسخی شہر رسید، سلطان شمس الدین ایلتمش از قدوم بہجت لزوم خبر دار گردید واستقبال نمود، وچوب محفۂ وی را برکتف خود بنہاد، وشاہزادگان وامرا وامرازادگان را امر فرمود کہ تا بہ شہر کتف برکتف محفۂ وی

۱۔ سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 241؛ سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج1، ص165۔

را بہ تبرک می ربودہ باشند۔ بہ موجب امر سلطان آں جماعت تا بہ شہر کتف بر کتف محفہ وی را آوردند۔"

شیخ جلال الدین تبریزی جب بغداد سے جانب دہلی چلے، سفر کرتے کرتے دہلی تک پہنچے، ایک فرسنگ فاصلہ رہ گیا، سلطان شمس الدین التمش کو آپ کی مسرت آنگین تشریف آوری کا علم ہوا، خود استقبال کے لیے آئے، آپ کی سنگھاسن کا پایہ اپنے کاندھے پر اٹھایا، شہزادگان، امرا اور شہزادگانِ امرا کو حکم دیا کہ اسی طرح شانہ بشانہ شہر تک لے آئیں، اس سے تمھیں برکتیں ملیں گی، سلطان نے جیسا حکم دیا اسی طرح یہ لوگ شانہ بشانہ آپ کی پالکی لے کر شہر میں آئے۔"[۱]

سلطان شمس الدین التمش کا یہ طریقہ استقبال شاہد ہے کہ وہ ایک علم دوست بادشاہ تھا، شاہزادوں اور درباریوں کو بھی علم دوستی کا درس دیتا تھا۔ اس بے مثال استقبال سے سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی عظمت وشان کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بھارت میں ان کی یہ پہلی آمد تھی، ان کے کشف وکرامات اور علم ودانش کا چرچا کانوں نے سنا تھا، شخصیت کو آنکھوں نے دیکھا نہیں تھا، بن دیکھے سلطان دہلی نے جو توقیر کی، وہ اپنے آپ میں بے نظیر تھی۔

بیت الجن میں قیام

شمس الدین التمش سلطان تھے، ان کے دربار میں اہل علموں کی کوئی کمی نہ تھی، وہ چاہتے تو کسی بھی نیک خدا رسیدہ بزرگ تک رسائی حاصل کر سکتے تھے۔ ان کو اپنے دربار میں بلا سکتے تھے، ان کے پاس خود جا سکتے تھے۔ سلطان العارفین سے ان کی گہری عقیدت ان کی مردم شناسی کی بے پناہ صلاحیت کو اجاگر کرتی ہے۔ وہ چاہتے تھے، شیخ جلال الدین تبریزی کا قیام ان کے شاہی محل میں ہو مگر ایسا نہیں ہو سکا، اس کی وجہ یہ تھی کہ دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغری تھے، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے استقبالیہ میں بادشاہ نے ان

۱۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص:896۔

کو بھی ساتھ رکھ لیا تھا، انہوں نے ماتھے کی آنکھوں سے شیخ جلال الدین تبریزی کے استقبالیہ نظم و نسق کو دیکھا تھا، سلطان کی طرف سے اس قدر عزت افزائی سے ان کا دل کڑھنے لگا تھا۔ ان کو یہ خوف ستانے لگا تھا کہ جس طرح سلطان نے ان کو عزت دی ہے، عین ممکن ہے کہ ان کو ''شیخ الاسلام'' کا عہدہ دے دیں۔

ثمرات القدس میں ہے:

''درآں معرکہ شیخ نجم الدین صغری کہ یکے از مشائخ ہند بود از سلطان بہ خطاب شیخ الاسلامی مفتخر گردیدہ، چوں ایں ہمہ اعزاز و اکرام از سلطان در بارۂ شیخ بدید، بترسید کہ مبادا آں منصب از وی منتقل گردد۔''

''مشائخ ہند میں نجم الدین صغری نام کے ایک شیخ تھے، وہ شیخ جلال الدین کے استقبالیہ میں شامل تھے، سلطان ہند کی طرف سے ان کو شیخ الاسلام کا قابل فخر عہدہ دیا گیا تھا، انہوں نے سلطان کی جانب سے شیخ جلال الدین تبریزی کا اعزاز و اکرام دیکھا تھا، وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں ان سے عہدۂ شیخ الاسلام چھین نہ لیا جائے۔''[۱]

بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ الاسلام نجم الدین صغری کو سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی سے ایک گونہ حسد پیدا ہو گیا تھا، اس لیے انہوں نے سلطان کو ایک ایسا مشورہ دیا جو خود ان کی شان کے خلاف تھا۔

شیخ فضل اللہ جمالی لکھتے ہیں:

''سلطان نے شیخ نجم الدین صغریٰ سے کہا کہ: حضرت شیخ (جلال الدین تبریزی) کو کس جگہ ٹھہرایا جائے؟ کوئی ایسی جگہ تجویز کرنی چاہیے جو میرے نزدیک ہو تاکہ وقتاً فوقتاً ان سے نیاز حاصل کرسکوں۔ شیخ نجم الدین کو حسد پیدا ہوا۔ سلطان کے محل کے برابر ایک اچھا مکان تھا جس پر جن قبضہ کیے ہوئے تھے، کسی شخص کی یہ طاقت نہ تھی کہ اس مکان کے قریب بھی جاسکے، اس گھر کو بیت الجن کہتے تھے۔ وہ ہمیشہ مقفل رہتا تھا، انہوں (نجم الدین صغریٰ) نے سوچا کہ شیخ (جلال الدین تبریزی) کو بیت الجن میں اتارنا چاہیے۔ سلطان نے کہا ایسے عزیز مہمان کو خوف و وحشت کے مکان میں کیوں اتارتے ہو؟ شیخ نجم الدین نے کہا

۱۔ نفس صفحہ نفس مرجع۔

کہ (یہ معاملہ) دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا۔ وہ یہ کہ یہ مرد کامل ہے یا ناقص، اگر کامل ہے تو مکان کو جنوں سے خالی کرالے گا، اگر ناقص ہے تو اس کی سزا بھی ہونی چاہیے کہ جن اس کو نہ چھوڑیں۔"[۱]

ثمرات القدس کی روایت کے مطابق سلطان التمش نے شیخ الاسلام سے مشورہ طلب نہیں کیا تھا، انہوں نے از خود کہا تھا کہ دیوان خانہ سلطان کے نزدیک ایک مکان ہے، جس میں جنوں کا قبضہ ہے، شیخ جلال الدین تبریزی کو اسی میں ٹھہرایا جائے، اس سے ان کی حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

شیخ جلال الدین تبریزی کے نام سے جنات بھاگتے ہیں

سلطان دہلی شمس الدین التمش درویش صفت انسان تھے، اپنے گھر آئے مہمان کو بیت الجن میں ٹھہرانا انہیں منظور نہیں تھا، وہ اپنے مہمان کی فکر میں تھے، انہیں خوف لگا تھا کہ مبادا جنات مہمان کو نقصان نہ پہنچادیں۔ شیخ الاسلام نجم الدین صغری نے بیت الجن میں قیام کا جو جواز پیش کیا تھا، وہ معقول تھا، اس لیے سلطان ہند نے اس مشورہ کو شرف قبول بخشا اور بیت الجن میں شیخ جلال الدین تبریزی کا قیام طے پایا۔

فراست مومن بڑی چیز ہوتی ہے، حدیث پاک میں مومن کی فراست سے ڈرنے کا حکم آیا ہے:

"عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مومن کی فراست سے ڈرو، اس لیے کہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔"[۲]

---

[۱] سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 241، 242؛ سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج 1، ص 165

[۲] سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج: 5، ص: 298، حدیث نمبر، 3127۔

سلطان شمس الدین التمش اور شیخ الاسلام نجم الدین صغری کے مابین رازدرانہ طریقے سے گفتگو ہورہی تھی لیکن سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی نے اپنی فراست سے جان لیا کہ مجھے بیت الجن میں رکھنے کی بات چل رہی ہے۔

مولانا شیخ حامد بن فضل اللہ لکھتے ہیں:

''منقول ہے وہ یہ گفتگو آہستہ کررہے تھے، حضرت شیخ (جلال الدین تبریزی) نور باطن سے سمجھ گئے اور فرمایا کہ نجم الدین! اس مکان کی کنجی ملنی چاہیے تاکہ اپنے پہنچنے سے پہلے ایک درویش صفائی کے لیے بھیج دوں، کنجی لائی گئی، حضرت نے ترابی نامی ایک خادم کو بلایا، کنجی اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ! دروازے کا تالا کھولو اور اندر داخل ہوکر بلند آواز سے کہو: اے جنو! شیخ جلال تبریزی آتا ہے، جلد باہر نکل جاؤ۔ ایک مدت تک تم اس میں رہے، اب شیخ یہاں قیام کریں گے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت وہ خادم مکان میں پہنچا اور یہ آواز دی تو جنوں میں ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوگیا اور سب ایک دم باہر نکل گئے اور حضرت (شیخ جلال الدین تبریزی) نے اس مکان میں قیام کیا۔''[۱]

بعض تذکرہ نویسوں نے بیت الجن کا تالا کھولنے والے خادم کا نام ''تراب'' لکھا ہے۔ اس واقعہ کے راوی سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین اولیا دہلوی کے خلیفہ علامہ شیخ زراوی ہیں۔ یہ وہی علامہ ہیں جنھوں نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان بنگالی کو صرف چھ ماہ کی قلیل مدت میں عالم جلیل بنادیا تھا۔''[۲]

شیخ جلال الدین تبریزی کے فیضان سے عوام نے جنات کا ہنگامہ دیکھا

معمول و معہود یہ ہے کہ جنات کی نقل و حرکت، شکل و صورت، بھاگ دوڑ اور ہنگامہ آرائی انسانی نگاہوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔ اللہ کریم نے ان دونوں مخلوق کو الگ الگ مادہ

۱۔ سیر العارفین مترجم محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 242، ملخصاً۔

۲۔ تفصیل دیکھیے: تذکرۃ الواصلین، تالیف مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، ترتیب جدید، عبد العلیم قادری مجیدی، ناشر تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں شریف، طبع جدید، بہ موقع عرس قادری محرام الحرام 1437ھ/اکتوبر 2015ء، ص: 78، 79۔

سے پیدا کیا ہے، انسان کو مٹی سے اور جنات کو آگ سے، اس نے اسی دنیا میں دونوں کو بسایا ہے لیکن اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ان کے لیے انوکھا نظام قائم کیا ہے۔ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا نام سن کر جنات کے درمیان ہنگامہ برپا ہوا، وہ بے تحاشہ اپنے مسکن سے باہر کی طرف بھاگنے لگے۔ معہود طریقہ کے مطابق ان کی بھاگ دوڑ اور ہنگامہ آرائی انسانی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا چاہیے لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کی نگاہ ناز کی برکت تھی کہ انسانی آبادی نے جنات کی ہنگامہ خیزی کو اپنی نگاہوں سے دیکھا۔

ثمرات القدس میں لکھا ہے:

''چوں خادم درآں جا برفت ایں سخن را بہ آواز بلند بگفت، تفرقۂ عظیم درمیان آں طائفہ افتاد، خلائق معائینہ می دیدند کہ گروہ در گروہ نوحہ وزاری کناں از آں عمارت بیرون می رفتند و بہ اطراف جہاں متفرق می گردیدند۔''

''جب خادم بیت الجن میں پہنچ کر یہ بات بآواز بلند کہی، گروہ جنات میں عظیم بھاگ دوڑ پیدا ہوگئی، بندگان خدا نے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا کہ جنات گروہ در گروہ اس مکان سے باہر نکل رہے ہیں اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہے ہیں۔''[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی کرامت کا ظہور ہوا، سلطان شمس الدین التمش کے علاوہ حاضرین دربار نے دیکھا، نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان دہلی کی عقیدت میں صد گونا اضافہ ہوا اور شیخ الاسلام نجم الدین صغری کے حسد کی آگ صد گونا تیز ہوئی۔

''سلطان را بعد از آں کہ ایں کرامت معاینہ افتاد، اعتقاد از آں چہ بود صد چنداں گشت از ازیں رہگذار آتش حسد جناب شیخ الاسلامی تیز تر گردید و در پے آزار شیخ از آں چہ بود زیادہ تر گشت۔''

سلطان نے جب اپنی آنکھوں سے یہ کرامت دیکھی، شیخ جلال الدین تبریزی سے ان کی عقیدت صد گونا بڑھ گئی، وہیں شیخ الاسلام کی آتش حسد تیز تر ہوگئی اور وہ پہلے

۱۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 897۔

سے زیادہ شیخ جلال الدین تبریزی کے درپئے آزار ہو گئے۔"[۱]

۞

شیخ نجم الدین صغریٰ کی آتش حسد کی تیزی

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ قائم اللیل بزرگ تھے، شب زندہ دار تھے، وہ پوری رات عبادت و ریاضت اور مراقبہ ومحاسبہ میں گذار دیتے تھے، روایتوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ وضوئے عشا سے نماز فجر ادا کرتے تھے، فجر کی نماز کے بعد سویا کرتے تھے۔ حسب معمول ایک دن سوئے ہوئے تھے، شیخ الاسلام نے دیکھ لیا، بادشاہ کو ورغلانے کا موقع پا گیا۔ واقعہ کی پوری تفصیل سیر العارفین میں مولانا حامد بن فضل اللہ چشتی نے لکھا ہے، ہم جناب محمد ایوب قادری صاحب کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

"شیخ ابو القاسم جلال الدین تبریزی آزاد پیر تھے۔ وہ اکثر فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کرتے تھے۔ صبح فجر کی نماز ادا کرتے، فجر سے نماز چاشت تک پلنگ پر آرام فرماتے۔ اس زمانے میں (شیخ نے) ایک ہزار پانچ سو دینار میں ایک خوبصورت ترک غلام خرید کیا تھا، وہ غلام حسن وزیبائی میں بے مثل تھا اور نہایت عمدگی سے ساز بجاتا تھا۔ حضرت شیخ اس کو بہت دوست رکھتے تھے۔

بہار کا موسم تھا۔ سلطان شمس الدین التمش جس بالا خانے پر رہتا تھا وہاں سے حضرت (تبریزی) کا صحن خانہ نظر آتا تھا۔ ایک دن سلطان شمس الدین نے شیخ نجم الدین صغریٰ کو کسی مصلحت سے صبح سے قبل ہی اپنے پاس بلایا۔ انھوں نے فجر کی نماز کی امامت کی۔ شیخ جلال الدین تبریزی حسب عادت فجر کی نماز ادا کر کے صحن خانہ میں ایک پلنگ پر آرام کر رہے تھے اور ترک غلام آپ کے پیر دبا رہا تھا۔ جب سلطان نے فجر کی نماز ادا کی، شیخ نجم الدین صغریٰ کی نظر حضرت شیخ جلال الدین تبریزی پر پڑی، دیکھا کہ منہ پر رضائی ڈالے سو رہے ہیں اور غلام مذکور ان کے پیر دبا رہا ہے (نجم الدین صغریٰ) نے فوراً سلطان کا ہاتھ پکڑا، بالا خانے کے کنارے پر لائے اور کہا کہ آپ ایسے درویشوں پر اعتقاد رکھتے ہیں، یہ کونسا

۱۔ مرجع سابق، نفس صفحہ۔

وقت سونے کا ہے؟ اور اس حسین غلام کو اپنے پاس رکھنا کیا معنی رکھتا ہے۔ سلطان نے جواب دیا شاید فجر کی نماز کے بعد کچھ آرام کر رہے ہوں اور یہ بھی کوئی [اعتراض کی] بات نہیں کہ ایک پاک ہستی کے پاس حسین اور چلبلا غلام ہو۔"[۱]

صاحب ثمرات القدس کی روایت کے مطابق شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو معلوم تھا؛ جب فجر کا اول وقت ہوتا ہے، شیخ جلال الدین تبریزی اسی وقت نماز فجر ادا کر لیتے ہیں، پھر چاشت کے وقت تک آرام کرتے ہیں۔ ان کے دل میں شیخ جلال الدین تبریزی کے تعلق سے حسد پیدا ہو چکا تھا، وہ اپنی آتش حسد بجھانے کے لیے خود سلطان کے محل میں آیا تھا، سلطان نے بلایا نہیں تھا، یہ شنبہ کا دن تھا، نجم الدین نے نماز صبح سلطان کے ساتھ ادا کی، سلطان کو لے کر بالکنی میں گیا، شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کو استراحت کی حالت میں دکھایا اور ان کے بارے میں سلطان کو بدگماں کرنے کی کوشش کی۔

"اتفاقاً صباح شنبہ نماز فجر را بطریق عادت خویش گزاردہ بخواب رفتہ بود، وغلام ترک صاحب جمال خادمی می نمود، شیخ الاسلامی مذکور از آں حال واقف گردید، ونزد سلطان آمد، وسلطان بر بامی کے مشرف برآں کہ بود کہ خدمت وی درآں جامی بود برآمد، وسلطان را بر کنار بام آورد وگفت، بر کسے کہ شما را اعتقاد بر قطبیت اوست بر احوال وی نظر کنید کہ در وقتی کہ نماز صبح باید گزاردہ واوراد واذکار بہ تقدیم باید رسانید، درخواب غفلت بسر می برد وبا سادہ روئے صحبت می وارد"۔ شیخ جلال الدین تبریزی روز شنبہ کی صبح حسب عادت نماز فجر کے بعد آرام کرنے لگے، حسین وجمیل ترکی غلام خدمت کرنے لگا، شیخ الاسلام کو اس عادت کا علم تھا، وہ سلطان کے پاس آیا، سلطان کو اس دروازے کے پاس لے گیا جہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی کی خواب گاہ نظر آتی تھی، سلطان کو دروازہ کے پاس بلا کر دکھایا اور کہا کہ: جس کی قطبیت پر آپ کا اعتقاد ہے، اس کا حال دیکھئے! جو وقت، نماز فجر ادا کر کے اوراد واذکار میں گزارنے کا ہے اس وقت کو یہ خواب غفلت میں گزار رہے

---

[۱] سیر العارفین مترجم محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:243۔

ہیں۔مزید یہ ہے کہ خوب صورت غلام کو اپنی صحبت میں رکھے ہوئے ہیں۔"[۱]

شیخ الاسلام نجم الدین صغری کو ندامت

شیخ الاسلام نجم الدین صغری کو سلطان شمس الدین التمش نے بلایا ہو یا شیخ الاسلام نے از خود حاضری دی ہو، دونوں پہلو کے مدنظر یہ بات سامنے آتی ہے کہ شیخ الاسلام کے دل میں، شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی عقیدت نہیں تھی، ان کو اپنا عہدہ پیارا تھا، وہ انسانوں کا دیا ہوا عہدہ کھونا نہیں چاہتے تھے، ان کے دل میں اپنا عہدہ کھو جانے کا خوف سمایا ہوا تھا، اس لیے وہ حسد کی آگ میں جھلس رہے تھے۔

حسد بدترین صفت ہے، بڑا گناہ ہے، یہ آسمان کا سب سے پہلا گناہ ہے جو ابلیس سے سرزد ہوا تھا اور زمین کا بھی سب سے پہلا گناہ ہے جو قابیل نے کیا تھا۔حسد کا انجام بھی اچھا نہیں رہا، وہ حاسد کے لیے بے چینی پیدا کرتا ہے۔شرمندگی اور ندامت کا باعث ہوتا ہے۔شیخ الاسلام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔شیخ جلال الدین تبریزی روشن ضمیر بزرگ تھے، وہ دل کی کیفیات پر مطلع ہو جاتے تھے، یہاں تو دل کی بات زبان تک آچکی تھی، جو سلطان دہلی التمش اور شیخ نجم الدین صغری کے درمیان ہو رہی تھی۔

اللہ عزوجل نے کمزور و نحیف مخلوق چیونٹی کی آواز اپنے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے کانوں تک پہنچادی، یہاں بھی اس نے چاہا، شیخ الاسلام نجم الدین صغری کی آواز سلطان العارفین شیخ جلال الدین کے کانوں تک پہنچادی، انہوں نے دونوں کے مابین ہو رہی گفتگو سماعت کی، اپنے چہرے سے رضائی ہٹائی اور باآواز بلند جواباً ارشاد فرمایا:

"اے نجم الدین! اگر تم اس سے پہلے دیکھتے تو اس غلام کو بغل میں پاتے۔سلطان شمس الدین نے شیخ نجم الدین صغری سے کہا کہ: شیخ! تم نے میری اور اپنی دونوں کی فضیحت کرائی۔تم کو لوگ یہ کہیں گے کہ کیسا شخص شیخ الاسلام ہے کہ جس کو اس قدر بھی صفائی باطن نہیں ہے کہ وہ حقیقت حال کو جان سکے اور مجھ کو کہیں گے کہ اس کو اتنی بھی فہم و فراست نہیں ہے کہ کسی

۱۔ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 897، 898۔

باصفا اور بااخلاق شیخ کو درویشوں اور مؤمنین پر شیخ الاسلام بناتا۔''[1]

شیخ الاسلام نجم الدین صغری کی تہمت تراشی

انسان جب حسد کی آگ میں جلتا ہے تو اس کی سوچ وفکر میں بھی آگ لگ جاتی ہے، دل جلتا ہے، دماغ سوزی ہوتی ہے، شیخ الاسلام نجم الدین صغری کا بھی یہی حال تھا، ان کے دل میں حسد کی آگ لگ چکی تھی، ان کی سوچ وفکر آتش حسد میں جھلس رہی تھی، درست سوچ اور صحیح فکر ان سے دور ہو چکی تھی۔ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی خداداد عظمت وجلالت سے ان کو کڑھن تھی، وہ ہر حال میں سلطان العارفین کو بدنام کرنا چاہتے تھے۔ اس بار انہوں نے ایسا اقدام کیا تھا جسے کرتے ہوئے ایک عام مسلمان بھی ہزار بار سوچے گا لیکن وہ ایک بار بھی سوچ نہیں پائے، حسد نے انہیں بہتر سوچنے کے لائق رکھا ہی نہیں تھا۔ سلطان العارفین شیخ جلال الدین پر ان کے گھنونا الزام کو پڑھ کر انہیں شیخ الاسلام لکھتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے۔

ثمرات القدس میں ہے:

''جناب شیخ الاسلامی را آتش بغض وحسد بیشتر از پیشتر زبانہ زدن گرفت ودر پے اہانت شیخ شد، چوں خدمت شیخ را نغمۂ خوش سری بود، اکثر از اہل نغمہ از ذکور واناث در خدمت وی می رفتند واز آں جملہ زنی مطربہ بود کہ نغمہ را بسیار خوب می گفت وشیخ دائم وی را طلبید و از وی نغمہ می شنید، شیخ الاسلامی ایں معنی را پی بردہ آں زن مطربہ را نزد خود طلب داشت ومبلغ خطیر بہ وی داد وگفت کہ می باید کہ نزد سلطان روی وبہ طریق استغاثہ بگوئی کہ مرا جلال الدین تبریزی بہ بہانہ سماع طلب می داد وبا من چناں وچنیں بکرد۔''

جناب شیخ الاسلام نجم الدین کی آتش بغض وحسد پہلے سے زیادہ تیز ہونے لگی، وہ شیخ جلال الدین تبریزی کی اہانت کے درپے ہو گئے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کو نغمہ بہت پسند تھا، خوش گلو خواتین ومردان کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ان خواتین میں ایک مطربہ تھی، بہتر گاتی تھی، اکثر وبیشتر شیخ جلال الدین ان کو بلایا کرتے تھے اور نغمہ سنا کرتے

---

[1] ۔ سیر العارفین مترجم محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:243۔

تھے۔ شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو موقع ہاتھ آ گیا، مطربہ کو اپنے پاس بلایا، ایک خطیر رقم دی اور کہا: تم سلطان کے پاس جاؤ اور بطور استغاثہ کہو کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے مجھے سماع کے بہانے بلایا اور ایسی ویسی حرکتیں کیں۔"[۱]

شیخ حامد جمالی قدس سرہ نے قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کے الفاظ کا ترجمہ ہے:

"سید خورد مبارک کرمانی سے منقول ہے کہ شیخ نجم الدین صغریٰ کا شیخ جلال سے حسد سو گنا ہو گیا۔ وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتے کہ حضرت (جلال تبریزی) کی شان میں کوئی تہمت اور بہتان لگائیں۔ شہر دہلی میں ایک گانے والی تھی، نہایت حسین اور بہت خوب گانے والی، شہر کے اکثر رؤساء اس سے رغبت کرتے۔ کبھی کبھی وہ حضرت (جلال تبریزی) کی خدمت میں بھی آتی اور شیخ نجم الدین کے پاس بھی جاتی۔ اس عورت کا نام گوہر تھا۔

شیخ نجم الدین نے اس کو سکھایا کہ اگر تو حضرت جلال الدین کے فعل بد کا اقرار کر لے اور جس جگہ میں کہلوانا چاہوں وہاں حاضر ہو کر کہہ دے کہ شیخ مذکور نے میرے ساتھ فعل بد کا ارتکاب کیا ہے تو میں تجھ کو پانچ سو دینار دوں گا جن میں سے دو سو پچاس دینار اسی وقت تجھ کو دے دوں گا اور دو سو پچاس دینار ایسے امین کے پاس امانت رکھتا ہوں کہ جو راز کو فاش نہیں کرے گا اور جس روز تو شیخ مذکور کی موجودگی میں حاضرین کے سامنے یہ تقریر کر دے گی تو یہ دو سو پچاس دینار بھی اس امین سے لے لینا۔ اس گانے والی نے دیکھا کہ رقم کافی ہے اور میں فاحشہ عورت ہوں، اس بات کے کہنے سے میرا کیا بگڑتا ہے۔ اس نے نہایت رغبت سے یہ بات قبول کر لی۔ شیخ نجم الدین نے دو سو پچاس دینار اس کو دے دیے اور بقیہ دو سو پچاس دینار ایک بقال کے پاس رکھوا دیئے جس کا نام احمد شرف تھا اور اس مطربہ کا سامنا کرا دیا کہ بہتان لگانے کے بعد وہ دینار اس سے لے لے۔

اس بات کے طے ہو جانے کے بعد اس نامعقول شیخ (نجم الدین صغریٰ) نے اس بزرگ (شیخ جلال تبریزی) کے حق میں اس تہمت کو شہرت دی، بے دینی کا طریقہ اختیار

۱۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 898۔

کیا۔[۱]

تذکرۃ الواصلین مصنفہ بسمل بدایونی میں جس سبزی فروش کے پاس دوسو پچاس دینار بطور امانت رکھے گئے تھے، اس کا نام ''احمد مشرف'' لکھا گیا ہے۔ملفوظات مشائخ چشت میں اس واقعہ کا ذکر بکثرت ہوا ہے۔ان میں ''احمد شرف'' نام لکھا ہوا ہے۔تذکرۃ الواصلین میں شاید کتابت کی غلطی سے شرف کی جگہ مشرف لکھ دیا گیا ہے۔[۲]

خلاصۃ العارفین میں لکھا ہے کہ شیخ نجم الدین صغری کی تہمت تراشی بے ریش لڑکوں کے ساتھ اختلاط کی تھی۔فیصل کے سامنے خاتون نہیں، امرد لڑکا کو پیش کیا گیا تھا۔نیز اس میں یہ بھی درج ہے کہ شیخ نجم الدین صغری نے اس لڑکے سے تہمت تراشی کا معاوضہ سات سو روپے طے کیا تھا۔طوالت سے بچنے لیے ہم فارسی عبارت کی بجائے اس کے ایک حصہ کے اردو ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں:

''شیخ فرید الدین گنج شکر بیان فرماتے ہیں کہ میں نے قطب الدین اوشی سے سنا کہ جب دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغری نے میرے بھائی جلال الدین تبریزی پر یہ تہمت لگائی کہ وہ نابالغ لڑکوں پر نظر رکھتا ہے اور درویشی کا دعوی کرتا ہے۔''[۳]

فیصلہ فریق ثالث کو سپرد کرنے پر اتفاق

شیخ نجم الدین صغری نے جب سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی پر بہتان تراشی کے اسباب مہیا کر لئے تو خود اس بہتان کی تشہیر میں مصروف ہو گئے۔عوام وخواص کے کان بھرے، سلطان دہلی شمس الدین التمش کے پاس گئے، ان کو ورغلانے میں ناکام ہوئے۔سلطان شیخ کے عقیدت مند تھے، علوم اسلامیہ سے واقف تھے۔انہوں نے شیخ نجم الدین کو جو جواب دیا سیر العارفین میں اسے اس طرح سے لکھا گیا ہے:

۱۔سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:244؛ سیر العارفین، فارسی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج1، ص167۔

۲۔دیکھئے: تذکرۃ الواصلین، تالیف مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، ترتیب جدید، عبد العلیم قادری مجیدی، ناشر تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں شریف، طبع جدید، بہ موقع عرس قادری محرم الحرام 1437ھ/اکتوبر 2015ء، ص:79۔

۳۔خلاصۃ العارفین، مترجم، ڈاکٹر محمد بشیر انور ابو ہری ملتانی، بیکن بکس، اردو بازار، لاہور، سال اشاعت 2003ء، ص:59۔

[شیخ نجم الدین صغری نے] ''فاحشہ کو سلطان کے حضور میں پیش کرایا۔ سلطان مذکور نے کہا کہ اب یہ عورت اپنے زنا پر خود مقر ہے، لہٰذا سزا کی مستوجب ہے، لیکن بغیر شہادت کے حضرت شیخ پر تہمت زنا ثابت نہیں ہوسکتی اور تو (شیخ الاسلام) خود مدعی ہے، لہٰذا اس وقت کوئی اور حکم ہونا چاہیے تاکہ اس معاملے میں وہ حکم جاری کرے۔ مشائخ کا محضر بنانا چاہیے اور اس معاملے کو ان کے سامنے رکھنا چاہیے۔''[1]

ایک روایت ہے کہ شیخ نجم الدین صغری نے تہمت تراشی کی تشہیر از خود نہیں کی تھی، انہوں نے اپنی زبان سے سلطان شمس الدین التمش کو بتایا اور نہ ہی عوام و خواص میں سے کسی فرد بشر کو سنایا بلکہ سارا کام اس مطربہ خاتون کے سپرد کردیا، اس خاتون نے بھرے دربار میں سلطان کے روبرو اپنا دکھڑا سنایا۔ ثمرات القدس میں ہے:

''دروقتی کہ سلطان بہ داد گستری مشغول بود از گوشہ ای فریاد کنان بیرون آمد و سخنان صدر را با سلطان بگفت، سلطان روی بہ شیخ الاسلامی آوردہ گفت: ایں کار تعلق بہ شما دارد، وی گفت، ہمیں ساعت مجلسی باید کرد و شیخ را حاضر گردانید تا ایں زن نیز در حضور شیخ آں چہ می گوید، بگوید۔ سلطان فرمود در حال مجلس بسازید و خدمت وی را حاضر گردانید، چوں مجلس آراستہ شد و کسے بہ طلب شیخ رفت، شیخ گفت: سلام من بسلطان برساں و بگوی کہ ایں مجلس را امروز در توقف دارید کہ فردا شیخ الاسلامی شیخ بہاء الدین زکریا- قدس سرہ- از ملتان می رسد در خدمت ایشاں ایں مجلس بگذارانیم۔ فرستادہ آمد و آں چہ شیخ گفتہ بود بگفت۔ شیخ نجم الدین گفت: ایں نیز راستی ایشاں فردا ظاہر خواہد شد۔''

سلطان شمس الدین التمش عدل و انصاف میں مشغول تھے، مطربہ خاتون فریادیوں کے درمیان سے آئی، صدر مجلس سلطان کے روبرو اپنی بات پیش کی۔ سلطان نے شیخ الاسلام نجم الدین سے مخاطب ہوکر کہا: یہ کام آپ کا ہے، آپ ہی اس کو نپٹائیں، شیخ الاسلام بولے: اسی وقت مجلس منعقد کرنی چاہیے اور شیخ جلال الدین تبریزی کو مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دینا چاہیے، تاکہ یہ خاتون شیخ تبریزی کے سامنے اپنی بات پیش کرسکے۔ سلطان نے

1۔ سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 244؛ سیر العارفین، فارسی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج 1، ص 167۔

مجلس سجانے کا حکم دیا اور شیخ تبریزی کو حاضر کرنے کو کہا۔ مجلس آراستہ ہوئی، شیخ کو بلانے کے لیے ہرکارہ بھیجا گیا۔ شیخ تبریزی نے کہا:

سلطان سے میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ آج مجلس ملتوی کردیں، کل شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی، ملتان سے یہاں پہنچ جائیں گے، ان کے روبرو یہ مجلس سجائی جائے گی۔ ہرکارہ نے شیخ تبریزی کی باتیں پہنچائیں۔ شیخ نجم الدین صغری نے کہا: ٹھیک ہے کل ان کی سچائی کا بھنڈا بھی پھوٹ جائے گا۔''[1]

شیخ جلال الدین تبریزی کی پیش گوئی اور شیخ نجم الدین صغری کی تیسری شرمندگی

شیخ نجم الدین صغری کو سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ پر اعتراض کرکے دوبار منہ کی کھانی پڑی تھی، ایک بار بیت الجن میں ٹھہرا کر شرمسار ہوئے اور دوسری بار بعد نماز فجر آرام اور خدمت ترکی غلام پر اعتراض کرکے پھنس گئے۔ اب تیسری بار وہ شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کی روشن ضمیری کو پرکھنا چاہ رہے تھے، گزشتہ واقعات سے شیخ تبریزی کی روشن ضمیری عیاں ہو چکی تھی، درس عبرت کے لیے ماضی کے مشاہدات ہی کافی تھے۔ شیخ نجم الدین کا دل بگڑ چکا تھا، حق وصداقت دیکھنے کی صلاحیت کھو چکا تھا۔ ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے:

''ألا إن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وان فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب رواه البخاري في الصحيح عن أبي نعيم الفضل بن دكين وأخرجه مسلم من أوجه عن زكريا بن أبي زائدة۔''

سنو! جسم میں ایک گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہے تو پورا جسم درست ہے، اگر وہ خراب ہے تو پورا جسم خراب ہے، سنو! وہ دل ہے۔''

اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت ابونعیم فضل بن دکین سے اور امام مسلم نے

---

[1] ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 898۔

زکریا بن ابی زائدہ سے متعدد طرق سے درج کیا ہے۔[۱]

شیخ نجم الدین صغری کو اس بار بھی منہ کی کھانی پڑی، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی تشریف آوری ہوئی۔

ثمرات القدس میں ہے:

''سلطان اکابر شہر را جمع نمودہ مجلس بیاراست، شیخ نیز حاضر گشت و ہر کس بہ جائے کہ معین بود بنشست شیخ سری در پیش داشت و چیزی نمی گفت۔ زمانی نگذشت کہ شخصی بر آمد و گفت کہ اینک حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رسیدند، سلطان برخواست و بہ استقبال بیرون رفت و شیخ ہم چناں بہ جائے خود نشستہ بود۔''

''سلطان شمس الدین التمش نے اکابر شہر کو جمع کیا، مجلس آراستہ ہوئی، ہر شخص نے اپنی متعینہ جگہ لے لی۔ شیخ تبریزی سر خمیدہ خاموش بیٹھ گئے۔ ابھی تھوڑا وقت بھی نہ گزرا تھا کہ ایک شخص نے خبر دی کہ شیخ بہاء الدین زکریا پہنچ چکے ہیں۔ خبر سنتے ہی سلطان استقبال کے لیے مجلس سے باہر نکل گئے۔ شیخ تبریزی اپنی جگہ پر تشریف فرما رہے۔''[۲]

شیخ نجم الدین صغری اگر چاہتے تو اس تیسری بار کی شرمندگی کے بعد بھی استغفار کر سکتے تھے۔ شیخ تبریزی سے معذرت کر سکتے تھے۔ کاش ایسا ہو جاتا! ان کی تہمت تراشی کی وجہ سے دہلی کی علمی و روحانی فضا مکدر ہو گئی تھی، عوام و خواص کے اندر سراسیمگی پھیل گئی تھی۔ علما و مشایخ ان کی بات سن کر حیران و ششدر رہ گئے تھے، سلطان شمس الدین التمش بھی اس قضیہ نامرضیہ سے پریشان خاطر تھے۔

محضر دہلی میں علما و مشایخ کی شرکت

سلطان شمس الدین التمش نے ارباب علم و دانش کی خدمت میں دعوت نامہ بھیجا

۱۔ سنن البیہقی الکبری، احمد بن حسین ابوبکر بیہقی، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، سال اشاعت 1414ھ/1994ء، ج:5، ص:264، حدیث نمبر 10180۔

۲۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص:899۔

تھا۔ متعینہ تاریخ پر دربارِ سلطانی میں تشریف آوری کی خواہش ظاہر کی تھی۔ مولانا شیخ حامد جمالی لکھتے ہیں:

''ہندوستان کے مشہور مشائخ کو حکم دیا گیا کہ دارالخلافہ (دہلی) میں حاضر ہوں اور مجھ (سلطان شمس الدین) کو اپنی تشریف آوری سے مشرف کریں۔ تھوڑے ہی عرصے میں بڑے بڑے شیوخ جو علوم ظاہر و باطن میں کامل تھے حاضر ہوگئے۔ سنا گیا ہے کہ دو سو سے زیادہ اولیاء مثلاً شیخ المشائخ شیخ بہاء الدین زکریا جامع مسجد میں حاضر ہوئے۔''[1]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی تبریزی علیہ الرحمہ کے قضیہ نامرضیہ کے فیصلہ کے لیے سرزمین دہلی پر دو سو سے زائد علما و مشائخ جمع ہوئے۔ اتنی بڑی تعداد میں یقیناً اکابر علما و مشائخ کی ایک بڑی جماعت رہی ہوگی۔ ہم نے متعدد کتابوں میں ان علما و مشائخ کے اسمائے گرامی کی تلاش و جستجو کی، بہت زیادہ کامیابی نہیں ملی، البتہ اس واقعہ کا ذکر جہاں کہیں بھی کیا گیا ہے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا ذکر ضرور کیا گیا ہے۔ درج ذیل عبارت میں ان کے نام کے ساتھ نزہۃ الاوراح کے مصنف شیخ صدر الدین احمد سید حسینی علیہ الرحمہ کا ذکر بھی کیا ہے۔

''ایسا سنا گیا ہے کہ جس زمانے میں حضرت شیخ الاسلام بہاء الحق سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے محضر کے قضیے میں دہلی پہنچے تو سید حسینی ان کے ہمراہ تھے، اور وہ قضیہ حضرت جلال الدین تبریزی کے ذکر میں لکھا گیا ہے۔ ان (سید حسینی) کا مرقد منور شہر ہری (ہرات) میں ہے۔ اس شہر کے لوگ پیر کے دن ان کی زیارت کو آتے ہیں اور مشرف ہوتے ہیں۔''

گزشتہ اوراق میں ہم نے پڑھا ہے کہ محضر دہلی میں سلطان الہند خواجۂ دین و ملت سید شاہ معین الدین چشتی اجمیری اور زبدۃ الواصلین شیخ حمید الدین ناگوری سہروردی چشتی بھی موجود تھے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ قطب الاقطاب شیخ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کی بھی شرکت ہوئی تھی۔

[1] - مرجع سابق، صفحہ 245۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی فیصل بنائے گئے

سلطان شمس الدین التمش کی مجلس میں علماو مشائخ کا مجمع ہوا، سلطان نے شیخ نجم الدین صغریٰ کو اختیار دیا، ان علماو مشائخ میں سے جن پر آپ بھروسہ کریں، انہیں فیصل منتخب کرلیں۔ انہوں نے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کو فیصل منتخب کیا۔ اس انتخاب کی وجہ کیا تھی؟ شیخ جمالی نے اس پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ وہ یہ ہے کہ: شیخ فرید الدین عطار کی ملاقات کے وقت شیخ تبریزی نے شیخ الشیوخ کو فراموش کردیا تھا، اس کی وجہ سے شیخ الاسلام زکریا ملتانی خفا ہو گئے تھے۔ واقعہ کی تفصیل گزشتہ اوراق میں درج کردی گئی ہے۔[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ الاسلام زکریا ملتانی کی آپسی خفگی کی یہ حکایت، شیخ نجم الدین صغریٰ تک پہنچ چکی تھی۔ وہ یہ سمجھے کہ شاید حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ان سے ناراض ہیں اور انصاف کرنے میں ضرور اس رنجش کا لحاظ کریں گے۔ انہوں نے شیخ ملتانی کو اپنے اوپر قیاس کرلیا تھا، یہ ان کی بڑی بھول تھی، پاکان امت کبھی بھی دل میں غبار نہیں رکھتے، ان کی تلخیاں وقتی ہوتی ہیں، وہ اللہ عزوجل کے لیے جیتے ہیں اللہ عزوجل کے لیے مرتے ہیں۔

سیر العارفین میں درج ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے فیصل کا انتخاب کیا تھا:

''شیخ جلال الدین نے کہلا بھیجا کہ میرے خلاف دعویٰ میں ایک بڑا منصف ہونا چاہیے، دہلی کے شیخ الاسلام نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جسے آپ کہیں ہم کو قبول ہے۔ شیخ جلال الدین نے کہا کہ شیخ بہاء الدین زکریا ہمارے منصف ہو۔ شیخ الاسلام نے جواب میں کہلا بھیجا کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتان میں ہیں، وہ کیسے آئیں گے؟ شیخ جلال الدین نے پھر کہلا بھیجا کہ کل پیشی کے وقت حاضر ہو جائیں گے۔''[۲]

مجلس فیصلہ میں ایک دل چسپ اور عجیب وغریب بات یہ ہوگئی کہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی جوتیاں اپنے

۱۔ تفصیلی واقعہ کے لیے دیکھیے: سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:245، سیر العارفین، فارسی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ا، ص168۔

۲۔ سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:245، سیر العارفین، فارسی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ا، ص168۔

بغل میں دبالیں، وجہ یہ بیان فرمائی کہ انہوں نے ہمارے مرشد شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی بے پناہ خدمت کی ہے، اس لیے یہ ہمارے اکرام واحترام کے حق دار ہیں۔سلطان شمس الدین التمش نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا کہ فیصل نے خود ملزم تعظیم کی ہے۔لہذا ملزم بری ہے،اب فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے۔اوراق سابقہ میں تفصیل گزر چکی ہے۔[۱]

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے عمل تعظیم اور سلطان شمس الدین التمش کے فرمان کے بموجب فیصلہ ہو چکا تھا کہ شیخ جلال الدین تبریزی کا دامن بے غبار ہے، شیخ نجم الدین صغری کی تہمت تراشی بے بنیاد ہے،لیکن شیخ بہاء الدین ملتانی کی رائے یہ ہوئی کہ استغاثہ کرنے والی خاتون کا بیان درج ہونا چاہیے اور حقیقت حال جان لینا چاہیے، لہذا خاتون کو حاضر کر کے بیان درج کرانے کا حق دیا گیا۔

سیر العارفین میں لکھا ہے:

[شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے فرمایا] ''ایسا نہ ہو کہ شیخ نجم الدین صغریٰ سمجھے اور کہے کہ ان (جلال تبریزی) کا عیب اس تعظیم سے پوشیدہ کر دیا، اگرچہ تمام خدا رسیدہ لوگ جانتے ہیں کہ اس ذات پاک (شیخ جلال تبریزی) سے یہ بات ہرگز متصور نہیں ہو سکتی،لیکن (پھر بھی) اس مطربہ کو بلایا جائے تا کہ اصلیت ظاہر ہو۔آخر کار شیخ المشائخ بہاء الدین زکریا نے اس مطربہ کو سامنے بلایا اور اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ جو سچی بات ہو وہ کہہ دے ورنہ برباد ہو جائے گی۔مطربہ مذکور نے بہ آواز بلند کہا خدا حاضر و ناظر ہے کہ یہ بات بالکل جھوٹ اور بہتان ہے اور حضرت شیخ جلال الدین (تبریزی) آب حیات سے زیادہ پاک ہیں۔شیخ نجم الدین صغریٰ نے مجھ کو پانچ سو سرخ دینار دینے کا وعدہ کیا ہے۔ان میں دو سو پچاس دینار مجھ کو دے دیے ہیں اور دو سو پچاس دینار احمد شرف بقال کے پاس امانت ہیں جو اس تہمت کے بیان کرنے کے بعد دیے جائیں گے۔احمد شرف کو بلایا گیا، اس نے بھی اس

۱۔ تفصیل دیکھیے: سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:246؛ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص:899۔

بات کو تسلیم کیا اور وہ دو سو پچاس دینار حاضرین (کے سامنے) پیش کر دیے۔ شیخ نجم الدین صغریٰ انتہائی شرمندگی کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔"[۱]

مجلس فیصلہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کی کرامت کا ظہور

مرزا لعل بیگ بدخشی نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ نے مجلس فیصلہ میں استغاثہ کرنے والی گلوکارہ خاتون کو طلب کیا، اس کو حق بیانی کا حکم دیا، اس وقت اس گلوکارہ نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ مرزا لعل بیگ نے اس منظر کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"والحال کہ در خدمت سلطان ایستادہ ام اژدہائے مہیب بہ من آوردہ می گوید کہ اگر حق نگوئی تو را و ہر کہ در ایں مجلس است فرو برم۔"

میری حالت یہ ہوئی کہ جب میں سلطان کے سامنے کھڑی ہوئی، ایک مہیب اژدہا میرے سامنے آیا، کہنے لگا: اگر تو حق بیانی نہیں کرے گی تو میں تجھ کو اور اس مجلس کے ہر فرد کو نگل جاؤں گا۔"[۲]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کی اس کرامت میں ایک ساتھ کئی کرامتیں ظہور میں آئیں:

[۱] بھیانک اژدہا کو مطربہ خاتون کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھ سکا۔
[۲] اژدہا کو اللہ کریم نے زبان عطا کی اور اس نے انسان سے کلام کیا، اور
[۳] خاتون نے اپنے کانوں سے اژدہا کی باتوں کو سنا اور سمجھا۔

۱۔ سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 246، 247۔
۲۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 899۔

شیخ نجم الدین صغری کی
عہدئہ شیخ الاسلامی سے معزولی

ثمرات القدس میں لکھا ہے کہ شیخ نجم الدین صغری کی سازش ناکام ہوگئی، سلطان شمس الدین التمش نے ان کو فوراً مجلس سے نکال باہر کر دیا اور عہدۂ شیخ الاسلامی بھی ان سے چھین لیا۔

''چوں سلطان ایں سخن بشنید، شیخ نجم الدین صغری را بہ رسوائی تمام از مجلس بیرون کشید و شیخ الاسلامی را بہ شیخ بہاء الدین زکریا تفویض فرمود و بہ جانب ملتان مرخص کرد۔''

''جب سلطان شمس الدین التمش نے مطربہ خاتون کی زبانی حقیقت حال سنی تو شیخ نجم الدین صغری کو ذلیل وخوار کر کے مجلس سے باہر کر دیا اور شیخ الاسلامی کا عہدہ ان سے لے کر شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کو دے دیا پھر شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کو ملتان رخصت کر دیا۔''

سیر العارفین میں ہے: ''سلطان شمس الدین نے اسی وقت ان کو شیخ الاسلامی سے معزول کر دیا اور نظر سے گرادیا۔ شیخ الاسلامی کا عہدہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کو دے دیا۔ اس وقت سے اب [مصنف سیر العارفین کے زمانہ] تک یہ عہدۂ شیخ الاسلامی اس بزرگ خاندان میں چلا آرہا ہے۔''[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ نجم الدین صغری کے درمیان جو ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوئے، ہم نے مکمل شرح وبسط کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیے۔ ان حالات میں ہمیں دو کردار نظر آئے۔ ایک منفی دوسرا مثبت، منفی کردار شیخ نجم الدین صغری کا تھا اور مثبت کردار شیخ جلال الدین تبریزی کا تھا۔ تاریخ کے اوراق میں دونوں کو جگہ ملی۔ کیا دونوں کرداروں کو انسانی ذہن وفکر میں بھی جگہ ملی ہے؟ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں! معاشرہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کا کردار نبھانا ہے یا شیخ نجم الدین صغری کا کردار نبھانا ہے۔ یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

۱۔ سیر العارفین مترجم محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 246، 247۔

دیرینہ دوست کے ساتھ ایک شب

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا، لمبے عرصہ کے بعد یکجا ہوئے تھے۔ مجلس فیصلہ میں براہ راست ملاقات ہوئی تھی۔ شیخ جلال الدین تبریزی مجلس فیصلہ سے اٹھتے ہی دہلی چھوڑ دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ سلطان شمس الدین التمش قیام دہلی پر اصرار و اعتذار کرتے رہے، شیخ تبریزی نے اپنا فیصلہ نہیں بدلا۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ان کے قریبی دوست تھے۔ ان کی خاطر انہوں نے شاہی محل سے دور جمنا کنارے ایک شب گزاری اور ایک ساتھ عبادت الٰہی سے محظوظ ہوئے۔

خلاصۃ العارفین میں ہے:

''بیان کرتے ہیں کہ شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ جلال الدین دونوں [مجلس فیصلہ سے] واپس آگئے۔ انہوں نے جمنا کنارے آکر رات بسر کی۔ جب دن نکلا تو شیخ بہاء الدین زکریا وداع ہو کر ملتان کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے شیخ جلال الدین تبریزی کو لکھنوتی کی طرف رواں کیا۔ شیخ الاسلام دہلی درد شکم میں مبتلا ہو کر مر گیا۔''[۱]

❁

شیخ جلال الدین تبریزی کی دہلی سے بدایوں روانگی

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ، شیخ نجم الدین کی تہمت تراشی سے آزردہ خاطر تھے، دہلی محضر کے بعد ان کا دل دہلی سے اچاٹ ہو گیا تھا، وہ یہاں کے حالات سے مایوس تھے، انہوں نے ان مایوس کن حالات کے پیش نظر ایک جملہ کہا تھا، سلطان المشائخ سید نظام الدین اولیا دہلوی نے اسے بیان کیا ہے:

''سلطان المشائخ می فرمود در آں چہ شیخ جلال الدین تبریزی در شہر آمد خواست کہ از شہر طرف ہندوستان رود، می فرمود چوں در شہر در آمدم زر صرف خالص بودم و ایں زماں نقرہ ام بعدہ پیشتر تا چہ خواہم شد۔''[۲]

---

[۱] ۔ خلاصۃ العارفین، مترجم، ڈاکٹر محمد بشیر انور ابوہری ملتانی، بیکن بکس، اردو بازار، لاہور، سال اشاعت 2003ء، ص:60۔

[۲] ۔ سیر العارفین، سید محمد مبارک علوی کرمانی، مطبع محب ہند، دہلی، سال اشاعت ماہ شعبان، 1302ھ، ص::557؛ یہی قول الفاظ میں معمولی تبدیلی کے ساتھ فوائد الفواد میں بھی درج ہے۔ دیکھئے: فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:196۔

''سلطان المشائخ نے فرمایا کہ: جب شیخ جلال الدین تبریزی شہر[دہلی] میں آئے، اور ارادہ کیا کہ شہر[دہلی] سے ہندوستان [بدایوں] جائیں اس موقع پر شیخ جلال الدین تبریزی نے فرمایا کہ''جب میں شہر[دہلی] میں آیا تھا تو خالص سونا تھا اور اب چاندی ہوں اور اگر میں یہاں قیام کروں گا تو خدا جانے کیا بن جاؤں گا۔''[۱]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آزردہ خاطر ہو کر دہلی سے روانہ ہو گئے۔اس روانگی کی منظرکشی مولانا مرزالعل بدخشی نے ان لفظوں میں کی ہے۔

خدمت شیخ چوں از آں مجلس برخاست، محفہٗ خود بنشست ومتوجہٗ بدایون گردید، ہرچند سلطان عذرخواست معذرت نمود، فائدہٗ برآں مترتب نشد۔''

''شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ مجلس انصاف سے اٹھے، اپنی سنگھاسن پر رونق افروز ہوئے اور بدایوں روانہ ہو گئے،سلطان نے بار بار عذرخواہی کی،کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوا۔''[۲]

❁❁❁

۱۔سیر الاولیا، سید محمد مبارک کرمانی معروف بہ امیر خورد، ترجمہ، اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ ، اپر مال، لاہور،طبع چہارم، 1996ء،ص:871۔

۲۔ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزالعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت1376ھ،ص:900۔

باب ششم

قیام بدایوں

بدایوں کا سیاسی وروحانی تعارف

روہیل کھنڈ کا دل کہلانے والا شہر بدایوں دریائے سوت کے مشرقی کنارے پر آباد ہے۔ تاریخی علمی وروحانی اعتبار سے اس شہر کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ اس شہر کی بنیاد ایک ہندو راجا بدھ نے سن 905ء میں ڈالی تھی۔ سن 1030ء میں مسعود سالار غزنوی نے اسے فتح کیا تھا۔ 1197ء میں قطب الدین ایبک نے اس پر قابض کیا۔ سلطان شمس الدین التمش نے 1215 تاج الدین یلدوز کو شکست دی اور بدایوں کو اپنے قلمرو میں شامل کیا۔ 1291ء میں جلال الدین خلجی بدایوں پر حملہ آور ہوا۔ 1385ء میں فیروز شاہ تغلق نے آس پاس کے قبائل کو مطیع کیا اور قبول خان شیرانی کو بدایوں کا فوجی گورنر مقرر کیا۔ 1414ء میں بدایوں خاندان سادات کے قبضے میں آ گیا۔ سلطان علاؤالدین عالم شاہ نے تخت سے دستبردار ہونے کے بعد بقیہ زندگی بدایوں میں گزاری اور یہیں وفات پائی۔ اکبر کے عہد میں بدایوں مکمل طور دہلی حکومت کے ماتحت آ گیا اور یہاں سکہ ڈھالنے کی فیکٹری قائم ہوئی۔ مغلوں کے زوال کے بعد اس پر روہیلوں کا قبضہ ہوا۔ 1778ء میں بدایوں کو اودھ کے نوابوں نے فتح کرلیا۔ 1838ء میں بدایوں کو انگریزوں نے ضلع کا درجہ دیا۔

بدایوں کی علمی وروحانی قدرومنزلت کو سمجھنے کے لیے ہم ڈاکٹر عاصم اعظمی صاحب کی کتاب ”محبوب الٰہی“ سے چار پیراگرافوں پر مشتمل ایک طویل اقتباس نذر قارئین کررہے ہیں:

”شمس الدین التمش جب ایبک کے دور حکومت میں بدایوں کا گورنر بنا تو اس نے اس شہر کی عظمت میں چار چاند لگادیے۔ چوں کہ وہ خود بھی زبردست عالم تھا، اور بغداد وبخارا میں مشاہیر علماومشائخ کی صحبتوں سے اکتساب کر چکا تھا، اور شیخ بختیار کاکی علیہ الرحمۃ والرضوان کا مرید بھی تھا۔ اس نے بدایوں میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جو آج تک موجود ہے۔

شمس الدین التمش نے بدایوں کی نظامت کے دوران اس شہر میں اسلامی فکر و ثقافت کا خوشگوار ماحول پیدا کیا۔ علما، صلحا، صوفیا کی اعانت اور حوصلہ افزائی دل کھول کر کی، جس کے نتیجہ میں باہر سے وارد ہونے والے علما و مشائخ نے اس شہر کو اپنی خاموش دینی و روحانی، علمی و فکری سرگرمیوں کا مرکز بنالیا اور کچھ ہی دنوں میں یہ شہر علمی و روحانی لحاظ سے سمرقند و بخارا اور غزنی و لاہور کا ہم پلہ بن گیا۔

چنگیزی تباہ کاریوں کے دوران ترکستان، خراسان، ماراء النہر اور ایران و عراق کے لوٹے ہوئے علمی و روحانی خانوادے جب وارد ہند ہونے لگے تو ان میں سے جو لوگ منصب، جاگیر یا شاہی ملازمت کے خواہش مند ہوئے وہ تو لاہور یا دہلی میں رہ جاتے، لیکن جو جاہ و منصب سے بے نیاز ہو کر خاموش علمی و دینی خدمت انجام دینے اور اپنی روحانی بالیدگی کے لیے عبادت و ریاضت میں مصروف ہونا چاہتے تھے وہ بدایوں کا رخ کرتے۔ انھیں تارک الدنیا بزرگوں میں سلطان الاولیا حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کے دادا سید علی اور نانا سید عرب بھی تھے جنھوں نے اپنی سکونت کے لیے بدایوں کو ترجیح دی۔

بہر حال علما و صلحا کی سکونت اور ان کی خاموش علمی و دینی سرگرمیوں نے اس خاک کو وہ تاثیر عطا کی کہ اس کے ذرے افق علم و دانش پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے جن کی شعاعیں ہند کے علاقوں تک محدود نہیں رہیں؛ بلکہ دوسرے ممالک اسلامیہ تک ان کا اجالا پھیلا۔ انھیں باکمال علما، فضلا اور مشائخ طریقت میں حضرت مولانا رضی الدین حسن صاحب صاحب مشارق الانوار، حضرت مولانا علاء الدین اصولی، بلبل ہند حضرت مولانا امیر خسرو، سعدی ہند خواجہ حسن سجزی بھی ہیں جو اس گہورۂ علم و فضل کے پروردہ تھے۔" [۱]

بدایوں کی سرزمین نے ہر قسم کے لوگوں کی پرورش کی۔ علم و فضل اور تاریخ نویسوں میں مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا عبد المقتدر، مولانا عبد الحامد بدایونی، شاعروں، ادیبوں اور نقادوں میں ادا جعفری، فانی بدایونی، شکیل بدایونی، شبنم رومانی، دلاور فگار، بے خود بدایونی، عصمت چغتائی، ضمیر علی بدایونی، موسیقاروں اور گلوکاروں اور فنکاروں میں استاد ناصر حسین خان، استاد رشید خان، استاد غلام مصطفیٰ خان، استاد اقبال حسین خان بندہ نوازی،

۱۔ محبوب الٰہی، ڈاکٹر اعظم اعظمی، فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور، طبع اول، 1423ھ/2002ء، ص: 21،22۔

استاد عنایت حسین خان وغیرہم مشہور شخصیات ہیں۔
مسجد قطبی، جامع مسجد شمسی، پرانا قلعہ اور جلیل القدر بافیض بزرگوں کے مزارات تاریخی عمارتوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ سلطان علاء الدین کا مقبرہ بھی یہیں پر ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کی بدایوں آمد

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا قیام دہلی میں زیادہ دنوں تک نہیں رہا۔ آپ کے دہلی پہنچتے ہی شیخ نجم الدین صغری آپ کے حاسد ہو گئے۔ ان کے حسد کی آگ اندورن خانہ سے مجمع علما تک پہنچی۔ شیخ جلال الدین تبریزی ان حالات سے دل برداشتہ ہو گئے۔ سلطان دہلی شمس الدین التمش نے عذرخواہی کی، قیام دہلی پر اصرار کیا مگر آپ نے کسی کی نہیں سنی اور بدایوں کے لیے روانہ ہو گئے۔

دہلی سے بدایوں کا سفر کتنے دنوں میں طے ہوا، دوران سفر کن مقامات پر قیام کیا اور کن علمائے کرام سے ملاقات ہوئی۔ تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں ان باتوں کا ذکر نہیں ملتا۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی اور زبدۃ الواصلین شیخ حمید الدین ناگوری دونوں دوست تھے، دونوں ایک ہی گلستان تصوف کے گل سر سبد تھے، دونوں کی صوفیانہ پرورش و پرداخت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے کی تھی، دونوں ان کے خلیفہ تھے، دونوں بھارت میں تشریف آوری کے بعد ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے تھے۔ بدایوں میں شیخ حمید الدین ناگوری کے خلیفۂ اجل سید خواجہ حسن ملقب بہ شیخ شاہی روشن ضمیر موئے تاب کی خانقاہ تھی، خانقاہ کیا تھی، عوام وخواص کی پناہ گاہ تھی، مقیم ومسافر کے لیے سرائے تھی، عوام وخواص کی عقیدت گاہ تھی۔ شیخ جلال الدین تبریزی سے سید خواجہ حسن موئے تاب کا روحانی ناطہ تھا، وہ ان کے دوست کے خلیفہ تھے، اسی روحانی ناطہ داری و تعلق داری کی بنیاد پر شیخ تبریزی علیہ الرحمہ ان کی خانقاہ میں رونق افروز ہوئے۔

شاہ مراد مارہروی لکھتے ہیں:

''شیخ جلال الدین تبریزی ملتان سے دہلی اور دہلی سے بدایوں تشریف لے آئے،

اس وقت یہاں حضرت سلطان العارفین خواجہ حسن موئے تاب کی خانقاہ استثنائی حیثیت رکھتی تھی، بڑا شہرہ تھا، آپ سیدھے یہیں تشریف لے آئے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب، حضرت خواجہ بدر الدین اور اہم بزرگوں سے بڑی ملاقاتیں رہیں۔ آپ کے تشریف لے آنے سے بدایوں کی عرفانی صحبتوں میں اور رونق پیدا ہو گئی۔" [۱]

❁

بدایوں میں تعمیر مسجد اور دعوت و تبلیغ کا عروج

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ بدایوں پہنچے، عوام و خواص نے استقبال کیا، آپ کی ذات سے فیض پایا۔

عقیدتوں میں اضافہ ہوتا رہا، دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ وابستۂ دامن افراد اور عام مسلمانوں کی عبادت و تربیت کے لیے آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ مسجد کی تعمیر کے وقت سمت قبلہ کا تعین کسی قطب نما یا قبلہ نما کے ذریعہ نہیں کیا گیا بلکہ آپ نے معمارانِ مسجد کو کعبہ شریف دکھایا اور اسی سمتِ کعبہ پر بنیاد رکھوایا۔

تذکرۃ الواصلین میں ہے:

"[شیخ جلال الدین تبریزی] بدایوں میں تشریف لا کر، ایک عرصے تک سکونت اختیار کی اور بہت سے فیوض اور برکات آپ کے اہل بدایوں پر جاری ہوئے۔ بدایوں میں آ کر آپ نے ایک مسجد متصلہ "محلہ الف خان والے" کے جواب معماروں کا [محلہ] مشہور ہے اور جہاں ہمارے دوست مولوی التفات حسین صاحب نے ایک بہت بڑا دیوان خانہ تعمیر کیا ہے، تعمیر کرائی۔ میاں اکرام اللہ محشر بدایونی کتاب روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت جلال الدین تبریزی نے معمار کو بنیاد کے وقت کعبہ معظمہ دکھادیا کہ ٹھیک اس کی سمت، جانب قبلہ کرے۔ وہ مسجد صحیح طور سے سمت قبلہ کو تعمیر ہوئی۔" [۲]

۱۔ سیر الاولیا، معروف بہ محفل اولیا، حضرت شاہ مراد سہروردی، کتب خانہ امجدیہ، دہلی، سال اشاعت 1424ھ/ 2003ء، ص:313۔

۲۔ تذکرۃ الواصلین، مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، ترتیب جدید، عبد العلیم قادری مجیدی، طبع جدید، محرم الحرام 1437ھ/ اکتوبر 2015ء، ص:81، 82۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا معمارانِ مسجد کو خانۂ کعبہ دکھانا اس بات پر دلیل فراہم کرتا ہے کہ حضرت شیخ تبریزی مشاہدۂ حق میں غرق رہا کرتے تھے۔ اللہ کریم نے ان کو وہ قوت وطاقت دی تھی کہ جب چاہیں اللہ عزوجل کی نشانیوں کا خود مشاہدہ کریں اور جسے چاہیں مشاہدہ کرائیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

شیخ نجم الدین صغری کی غائبانہ نماز جنازہ

سلطان العارفین ایک دن اپنے احباب وانصار کے ساتھ سوت ندی کے کنارے مصروف عمل تھے۔ اچانک احباب سے فرمایا: شیخ نجم الدین صغری دہلی میں انتقال کر گئے ہیں، آؤ ان کی نماز جنازہ ادا کرلیں۔ مکمل واقعہ کی تفصیل سیر العارفین میں اس طرح درج ہے۔

''[شیخ جلال تبریزی] ایک دن دریا کنارے جو شہر کے نزدیک ہے، درویشوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اچانک کھڑے ہوگئے، تازہ وضو کیا اور کہا: درویشو! آؤ نجم الدین صغریٰ کی نماز جنازہ پڑھ لیں، وہ اس وقت دہلی میں انتقال کر گئے ہیں، ہم ان کی تہمت کی وجہ سے شہر دہلی سے چلے آئے، وہ ہمارے پیر کی برکت سے زمانے سے چلے گئے۔ چند روز بعد خبر آئی، ان کا انتقال اسی گھڑی ہوا تھا، حضرت شیخ تبریزی نے جس گھڑی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی۔''[۱]

یہی واقعہ تقریباً اسی بیان وانداز کے ساتھ سید محمد مبارک کرمانی علوی نے سیر الاولیا میں نقل کیا ہے۔[۲]

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ نجم الدین صغری کی نماز جنازہ جس تاریخ کو ادا فرمائی تھی۔ آپ کی روشن ضمیری کو پرکھنے لیے کسی نے وہ دن و تاریخ لکھ رکھی تھی۔ چند دنوں کے اندر ہی شیخ نجم الدین کے انتقال کی خبر بدایوں پہنچی تھی، خبر

---

[۱] ۔ سیر العارفین، فارسی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ۱، ص 169۔

[۲] ۔ دیکھیے: سیر الاولیا، سید محمد مبارک کرمانی معروف بہ امیر خورد، ترجمہ، اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ، اپر مال، لاہور، طبع چہارم، 1996ء، ص: 611۔

سچ ثابت ہوئی تھی۔

ثمرات القدس میں ہے:

''بعضے از آں درویشاں آں تاریخ را در قلم آورند۔ چوں خبر وفات شیخ نجم الدین بہ بدایوں رسید، ہماں روز و ہماں ساعت بود کہ شیخ با یاراں نماز گزاردہ بود''۔ کسی درویش نے نماز جنازہ کی تاریخ لکھ لی، جب شیخ نجم الدین کی خبر وفات بدایوں پہنچی تو وہی دن اور وہی وقت تھا جب شیخ جلال الدین تبریزی نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ دوستوں کے ساتھ ادا فرمائی تھی۔''[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ نجم الدین صغری کی غائبانہ نماز جنازہ بدایوں میں ادا فرمائی، لیکن حضرت سید حسین الدین احمد منعمی نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ تبریزی نے شیخ نجم الدین صغری کی نماز جنازہ پنڈوہ شریف میں ادا فرمائی۔ مصنف نے اس پر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ روایت درست نہیں ہے۔ حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

''پنڈوہ میں آپ [شیخ جلال الدین تبریزی] قیام پذیر تھے کہ ایک دن آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا: آؤ! شیخ الاسلام کے جنازہ کی نماز پڑھ لیں، اس نے مجھے دہلی سے نکالا تھا خدا نے اس کو اس جہان سے نکال دیا۔''[۲]

سید صاحب علیہ الرحمہ نے گوکہ اپنی بات پر کوئی نقل پیش نہیں کی ہے، لیکن اس بات کو لکھنے میں وہ تنہا نہیں ہیں، یہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی لکھی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ سید صاحب علیہ الرحمہ نے مقام پنڈوہ کی تخصیص کردی ہے اور شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مطلقاً بنگال لکھا ہے۔

اخبار الاخیار میں ہے:

''چوں در بنگالہ رسید یک روز برآبے نشستہ بود، برخواست وتجدید وضو کرد و

۱۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 901۔

۲۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابو العلائی، گیا، خواجہ برقی پریس دہلی، سال اشاعت غالباً 1937ء۔

حاضران را گفت، بیائید تا کہ بر جنازہ شیخ الاسلام دہلی کنیم''۔ جب شیخ جلال الدین بنگال پہنچ گئے، ایک روز دریا کنارے بیٹھے تھے، اٹھے، تازہ وضو کیا، حاضر باشوں سے کہا، آیئے! شیخ الاسلام دہلی کی نماز جنازہ ادا کرلیں۔''[1]

ملفوظات مشائخ چشتیہ شیخ جلال الدین تبریزی کی حیات وخدمات کے بنیادی مراجع ہیں، ان میں نماز جنازہ بدایوں میں ادا کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ نیز سیر الاولیا، اخبار الاخیار سے پہلے لکھی گئی ہے، اس کی اکثر باتیں مشاہدات پر مبنی ہیں، یا راوی سے براہ راست سنی گئی ہیں، لہذا سیر الاولیا کو اخبار الاخیار پر ترجیح ہونی چاہیے۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی جب شیخ الشیوخ کی خدمت میں تھے، اس وقت ان کی موجودگی میں ان کی عطا کی ہوئی نعمت پر کہا تھا کہ یہ میرے پیر کی عطا ہے۔ شیخ نجم الدین صغری کا انتقال ہوا، اس وقت بھی انہوں نے کہا کہ وہ میرے کی برکت سے دنیا سے چلا گیا۔ ان باتوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہیں اپنے پیر سے حد درجہ لگاؤ تھا، ان کے نزدیک ہر نعمت الٰہی کا وسیلہ ان کا پیر تھا۔ یہ آداب سلوک ومعرفت کے عین مطابق ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کے چہرہ کی نورانیت

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا نور برستا چہرہ، تقوی و طہارت کا مرقع تھا، دل کی پاکیزگی کے آثار چہرہ سے ہویدا تھا۔ اس نورانی چہرہ کو جو دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ اللہ کریم جس کے دل کو توفیق دیتا، وہ چہرہ دیکھ کر ایمان لے آتا، نیک اعمال کرتا۔ بدایوں کی سرزمین پر ایک ایسا ہی واقعہ دیکھنے کو ملا۔ ایک غیر مسلم نے آپ کا چہرہ دیکھ کر اسلام قبول کرلیا۔

فوائد الفواد میں ہے:

''شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت نکلی۔ ارشاد ہوا کہ جس زمانے میں وہ بدایوں پہنچے۔ ایک روز گھر کی دہلیز پر بیٹھے تھے کہ ایک دہی فروش دہی کی مٹکی سر پر

1۔ اخبار الاخیار، مع مکتوبات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، نوریہ پبلشنگ کمپنی، بلال گنج، لاہور، سال اشاعت 2009ء، ص:45۔

رکھے اس گھر کے سامنے سے گزرا، یہ دہی بیچنے والا مواس کا رہنے والا تھا، مواس بدایوں کے قریب [ایک پناہ گاہ] ہے۔ اس علاقے کو کٹھیر کہا جاتا تھا۔ وہاں راہزن بہت ہوتے تھے، یہ دہی فروش بھی ان رہزنوں میں سے ایک تھا۔ مختصر یہ کہ جب اس کی نظر شیخ جلال الدین کے چہرہ مبارک پر پڑی تو پہلی ملاقات ہی نے اس کے اندر کی کایا پلٹ دی۔ جب اس نے غور سے شیخ کا چہرہ دیکھا تو بولا کہ: در دین محمد علیہ السلام این چنین مردمان ہم باشند'' دین محمد علیہ السلام میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں! پھر فوراً ایمان لے آیا۔ شیخ نے اس کا نام علی رکھا۔''[۱]

سیر العارفین میں اس دہی فروش کا مذہب ''ہندو'' بتا گیا ہے:

''حضرت نظام الدین اولیاء بدایونی سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخ جلال الدین تبریزی شہر بدایوں میں اپنے مکان کی دہلیز پر بیٹھے تھے کہ ایک ہندو کھٹیر کے گھنے جنگل سے جو بداؤں کے نزدیک ہے، دہی سے بھری ہوئی ایک مٹکی فروخت کرنے کے لئے لایا۔''[۲]

بعض کتابوں میں شیخ مولیٰ علی بدایونی کی قومیت [ذات] بھی بتائی گئی ہے۔ غیر مسلم ہندو سماج میں ایک قوم 'اہیر' ہے۔ سماج میں ان کا شمار آج بھی نچلے طبقہ میں ہوتا ہے۔ شیخ مولا علی بدایونی اسی قوم اہیر میں شمار کئے جاتے تھے، وہ رہزنوں کے مابین رہتے تھے، خود رہزنی بھی کرتے تھے، بدایوں کے نواحی علاقوں کی پناہ گاہیں ان کا ٹھکانہ تھا، دہی فروشی ان کا پیشہ تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے چہرہ کی نورانی کرنوں نے ان کی قسمت کا ستارہ چمکا دیا، سینکڑوں باطل خداؤں کے سامنے جھکنے سے بچالیا، ایک معبود حقیقی سے ملا دیا، سماجی عزت وشرافت کا تاج پہنا دیا، لوٹ مار جیسی بری خصلت کو سخاوت وفیاضی جیسی اچھی خصلتوں سے بدل دیا۔ ان کی قسمت کا ستارہ اس وقت مزید عروج پر آیا، جب شیخ جلال الدین تبریزی نے ان کا دہی تناول فرمایا۔ حضرت مخدوم شیخ احمد لنگر دریا بلخی فردوسی، سلسلۂ فردوسیہ کے بڑے مشائخ میں شمار کیے جاتے ہیں، انہوں نے اپنے ملفوظات ''مونس

---

[۱]۔ فوائد الفواد، [فارسی] امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:227,228۔

[۲]۔ سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:247۔

القلوب'' میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔

مونس القلوب میں ہے:

''جب علی مولا نے شیخ کو دیکھا، دہی کا مٹکا اتار کر آگے رکھا اور شیخ کے قدموں پر گر پڑے۔ شیخ نے وہ پیش کش ان کی قبول کی اور پیالہ و چمچہ منگوا کر اس میں سے تھوڑا تھوڑا سب کو کھلایا اور خود بھی کھایا۔''

ہم نے شیخ مولا علی جنغرات فروش کے قبول اسلام کے تعلق سے تین کتابوں کے حوالے پیش کیے۔ ہر کتاب کی عبارت کسی نہ کسی فائدہ کی طرف مشیر ہے۔ ایک بات تینوں کتابوں میں مشترک ہے، وہ یہ ہے کہ شیخ مولا علی کے قبول اسلام کی جگہ شیخ جلال الدین تبریزی کے مکان کا دہلیز ہے۔ ثمرات القدس میں لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی لب دریا تھے۔ اس وقت یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

''روزے خدمت شیخ جلال الدین تبریزی بر لب دریائے بدایوں نشستہ بود، وی بہ طریق ورسم معہود کوزۂ جنغرات بر سر نہادہ از آب می گزشت۔''

ایک روز شیخ جلال الدین تبریزی دریا کے کنارے رونق افروز تھے، مولا علی حسب عادت دہی کی مٹکی سر پر رکھے پانی سے گزرے۔''[۱]

دونوں روایتوں میں تطبیق بایں معنی ممکن ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کا مکان لب دریا رہا ہو۔ ندی پار کرتے ہی آپ کا مکان لگتا ہو، ایسی صورت میں مکان کا دہلیز اور لب دریا دونوں طرح سے تعبیر ممکن ہے۔

حضرت مولا علی بدایونی نے دولت دنیا سے کنارہ کشی کرلی

جنگلی پناہ گاہوں کا دہی فروش، دہی کی مٹکی لیے بدایوں کی گلیوں میں پھیرا، تقدیر بدل گئی، سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے چہرۂ منور کی زیارت ہوئی، دل کی دنیا بدل گئی، اسلام کی دولت نصیب ہوئی، اس لازوال دولت نے دنیا کی دولت کی محبت

۱۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 902۔

متادی، دہی فروشی کے کاروبار سے جو کمایا تھا، شیخ جلال الدین تبریزی کے قدموں پر لا کر ڈھیر کر دیا۔ مستند روایتوں کے مطابق وہ کوئی چھوٹی رقم نہیں تھی بلکہ ایک لاکھ چاندی یا سونے کے سکے تھے، سب لا کر شیخ کے قدموں پر نثار کر دیا۔ جن کے چہرہ کے دیدار سے مولا علی کو دولت دنیا سے نفرت پیدا ہوئی تھی، ان کو اس دولت سے کب محبت ہو سکتی ہے؟ شیخ جلال الدین تبریزی نے اس خطیر رقم کو خود مولا علی کے ہاتھوں مستحقین میں تقسیم کرا دیا۔

سیر العارفین میں ہے:

''شیخ (جلال الدین تبریزی) نے اس کا نام علی رکھا، اور دوسرے روز وہ اپنے مکان گیا، اور جو کچھ اس کی ملکیت میں تھا وہ سب حضرت شیخ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ حضرت شیخ (تبریزی) نے اس سے فرمایا کہ نقد (رقم) کو سنبھال کر رکھو اور جس موقع پر میں حکم دوں خرچ کرو۔ حضرت شیخ کی عادت تھی کہ جس کسی کو انعام دیتے تو دس درہم سے کم نہیں دیتے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ تمام نقد روپیہ خرچ ہو گیا۔ صرف ایک درم علی کے پاس رہ گیا۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ حضرت کے نزدیک کم سے کم انعام دس درہم ہے اور میرے پاس ایک درہم سے زیادہ نہیں ہے، جب کسی کے متعلق حکم دیں گے تو نو درہم کی اور ضرورت ہو گی جو دیے جائیں گے۔ اسی درمیان میں ایک سائل آ گیا۔ حضرت شیخ نے علی کو حکم دیا کہ وہ ایک درہم جو تمھارے پاس ہے اس سائل کو دے دو۔''[۱]

مذکورہ عبارت میں صراحت ہے کہ شیخ تبریزی کا کم از کم عطیہ دس درہم تھا، فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ کم از کم عطیہ پانچ درہم تھا۔ فوائد الفواد کے علاوہ اور بھی کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے، جس میں کم از کم عطیہ بارہ درہم، کسی میں اس سے کم، کسی میں اسے زیادہ بتایا گیا ہے۔ یہ معمولی اختلافات ہیں، نفس واقعہ پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں۔[۲]

۱۔ سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص: 247، 248۔

۲۔ دیکھیے: فوائد الفواد، [فارسی] امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص: 228۔

شیخ مولا علی بدایونی نے بیوی کو طلاق دے دی

شیخ علی بدایونی دہی فروشی کی کمائی روزانہ گھر لے جایا کرتے تھے۔آج خلاف معمول وہ خالی لوٹے تھے، ہاں ایک کمائی تھی جو سابقہ زندگی کی کمائی پر بھاری تھی، دولت اسلام کی کمائی، وہ اسلام قبول کر چکے تھے، دولت وثروت دنیا سے اظہار نفرت کر چکے تھے، ساری دولت دنیا شیخ جلال الدین تبریزی کے قدموں پر نثار کرنے کا وعدہ کر کے آئے تھے۔گھر پہنچتے ہی بیوی کو اپنے اسلام کی خبر سنائی، اسے دین حق کی تبلیغ فرمائی۔بیوی پر تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا، قبول اسلام سے اس نے انکار کر دیا۔شیخ مولا علی بدایونی نے اسے طلاق دے دی اور گزر بسر کے اخراجات دے کر شیخ طریقت کی راہ اختیار کی:

''[شیخ مولا علی نے شیخ جلال الدین تبریزی سے] کہا میرے پاس نقدی بہت ہے، حکم ہو تو گھر جاؤں، کچھ عورت کو دوں، باقی آپ کے پاس لے آؤں، جس کام میں آپ چاہیں صرف کریں۔شیخ نے کہا: اچھا جاؤ۔علی مولا گئے اور عورت سے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں، اور شیخ نے بعد مسلمان ہونے کے ان کے لیے کپڑے بنوائے تھے۔غرض عورت سے کہا کہ: تو بھی مسلمان ہوتی ہے یا نہیں؟ عورت نے برا بھلا کہہ کر کہا: میں ہرگز مسلمان نہ ہوں گی۔پھر علی مولا نے مال مدفونہ نکال کر تھوڑا سا اس میں سے عورت کو دے کر کہا: آج کے بعد تو میری ماں بہن کے برابر ہے، اب مجھ کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔''

سب سے بڑی دولت اسلام کی دولت ہوتی ہے۔یہ دولت جس کے پاس حقیقتاً ہو، دنیا کی دولت اس کے سامنے بے معنی ہوتی ہے۔مذہبی تہوار و رسومات کے سہارے انہیں اظہار اسلام کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ شعائر اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتا ہے، اسی کے سہارے اپنے مالک حقیقی سے اپنا رشتہ استوار کرتا ہے۔

استاذ نظام الدین اولیا مولانا علاء الدین اصولی پر نگاہ کرم

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ جن دنوں بدایوں میں قیام فرما تھے۔وہ مولانا علاء الدین اصولی کے بچپن کا زمانہ تھا۔ایام طفولیت میں ہی آپ نے شیخ جلال الدین تبریزی سے فیض پایا تھا، شیخ تبریزی نے آپ کو خرقہ پہنایا تھا۔

مولانا علاء الدین اصولی بزرگوں کے فیض یافتہ تھے۔خصوصاً بچپن میں شیخ جلال الدین تبریزی اور کبر سنی میں محبوب الٰہی سید نظام الدین دہلوی سے ان کو فیض پہنچا تھا۔فوائد الفواد کے مطابق مولانا علاء الدین اصولی بڑے بزرگ تھے،علمی قد بہت اونچا تھا،لیکن وہ کسی کے مرید نہیں تھے۔

فوائد الفواد میں ہے:

''ایں جا سخن در مناقب مولانا علاء الدین افتاد فرمود کہ او در غایت بزرگی بود،ہمیں بود کہ دست کسے[پیری] نگرفتہ بود،اگر پیوند باکسی داشتی شیخی کامل حال بودی''۔گفتگو کے دوران مولانا علاء الدین کے اوصاف حمیدہ کا ذکر نکلا۔ارشاد ہوا کہ وہ بڑے بزرگ آدمی تھے۔بس کسی پیر کا ہاتھ نہیں پکڑا تھا،بیعت نہ کی تھی،اگر کسی کے مرید ہو جاتے تو کامل حال شیخ ہوتے۔''[1]

مولانا علاء الدین اصولی،سلطان المشائخ محبوب الٰہی سید نظام الدین اولیا کے استاذ ہیں۔حضرت محبوب الٰہی نے ان سے ''قدوری'' پڑھی تھی۔دونوں بزرگ بدایوں کے رہنے والے تھے۔ایک دوسرے کے حالات سے واقف تھے۔

فوائد الفواد سلطان المشائخ سید شاہ نظام الدین اولیا دہلوی علیہ الرحمہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔اس مجموعہ کے جامع خلیفہ محبوب الٰہی امیر حسن علا سجزی ہیں۔کتاب کی اہمیت وافادیت کے ساتھ اس کے غیر الحاقی ہونے پر بھی علما نے رضامندی ظاہر کی ہے۔

تذکرۃ الواصلین مولانا رضی الدین بسمل بدایونی نے لکھی ہے،بسمل صاحب نے اپنی کتاب میں مولانا علاء الدین اصولی کو شیخ جلال الدین تبریزی کا مرید بتایا ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''مولانا موصوف[علاء الدین] مرید شیخ جلا الدین تبریزی قدس سرہ العزیز کے ہیں۔''[2]

---

[1]۔فوائد الفواد،[فارسی] امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی،مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز،پبلشرز،بازار کشمیری،لاہور،بار اول،1386ھ/1966ء،ص:278۔قوسین کے درمیان لکھا گیا لفظ ''پیری'' محقق کے حاشیے سے لیا گیا ہے۔

[2]۔تذکرۃ الواصلین،مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی،ترتیب جدید،عبد العلیم قادری مجیدی،طبع جدید،محرم الحرام 1437ھ/اکتوبر 2015ء،ص:119۔

طریق تصوف میں بیعت وارادت کے جو مراسم ہیں، مثلاً سر پر کلاہ رکھوانا، موئے سر مونڈانا یا کترانا، ہاتھ پر ہاتھ دے کر رجوع الی اللہ کا عہد کرنا وغیرہ۔ ان رسومات کی ادائیگی کے ساتھ مولانا علاء الدین اصولی بدایونی نے کسی مرشد سے بیعت وارادت حاصل نہیں کی۔ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مولانا علاء الدین اصولی نے شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ سے خرقہ پہنا ہے۔ اس خرقہ پوشی کے بعد انہوں نے کسی دوسری مرشد سے خرقہ نہیں پہنا اور پوری زندگی ان کی ارادت وعقیدت مندی میں گزار دیا۔ لہذا فوائد الفواد میں جس بیعت وارادت سے انکار کیا گیا ہے۔ وہ معنیٰ اول سے انکار ہے۔ تذکرۃ الواصلین میں جس ارادت کا اثبات کیا گیا ہے وہ معنیٰ ثانی کا اثبات ہے۔

مولانا علاء الدین اصولی بدایونی کی خرقہ پوشی کے سلسلے میں فوائد الفواد میں لکھا ہے۔

"جس وقت مولانا علاء الدین بچہ تھے، بدایوں کی گلیوں میں سے کسی گلی میں جارہے تھے، شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ گھر کی دہلیز پر بیٹھے تھے، جب ان کی نظر مولانا پر پڑی تو انھیں بلایا اور جو لباس خود پہنے ہوئے تھے وہ ان کو پہنا دیا۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ: "ایں ہمہ اوصاف واخلاق اواز برکت آں بوذ" یہ سارے اوصاف اور اخلاق اسی کی برکت سے تھے۔"[1]

مولانا علاء الدین اصولی بدایونی ایک زبردست عالم دین اور متوکل بزرگ تھے۔ مرجع خواص وعوام تھے۔ ان کی ساری اخلاقی، علمی اور روحانی خوبیاں شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے فیوض رسانی کی برکتوں سے تھیں۔

1۔ فوائد الفواد، [فارسی] امیر حسن علاسجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:278۔

شیخ جلال الدین تبریزی اور قاضی کمال الدین جعفری کے درمیان دوستانہ تعلقات

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کا قدم بدایوں میں پڑا، بدایوں کھل اٹھا، علما و مشائخ نے آپ سے قربت بڑھائی، آپ کی ذات سے نسبت پائی، اسی نسبت سے خود چمکے، دوسروں کو بھی روشن کیے۔ ان تبحر علما میں قاضی کمال الدین جعفری بھی شمار ہوتے ہیں۔ جن کو شیخ جلال الدین تبریزی سے پیار تھا۔ دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے۔ ان تعلقات کو بیان کرنے سے پہلے قاضی صاحب علیہ الرحمہ پر ایک سرسری نگاہ ڈال لینا مناسب ہے۔

قاضی کمال الدین جعفری بدایوں کے حاکم اور قاضی تھے۔ مرجع عوام وخواص تھے۔ فاضل جلیل اور عالم نبیل تھے۔ مروجہ ومتداولہ علوم وفنون میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ صاحب قرطاس وقلم بھی تھے۔ تذکرہ وتعارف کی کتابوں میں ان کی تصنیف کردہ کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ خصوصاً علم فقہ میں ''مغنی'' کا ذکر جا بجا کیا گیا ہے۔

قاضی کمال الدین جعفری کا علم جتنا بہتر تھا، عمل بھی اتنا ہی عمدہ تھا۔ وہ قرآن کریم کی تلاوت سے حد درجہ شغف رکھتے تھے۔ آخری عمر میں حواس مضمحل ہوئے، تلاوت قرآن مجید میں رکاوٹ آئی، اوراد ووظائف کو گلے لگا لیا۔ روایتوں کے مطابق وہ اوراد ووظائف کے جامع تھے۔ مولانا رضی الدین بسمل بدایونی نے ان کا مختصر مگر جامع تعارف ان لفظوں میں لکھا ہے:

''قاضی صاحب بہت بڑے فاضل تھے اور علامۂ عصر۔ کتاب مغنی آپ کی تصنیف ہے۔ جلد پنجم کتاب فوائد الفواد مجلس یوم سہ شنبہ ۲۷ رمضان المبارک 719ھ محبوب الٰہی میں مذکور ہے کہ قاضی کمال الدین جعفری حاکم بدایوں کے تھے، اور ان کو بہت سے کام تھے، باوجود شغلِ قضا و دیگر کاموں کے تلاوت قرآن شریف بہت فرماتے تھے۔ جب وہ بوڑھے ہوئے تو کثرت تلاوت قرآن شریف ان سے روزانہ نہ ہو سکی۔ تب لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ: ''اب آپ کیا پڑھتے ہیں؟'' فرمایا کہ ''سبعات عشر'' پر

میں نے اکتفا کیا ہے کہ وہ جامع جملہ اوراد ہیں۔''[۱]

قاضی کمال الدین جعفری بدایونی اور شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی بے تکلف دوست تھے۔ یہ دوستی شیخ جلال الدین کے قیام بدایوں کے درمیان پیدا ہوئی تھی۔ دونوں اہل علم تھے، خوب اچھی نشست وبرخواست تھے۔ دونوں کے درمیان ہر مسئلہ پر کھل کر بات ہوتی تھی، ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے تھے۔

تذکرۃ الواصلین میں ہے:

''قاضی کمال الدین جعفری سے اور شیخ جلال الدین تبریزی سے [جب وہ بدایوں میں تشریف رکھتے تھے] کمال درجہ کی دوستی تھی۔[۲]

ایک دوسری جگہ ہے:

''شیخ جلال الدین تبریزی ایک روز قاضی صاحب کی ملاقات کے واسطے تشریف لے گئے اور اکثر جایا کرتے تھے۔''[۳]

سیر العارفین میں لکھا ہے:

''از حضرت سلطان المشائخ نظام الملۃ والدین قدس سرہ نقل است کہ میاں خدمت قاضی کمال الدین جعفری وحضرت شیخ مؤدت ومحبت بود'' سلطان المشائخ نظام الملت والدین قدس سرہ سے منقول ہے کہ قاضی کمال الدین جعفری اور حضرت شیخ (جلال الدین تبریزی) کے درمیان بہت محبت ومؤدت تھی۔''[۴]

قاضی کمال الدین جعفری علیہ الرحمہ کا وصال کب ہوا اور ان کی تاریخ پیدائش کیا ہے۔ اس کی تفصیل نہیں ملتی۔ تذکرۃ الواصلین میں آپ کے مزار پاک کا ذکر ہے۔

مولانا رضی الدین بسمل بدایونی لکھتے ہیں:

''قاضی کمال الدین جعفری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پیش دروازہ شمالی جامع واقع

---

[۱]۔ تذکرۃ الواصلین، مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، ترتیب جدید، عبد العلیم قادری مجیدی، طبع جدید، محرم الحرام 1437ھ/ اکتوبر 2015ء، ص: 135۔

[۲]۔ مرجع سابق، ص: 135۔

[۳]۔ مرجع سابق، ص: 136۔

[۴]۔ سیر العارفین، فارسی، شیخ حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ا، ص 169۔

ہے۔ وہ مزار اب تک [1315ھ/1897ء] درست بنا ہوا ہے۔ درمیان مزار اور دروازے کے ایک سہ دری مکان موسیٰ نداف کی بن گئی ہے، اور تکیہ تلقین شاہ کا مزار سے جانب غرب ہے، درمیان میں راستہ دروازہ شمالی جامع مسجد کو جاتا ہے۔"[1]

شیخ جلال تبریزی اور قاضی کمال الدین جعفری کی اٹھکھیلیاں

مذکورہ بالا سطور سے عیاں ہے کہ قاضی کمال الدین جعفری شیخ جلال الدین تبریزی کے ہم نشیں تھے۔ دونوں کا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا تھا۔ ایک بار حسب معمول شیخ جلال الدین تبریزی ان کے گھر گئے۔ وہ مشغول ملے، گفت وشنید نہیں ہوئی۔ شیخ تبریزی واپس چلے آئے، مگر ایک ایسا جملہ دے آئے جس نے قاضی صاحب کو آپ کے پاس آنے پر مجبور کر دیا۔ پوری تفصیل خلیفۂ محبوب الٰہی شیخ امیر علا سجزی کی روایت میں پڑھتے ہیں۔

فوائد الفواد میں ہے:

شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز ایک روز کسی کام سے قاضی کمال الدین جعفری کے ہاں تشریف لائے، قاضی صاحب بدایوں کے حاکم تھے، دروازے کے سامنے بیٹھے حاضرینِ دربار نوکروں نے کہا: قاضی صاحب اس وقت نماز پڑھ رہے ہیں۔ شیخ مسکرائے اور بولے: کیا قاضی کو نماز پڑھنی آتی ہے؟ جب شیخ جلال الدین واپس چلے گئے تو قاضی صاحب کو بتایا گیا کہ شیخ نے ایسی ایسی بات کہی ہے۔ دوسرے روز قاضی کمال الدین شیخ کی خدمت میں آئے، اولاً عدم ملاقات پر معذرت خواہی کی، پھر پوچھا کہ: آپ نے یہ کیسے فرمادیا کہ قاضی نماز پڑھنا جانتے بھی ہیں؟ میں نے تو نماز اور اس کے احکام کے بارے میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ: ہاں! علماء کی نماز اور ہے اور درویشوں کی نماز اور ہے۔ قاضی نے پوچھا: کیا درویش رکوع اور سجدے دوسری طرح کرتے ہیں؟ یا قرآن کسی اور طریقے سے پڑھتے ہیں؟ شیخ نے فرمایا کہ نہیں۔ علماء کی نماز اس طرح ہوتی ہے کہ کعبہ پر نظر رکھتے ہیں اور پھر نماز پڑھتے ہیں اور اگر کعبہ نظر میں نہیں ہوتا تو چہرہ اس کی

1۔ تذکرۃ الواصلین، مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، ترتیب جدید، عبد العلیم قادری مجیدی، طبع جدید، محرم الحرام 1437ھ/اکتوبر 2015ء، ص: 137۔

طرف کر لیتے ہیں اور اگر ایسی جگہ ہوں جہاں سمت معلوم نہ ہو سکے تو تحری کر لیتے ہیں۔ علماء کا قبلہ ان تین چیزوں سے باہر نہیں ہے۔ لیکن فقراء جب تک عرش کو نہیں دیکھ لیتے نماز نہیں پڑھتے۔ قاضی کمال الدین کو یہ بات ناگوار گزری مگر [اوبا] کچھ نہیں بولے۔ وہاں سے واپس آ گئے۔ رات ہوئی، قاضی کو خواب میں دکھایا گیا کہ شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز عرش پر مصلیٰ بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں، دوسرے دن یہ دونوں بزرگ ایک مجمع میں موجود تھے۔ اس وقت شیخ جلال الدین بولے! علما کا کام اور مرتبہ تو معلوم ہے کہ ان کی ہمت اور پہنچ درس دینے تک ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ چاہتے ہیں کہ مدرس بن جائیں یا قاضی (جج) ہو جائیں یا صدر جہاں ہو جائیں۔ ان کا مرتبہ اس سے اونچا نہیں ہوتا، لیکن درویشوں کے مرتبے بہت ہیں، ان کا پہلا درجہ تو وہی ہے جو قاضی کو گزشتہ رات دکھایا گیا۔ قاضی کمال الدین نے جب یہ بات سنی تو اٹھے اور عاجزی سے معذرت خواہی کی، اور اپنے لڑکے کو جس کا برہان الدین لقب تھا، شیخ کے قدموں میں ڈال دیا اور مرید کرایا اور شیخ سے کلاہ حاصل کی۔"[1]

فوائد الفواد کی مذکورہ روایت اور متعدد کتابوں کی عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ قاضی کمال الدین جعفری نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی روز یا دوسرے دن شیخ جلال الدین تبریزی کے پاس آئے، ان سے براہ راست ملاقات کی اور وضاحت طلب کی۔ سیر العارفین ایک معتبر کتاب ہے۔ اس میں درج ہے کہ قاضی کمال الدین جعفری نے شیخ جلال الدین تبریزی سے خواب میں وضاحت طلب کی تھی۔ اس کتاب میں ایک بنیادی فرق یہ بھی لکھا ہے کہ "فقراء کی نماز یہ ہے کہ جب تک رب کعبہ کو نہیں دیکھ لیتے ہیں اس وقت تک اللہ اکبر نہیں کہتے ہیں" اور فوائد والفواد وغیرہ کتب میں درج ہے کہ:

"فقراء جب تک عرش کو نہیں دیکھ لیتے نماز نہیں پڑھتے۔"

سیر العارفین کے مطابق قاضی جعفری علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے شیخ تبریزی سے ان کی بات کی تصدیق طلب کی تھی، جب انہوں نے اقرار کر لیا پھر سلسلۂ کلام آگے

1۔ فوائد الفواد، [فارسی] امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص: 401، 402، ملخصاً۔

بڑھا۔[۱]

صدیوں پہلے شیخ جلال الدین تبریزی کو شوخی آئی تھی، بے تکلفانہ دوستی میں قاضی جعفری کو چھیڑ دیا تھا، اسی چھیڑ خانی کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان جو باتیں ہوئیں، ان کی سیرت وکردار کو سمجھنے کے لیے سہارا بنیں۔

شیخ جلال الدین تبریزی ولایت کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے، عرش وفرش کی طنابیں ان کے لیے سمیٹ دی گئی تھیں، جہاں چاہتے عبادت کر لیتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مولانا شاہ مراد ماہروری نے یہ باتیں لکھی ہیں:

''شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی کوئی معمولی یا اوسط درجہ کے بزرگ نہ تھے، بلکہ ان کا مرتبہ بہت عظیم اور شان بہت رفیع تھی، ہر روز صبح کی نماز کعبہ شریف میں پڑھا کرتے تھے، ہر سال طواف بیت اللہ میں موجود ہوتے اور حج کرتے اور عرفہ وعید کے روز ہمیشہ غائب رہتے، کسی کو علم نہیں ہوتا کہ آپ کہاں گئے اور کہاں ہیں۔''[۲]

شیخ قاضی کمال الدین جعفری کی شخصیت بھی بڑی تھی، وہ واہی تباہی باتوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے، صاحب معاملہ سے خود ملنے اور اصل معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے عادی تھے۔ ایک قاضی کی یہی شان ہونی چاہیے۔ ان کی یہ عادتیں بھی اچھی تھیں کہ وہ دوسروں کے درجات ومراتب کو تسلیم کرتے تھے، بلاوجہ کسی سے الجھنا پسند نہیں کرتے تھے، عاجزی وانکساری اور معذرت خواہی میں پیش قدمی کرنا ان کی عادت تھی۔ دونوں بزرگوں کی سیرت ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

شیخ برہان الدین کی بیعت

شیخ برہان الدین ابن قاضی شیخ کمال الدین جعفری، شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ ان کا اصل نام سیف الدین محمد ہے۔ اور برہان الدین لقب ہے۔ فوائد

۱۔ تفصیل دیکھیے: سیر العارفین مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:247، سیر العارفین، فارسی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج۱، ص:170۔

۲۔ سیر الاولیا، معروف بہ محفل اولیا، حضرت شاہ مراد سہروردی، کتب خانہ امجدیہ، دہلی، 1424ھ/2003ء، ص:315۔

الفواداور سیر العارفین کی عبارتوں سے یہی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

سیر العارفین کی عبارت ہے:

''[قاضی کمال الدین جعفری نے] اپنے بڑے بیٹے کو جس کا 'نام' سیف الدین محمد تھا، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کا مرید کرایا۔''

فوائد الفواد میں ہے:

[قاضی کمال الدین جعفری نے] اپنے لڑکے کو جس کا برہان الدین 'لقب' تھا شیخ کے قدموں میں ڈال دیا اور مرید کرایا اور شیخ سے کلاہ حاصل کی۔

شیخ سیف الدین محمد ملقب بہ برہان الدین جعفری بدایونی کی سوانح نایاب ہے۔

بدایوں سے بنگال

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے قدم بدایوں میں پڑے، صفحات تاریخ کو نیا عنوان مل گیا، خدمتیں انجام پائیں، یادگاریں قائم ہوئیں، شیخ تبریزی نے ان ہی یادوں کے سہارے خلق خدا کو چھوڑ، بنگال کے لیے رخت سفر باندھا۔ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ سلطان العارفین بدایوں سے رخصت ہوا چاہتے ہیں۔ الوداع کہنے والوں کا تانتا لگ گیا، انبوہ کثیر شہری پناہ سے دور آپ کو رخصت کرنے لیے نکل آیا۔

خواجہ ذکر اللہ بالخیر روایت کرتے ہیں:

''جب شیخ بدایوں سے صوبہ بہار کی طرف جانے لگے تو سب لوگ بدایوں کے رخصت کو نکلے۔ شیخ چند قدم چل کر کھڑے ہوتے اور لوگوں کو رخصت کرتے اور عذر کرتے، یہاں تک کہ سب لوگ رخصت ہوئے۔''

شہر بدایوں کا خورد و کلاں نکلا تھا، امیر و غریب آئے تھے، بہت سے ایسے تھے جو ہمیشہ ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ شیخ تبریزی نے ان سب کو واپس کر دیا، اس جم غفیر میں ایک شخص ایسا تھا جو کسی حال میں واپس ہونا نہیں چاہتا تھا۔ جس طرح ماں کے پیچھے روتا بچہ بھاگتا ہے اسی طرح یہ بھی شیخ کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ تقریباً چھ میل تک چلے آئے۔ شیخ نے بارہا واپسی کا حکم دیا، وہ عذر خواہی کرتے رہے۔ یہ کوئی اور نہیں، شیخ مولا علی جعفرات

فروش تھے۔

''شیخ جلال الدین تبریزی بدایوں سے بنگال کی طرف روانہ ہو گئے اور شیخ علی دہی فروش، جو مسلمان ہوئے تھے، ان کے ساتھ رہے۔ تقریباً دو فرسنگ (تقریباً چھ میل) کٹے ہوں گے کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ: اے درویش علی! واپس ہو جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے مخدوم! آپ میرے پیر اور خواجہ ہیں۔ میں آپ کے بغیر کیا کروں گا؟[۱]

شیخ مولا علی کسی صورت واپس ہونا نہیں چاہتے تھے۔ شیخ تبریزی نے ان سے کہا: یہاں تم کو چھوڑنا حکمت سے خالی نہیں ہے۔ یہ شہر تمھاری حمایت میں ہے۔ تمہیں اس شہر کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اس شہر کو تمھاری ضرورت ہے۔ شیخ مولا علی یہ سن کر آب دیدہ آنکھوں کے ساتھ واپس آ گئے۔

شیخ مولا علی کی اپنے مرشد سے وابستگی نہیں بلکہ دیوانگی کا احساس اہل دل نے کیا ہے۔ ان کی باتیں بیان کرتے کرتے اہل دل کے سیل اشک رواں ہو جاتے ہیں۔ شیخ مولا علی کی حکایت بیان کرتے کرتے شیخ ذکر اللہ بالخیر کی آنکھیں بھی آنسو بہانے لگی تھیں۔

''جناب خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر یہ حکایت فرماتے تھے اور روتے جاتے تھے اور سب حاضرین محفل بھی روتے تھے۔''

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کا قیام، بدایوں میں کتنے سالوں تک رہا؟ یہ ایسا سوال ہے، جس کا جواب سربستۂ راز ہے اور شاید ہمیشہ راز ہی رہے گا۔

دوسری بار بدایوں ورود مسعود

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی بنگال سے دوسری بار بدایوں تشریف لائے۔ اس روایت کی تصدیق کسی دوسری کتاب سے نہیں ہو سکی۔

مرزا لعل بیگ بدخشی نے لکھا ہے:

''بعد از چند گاہے بشنید کہ آں بت خانۂ عالی در بدایوں است وخلق کثیر را گمراہ

۱۔ سیر العارفین مترجم محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:249، سیر العارفین، فارسی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ا، ص 171۔

دارید، بہ نیت تخریب آں از ملک بنگ متوجہ آں بت خانہ گشت، قہراً وجبراً آں را در ہم شکست ، و بجائے وی مسجد وخانقاہ بنا نہاد، وباز بہ بنگالہ مراجعت نمود۔"

قیام بنگال کے چند سالوں بعد شیخ جلال الدین تبریزی نے سنا کہ بدایوں میں ایک بڑا بت خانہ بن گیا ہے، بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے، وہ بنگال سے اس بت خانہ کی تخریب کے لیے واپس آئے، زور وطاقت سے اسے اکھاڑ پھینکا اور اس جگہ پر مسجد وخانقاہ کی بنیاد رکھی، پھر بنگال واپس تشریف لے آئے۔"[۱]

مرزا لعل بیگ بدخشی اس روایت کو بیان کرنے میں تنہا ہیں، انہوں نے کوئی سند نقل نہیں کی ہے۔ ہمیں اس روایت میں تامل ہے۔

1- شیخ جلال الدین تبریزی کی سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ جب بنگال پہنچے، یہاں اسلام عام نہیں تھا، لوگ جادو ٹونا پر زیادہ اعتماد کرتے تھے، دعوت وتبلیغ کی ازحد ضرورت تھی، اس لیے آخری سانس تک یہیں فروغ اسلام میں لگے رہے، یہاں سے باہر کہیں نہیں گئے اور اسی سرزمین پر آپ کا وصال ہوا۔

2- شیخ جلال الدین تبریزی کے عہد میں بدایوں مرکزی شہر تھا، اسلامی حکومت کے ماتحت تھا، جلیل القدر علما ومشائخ یہاں قیام کرتے تھے۔ ایسے شہر میں شیخ تبریزی کے رخصت ہوتے ہی چند سالوں میں ہیکل صفت بت خانہ کی تعمیر بعید معلوم ہوتی ہے۔

شیخ جلال الدین کا براہ اودھ، بہار اور اڑیسہ بنگال کا سفر

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ بدایوں سے نکلے، اودھ پہنچے۔ مؤرخین نے اودھ پہنچنے کا قول کیا ہے، تفصیلات سفر اور قیام ومقام سے صرف نظر کیا ہے۔ یہاں اودھ سے مراد اجودھیا ہے، جہاں بابری مسجد قائم تھی۔ اس اودھ میں شیخ عثمان ہارونی اور شیخ فرید الدین گنج شکر کے مریدوں کے مزارات آج بھی زیارت گاہ ہیں۔

ڈاکٹر رضی احمد کمال صاحب نے اودھ کا مذہبی خاکہ یوں پیش کیا ہے:

۱۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص: 901۔

’’یہ اجودھیا ہی کی سرزمین تھی کہ جہاں کے مندروں کے گھنٹوں کی آواز، سادھوؤں وسنتوں کے منتر، مسجدوں کی اذانیں اور صوفیا ومشائخ کے ذکرواذکار سب کو مسحور کرتے رہے۔ یہ اسی سرزمین کی کشش تھی کہ جس نے مختلف طریق سلاسل کے صوفیا ومشائخ کو یہاں اپنا مسکن بنالینا پسند کیا اور پھر یہ حضرات اپنی زندگی کی آخری سانس تک اپنے اپنے فرائض کو ادا کرتے ہوئے یہیں کی خاک میں دفن ہوگئے جن کے آثار وعلائم آج بھی یہاں کی مسجدوں اور مزاروں کی شکل میں موجود ہیں، اگرچہ ان میں اکثر کی حالت بہت خستہ ہوچکی ہے یا پھر وہ بالکل اجڑی ہوئی حالت میں ہے۔‘‘[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی اودھ سے بہار تشریف لائے، یہاں سے اٹھے، تو اڑیسہ پہنچے۔ اودھ، بہار اور اڑیسہ کے اس سفر میں کتنی جگہوں پر ان کا قیام رہا؟ کتنی شخصیتوں سے ملاقاتیں رہیں؟ وہ جگہیں اور شخصیتیں کون کون سی تھیں؟ کتب تاریخ ان باتوں کا ذکر نہیں کرتیں۔

سفر بہار کے بارے میں، خیر المجالس ملفوظات حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی میں ہے:

’’جب شیخ بدایوں سے صوبۂ بہار کی طرف جانے لگے تو بدایوں کے سب لوگ رخصت کو نکلے۔‘‘

سید حسین الدین احمد منعمی ابو العلائی صاحب نے اپنی کتاب میں ’’سفر بہار‘‘ کا ضمنی عنوان لگایا ہے۔ اس عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں:

’’شیخ بدایوں سے روانہ ہوکر بہار پہنچے اور یہاں کچھ دنوں قیام فرمایا، بہار سے رخت سفر باندھ کر بنگال روانہ ہوئے۔‘‘[۲]

مذکورہ تینوں جگہوں کے اسفار کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مراد سہروردی صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ ڈاکٹر رضی احمد کمال، مختصر تاریخ مشائخ اودھ، ص: ۱۱، ۱۲، مطبوعہ الحسنات بکس پرائیویٹ لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی، سال اشاعت ۲۰۰۶ء۔

۲۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابو العلائی، گیا، خواجہ برقی پریس دہلی، سال اشاعت غالباً 1937ء، ص: 17۔

”بدایوں سے ایک عرصہ کے بعد آپ آگے روانہ ہوگئے، اودھ، بہار اور اڑیسہ کی سیر کرتے ہوئے بنگال پہنچے۔“[1]

❁❁❁

1۔ محفلِ اولیاء (سیر الاخیار) مولانا شاہ مراد سہروردی، کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی، سال اشاعت 1424ھ/2003ء، ص:314۔

باب ہفتم

قیام بنگال سے وفات تک

بنگال میں اشاعت اسلام

کہتے ہیں کہ: مالابار کے ساحلی علاقوں پر بعثت نبوی سے قبل ہی عرب تجار آیا، جایا کرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ اعلان نبوت کے بعد بھی قائم رہا جس کے نتیجہ میں راجا چیرامن پیرومل خدمتِ رسول ﷺ میں حاضری دے کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ بشرط صحت روایت یہ کسی بھارتی غیر مسلم کے قبول اسلام کا اولین واقعہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: راجا چیرامن پیرومل چند صحابہ کے ہمراہ ملک میں واپس آئے تھے۔ جب حضرت عمر کی خلافت کا دور چل رہا تھا، اس وقت صحابہ وتابعین کی ایک جماعت مالابار، بھارت، تشریف لائی تھی۔ ان آنے والوں میں سب سے اہم نام صحابی رسول حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ [ان کی صحابیت میں اختلاف ہے] کا ہے جن کا مزار شریف آج بھی ریاست کیرالہ میں کاسرگوڑ ضلع میں موجود ہے۔ محمد بن قاسم صرف ۱۷ سال کی عمر میں خلیفہ ولید بن عبد الملک کی اجازت سے راجا داہر کے مقابلہ میں بھارت آئے تھے۔ راجا داہر کی زیادتی اور سراندیپ کے تاجروں پر ہو رہے مظالم کی اطلاع خلیفہ ولید بن عبد الملک کو ملی تھی جس کے نتیجہ میں یہ کارروائی ہوئی تھی۔

بھارت کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں جب بڑی ریاستوں کے مظالم سے تنگ آگئیں تو محمود غزنوی کو مدد کے لیے پکارا۔ محمود غزنوی مقامی ظالم راجاؤں اور ان کی افواج کی مدد سے شمال مغربی ہند کی بڑی اور مضبوط سلطنتوں کو کافی کمزور کر دیا۔ پھر محمد غوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی دعاؤں کی برکت سے نہ صرف ظالم راجاؤں کے بالمقابل فتح یاب ہوئے بلکہ دلّی میں سلطنتِ غلامان کی بنیاد بھی رکھی۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے کوششیں کی جاتی رہیں۔ اس طرح بھارت میں اسلام کا ستارا روشن سے روشن تر ہوتا چلا گیا۔
لیکن بنگال میں اسلام کی ابتدا، تبلیغ یعنی یہاں کے مقامی باشندوں کی تبدیلی مذہب

سے نہیں ہوئی؛ بلکہ یہاں اسلام کی ابتدا تبدیلی وطن Immigration سے ہوئی، آٹھویں صدعیسوی میں یہاں مسلمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی جو اسلام کا قریبی عہد کہلاتا ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں چلتا رہا، بنگال میں عرب مسلمانوں کی کثرت آبادی کی ایک علامت یہ ہے کہ یہاں کی مقامی زبانوں میں عربی دخیل الفاظ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ چٹگام، سلہٹ، نواکھالی اور دیناج پور کی ہزار سالہ پرانی زبانوں کا جائزہ لیجیے تو کثیر عربی الفاظ ان زبانوں کا حصہ نظر آتے ہیں۔ عباسی خلافت کے زمانے میں بنگال میں مسلمانوں کی قابل قدر آبادی پائی جاتی تھی۔ آثار و باقیات کی روایتیں بتاتی ہیں کہ یہاں کی کھودائی میں خلافت عباسیہ کے دور کے سکے بھی ملے ہیں۔

کہا بھی جاتا ہے کہ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی 1200ء کی آخری دہائی میں بنگال تشریف لائے۔ شمالی بنگال کا علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز رہا ہے۔ آپ کی اخلاقی و روحانی برتری نے لوگوں کو آپ کی طرف مائل کیا، آپ کے کشف و کرامات نے غیر مسلموں کو آپ کا گرویدہ بنایا، آپ کی شخصیت کی جلوہ سمانیوں نے ہزاروں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب بنگال میں راجا لکشمن سین کی حکومت ہوا کرتی تھی۔ مسلم حکمرانوں نے بنگال کو فتح نہیں کیا تھا۔

بنگال میں اسلامی حکومت کے قیام اور جلال الدین تبریزی کی آمد سے قبل ہی یہاں اسلام آچکا تھا۔ متعدد صوفیائے کرام اور حامیان دین و سنت نے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ تبلیغ کا ایک مرکزی دائرہ تھا، اکابر صوفیائے کرام اس کے ارکان تھے۔

اعجاز الحق قدوسی صاحب لکھتے ہیں:

''بنگال کا پہلا تبلیغی مرکز: اس زمانے میں جب عرب بنگال آئے، انہوں نے ایک امیر کے تحت [کام کیا] اس تبلیغی مرکز کے روح رواں میر سید سلطان محمود ماہی سوار [1047ء]، شاہ محمد سلطان رومی [1053ء]، بابا آدم شہید [1119ء] اور شاہ نعمت اللہ بت شکن جیسے اکابر صوفیہ تھے، جنہوں نے سارے بنگال کو اپنی تبلیغی جد و جہد سے منور و تاباں بنایا۔''[۱]

۱۔ تذکرہ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ، لاہور، اپریل، 1965ء، ص: 47، 48۔

بنگال میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا محمد بختیار خلجی کے سر ہے، اس نے مذہب اسلام کو اس خطے میں رواج دیا۔ خطہ میں اسلامی سلطنت قائم ہوتے ہی مبلغین اسلام اور داعیان اسلام کی ہمتیں کھل گئیں، یہاں پہلے سے آباد مسلمانوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسلامی سلطنت کے زیر سایہ بیرون صوبہ سے مبلغین اسلام بنگال تشریف لانے لگے جن میں مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی ذات بھی شامل ہے، خاندان علائیہ نے بنگال کی سرزمین کو اسلام کی بہاروں سے خوب آراستہ و پیراستہ کیا، ایک زمانہ ایسا آیا کہ حضرت شیخ نور قطب عالم پنڈوی علیہ الرحمہ کی تبلیغ سے راجا گنیش کا لڑکا ''جودو'' اپنے والد کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا اور وہ مسلمان ہوکر جلال الدین شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا، خانوادہ علائیہ کی تبلیغ کا اثر صدیوں بنگال کی سرزمین پر رہا۔

شیخ جلال الدین تبریزی کے عہد کا بنگال

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے دور میں بنگال کی سلطنت غیر مسلم راجا لکشمن سین کے ہاتھ میں تھی۔ راجا لکشمن سین کے دادا راجا و جئے سین نے یہاں نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی تھی، اس کا دور حکومت 1095ء سے 1158ء تک محیط تھا، اس نے وسیع خطۂ بنگال کو زیر سلطنت کر لیا تھا۔ راجا و جئے سین کے لڑکے راجا بلّال سین نے 1158ء میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی 1179ء تک حکمرانی کی، راجا بلّال سین کو بنگال کی سیاسی تاریخ میں سین خاندان کا بہترین راجا قرار دیا جاتا ہے۔ انہوں نے بہت سے سماجی بہبود کے کام انجام دئے۔ راجا بلّال سین کے انتقال کے بعد 1179ء میں راجا لکشمن سین تخت نشیں ہوا، وہ ایک انصاف پسند بادشاہ تھا، اس کی سلطنت میں رعایا کو آزادی حاصل تھی، اور یہی آزادی بادشاہ کی مضبوطی تھی، اس کی سلطنت وسیع خطۂ ارض کو محیط تھی۔ راجا لکشمن سین مسلم حکمراں بختیار خلجی کی آمد 1205ء تک حکمراں رہا۔ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ اسی راجا کے دور حکمت میں بنگال آئے، راجا اور حضرت شیخ تبریزی کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے۔ راجا حضرت شیخ تبریزی کی عظیم شخصیت سے حد درجہ متاثر تھا، وہ حضرت شیخ تبریزی سے محبت کرنے لگا تھا، ان کی عقیدت

کا اسیر بن چکا تھا۔ راجا اور حضرت شیخ تبریزی کی داستان محبت کو راجا کے وزیر ہلایودھ مشرا نے اپنی کتاب ''شیخ شبھودیا'' میں افسانوی انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت شیخ تبریزی کی بہت سی کرامتوں کا ذکر بھی دلکش انداز میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں درج باتوں کو ہم نے ایک مستقل باب میں درج کیا ہے۔

بنگال میں ورود مسعود

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی آمدِ بنگال کے تعلق سے صوفیائے بنگال پر گہری نظر رکھنے والے ڈاکٹر انعام الحق کے حوالہ سے مصنف آب کوثر نے لکھا ہے۔

''ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی بنگال میں 1195ء اور 1200ء کے درمیان کسی ایسے وقت میں پہنچے، جب وہاں لکشمن سین کا راج تھا اور مسلمانوں نے بنگال فتح نہیں کیا تھا۔''[۱]

اعجاز الحق قدوسی صاحب بڑی کدوکاوش اور عرق ریزی کر کے نصف دہائی قبل صوفیائے بنگال کی چھان بین کی تھی، ان کی تلاش وجستجو میں جتنے صوفیا کا ذکر ملا، انہوں نے اس کو ''تذکرہ صوفیائے بنگال'' کے نام سے شائع کر دیا۔ انہوں نے شیخ جلال الدین تبریزی کی آمد بنگال کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

''بنگال میں مسلمانوں کی حکومت کے بعد جو بزرگ سب سے پہلے تشریف لائے وہ مخدوم شیخ جلال الدین تبریزی تھے۔''[۲]

حیرت کی بات یہ ہے کہ اعجاز الحق القدوسی صاحب نے راجا لکشمن سین اور شیخ جلال الدین تبریزی کی ملاقات کا ذکر بھی کیا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کی آمد، بنگال میں کس سال ہوئی تھی؟ درحقیقت شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کی حیات کا پر پیچ سوال ہے۔ صفحات

۱۔ شیخ محمد اکرام، آب کوثر، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲ کلب روڈ، لاہور، تیسواں ایڈیشن، سال اشاعت جون ۲۰۰۶ء، ص:300۔

۲۔ تذکرہ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1965، ص:113۔

آئندہ میں ہم اس پر مزید کلام کریں گے۔ بنگال کی سیاسی و مذہبی تاریخ سے مکمل واقفیت رکھنے والا کوئی مؤرخ اس کا تجزیاتی جائزہ لے سکتا ہے۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کا قدم سب سے پہلے بنگال کے کس خطۂ ارض پر پڑا؟ یقین سے نہیں کہا جاسکتا، البتہ آپ کی خدمات کا دائرہ علاقۂ بنگال کا اتری حصہ رہا۔ بنگال کے آثار و مسلم تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے ڈاکٹر محمد مظلوم خان لکھتے ہیں:

"Shaikh Jalal al-Din Tabrizi was the most celebrated of the early saints in Bengal. It was his missionary zeal and great spiritualism that accounted for the spread of Islam and the development of the Muslim in North Bengal in the early days of the Muslim rule in this provice."[1]

دیوتلا میں پہلا قیام اور دیو کی ہلاکت

ظن غالب ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی سب سے پہلے دیوتلا[2] میں قدم رنجہ ہوئے، وہاں سے پنڈوہ، گور یعنی لکھنوتی تشریف لائے۔ تذکرہ نویسوں نے بنگال میں قدم رنجہ ہوتے ہی ایک دیو کو ہلاک کرنے کا واقعہ لکھا ہے۔ یہ واقعہ دیوتلا میں واقع ہوا تھا، قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اسی سرزمین پر شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کا پہلا قدم پڑا تھا۔

افضل الفوائد ملفوظات حضرت محبوب الٰہی مرتبہ حضرت خواجہ امیر خسرو میں ہے۔

''پھر اسی محل میں جلال الدین تبریزی کی حکایت بیان فرمائی کہ ولایت تو وہ تھی جو شیخ جلال الدین تبریزی کو حاصل تھی، کیوں کہ جب انھوں نے ہندوستان کا ارادہ کیا تو ایک شہر میں آئے، وہاں ایک دیو[جن] تھا۔ وہ ہر رات ایک آدمی کو کھا جاتا تھا۔ حضرت شیخ نے اس دیو کو پکڑ لیا اور ایک لوٹے میں قید کر دیا۔ اس شہر کا چودھری ہندو تھا۔
جب اس نے یہ کرامت دیکھی مع تمام مردمان کے آکر مسلمان ہوگیا۔ پھر حضرت

---

[1] Pioneers of Islam in Bengal: The Early Muslim saints of Bengal and their–Contributions,Muhammad Mojlum Khan,Page:9,www.bmri.org.uk]

[2] بعض حضرات نے ''دیو محل'' اور بعض نے ''دیوتلاؤ'' لکھا ہے۔ تلاؤ: بھوجپوری اور روہیل کھنڈی زبان میں تالاب کو کہتے ہیں، قدیم زمانہ میں دیوتلا میں ایک بڑا تالاب تھا، کہا جاتا ہے کہ اس تالاب میں ایک آدم خور دیو رہتا تھا۔ تالاب اور دیو دونوں لفظوں کی ترکیب سے اس جگہ کا نام دیوتلاؤ، دیوتلا یا دیو محل پڑا۔

شیخ کچھ مدت وہاں رہے۔ حکم دیا کہ وہاں ایک خانقاہ تعمیر کریں۔ جب خانقاہ تیار ہوگئی [تو] ہر روز ایک بھکاری کو بازار سے لے آتے تھے، اس کا سر تراشتے تھے، اس کو بیعت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تجھ کو میں نے خدا کو [تک] پہنچا دیا۔

اسی طرح ۵۰ بھکاری صاحب سجادہ کر دیے اور ہر ایک کو صاحب کرامت کر دیا، جب وہ وہاں قائم مقام ہوگئے۔ آپ آگے گور [بنگال] کو روانہ ہوگئے۔[۱]

بعض روایات میں ہے کہ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی نے دیو کو ہلاک کر دیا تھا۔ ایسا ممکن ہے کہ پہلے آپ نے اسے لوٹا میں قید کیا ہو پھر ہلاک کر دیا ہو۔

جوامع الکلم میں ہے:

''اور یہاں (بدایوں) سے شیخ دیوہ محل آئے۔ ایک کمہار یا مالن کے ہاں قیام کیا۔ دیکھا کہ اس کے گھر میں آہ وشیون کا طوفان برپا ہے۔ پوچھا تو پتا چلا کہ اس شہر میں ایک رسم یہ تھی کہ راجا کے حکم کے مطابق ہر روز ایک نوجوان دیو کے سامنے بھیجا جاتا اور وہ اسے کھا لیتا۔ اس روز شیخ کے میزبان کے بیٹے کی باری تھی۔ شیخ نے کہا کہ اپنے بیٹے کو نہ بھیجو۔ مجھے بھیجو۔ لیکن وہ نہ مانا کہ اگر دیو نے تمھیں قبول نہ کیا تو راجا مجھے قتل کرا دے گا۔

چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو نہلایا دھلایا۔ نئے کپڑے پہنائے اور اسے بت خانے میں لے گیا۔ شیخ بھی ساتھ تھے۔ بت خانے میں پہنچ کر شیخ نے نوجوان کو رخصت کر دیا اور خود دیو کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیو اپنے معمول کے مطابق ظاہر ہوا تو شیخ نے اسے اپنے عصا کی ضرب سے ہلاک کر دیا۔ صبح کو راجا اپنے لشکریوں کے ساتھ بت کی پرستش کو آیا۔ دیکھا کہ اس بت خانے میں ایک آدمی سیاہ کپڑے اور سیاہ ٹوپی پہنے کھڑا ہے اور لوگوں کو بلا رہا ہے۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران تھے۔ راجا خود آگے بڑھا۔ شیخ نے کہا: تم بغیر کسی ہراس کے آگے آؤ۔ دیو کو میں نے ہلاک کر دیا ہے۔ لوگوں نے دیکھا۔ واقعی ایسے ہی تھا۔ چنانچہ سب لوگ ایمان لائے اور مسلمان ہوئے۔''[۲]

۱۔ افضل الفوائد، ملفوظات محبوب الٰہی۔ مرتب: خواجہ امیر خسرو۔ اردو ترجمہ بنام ''احسن الشواہد'' مترجم: مولانا بخش چشتی نظامی سلیمانی۔ ناشر: مطبع رضوی، دہلی باہتمام سید امیر حسن، ۱۳۱۳ھ، ص ۵۰۔

۲۔ ترجمہ از جوامع الکلم۔ ص: ۱۵۷۔

206

واقعہ بیان ہوا، ہم نے پڑھ لیا، شیخ کی عظمت کا سکہ دل میں بیٹھ گیا۔ اس واقعہ سے حضرت شیخ تبریزی کی حیات کا کونسا پہلو اجاگر ہوا؟ غور کرنے کے بعد ظاہر ہوا۔ حضرت شیخ تبریزی انسان دوست تھے، انسانوں کی پریشانی ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ مصائب انسانی کو دور کرنے کے لیے اپنی جان جوکھم میں ڈال لیتے تھے۔ انسان دوستی کا جذبہ ان کے دل میں ایسا بھرا ہوا تھا کہ وہ مسلم وغیر مسلم میں فرق نہیں کرتے تھے۔ انسان کا دھرم چاہیے جیسا ہو اگر وہ مبتلائے آلام ہیں تو ان کو راحت پہنچانا حضرت شیخ تبریزی کا کام تھا۔

آلام ومصائب سے لڑنے کے لیے ان کے پاس مادی وسیاسی ہتھیار نہیں تھے۔ ان کے پاس صرف ایک ہتھیار تھا، وہ تھا تعلق باللہ تعالیٰ کا ہتھیار، اسی ہتھیار کے بل بوتے وہ ساری مخلوقات کی تسخیر کر لیتے تھے۔

انہوں نے قبول اسلام کے لیے کسی غیر مسلم کو مجبور نہیں کیا۔ غیر مسلم ان کے عادات واطوار اور ان کی طہارت وپاکیزگی کو دیکھ کر خود بخود اسلام قبول کر لیتے تھے۔

شیخ جلال الدین تبریزی پر جادو کا اثر نہیں ہوتا تھا

سلطان العافین شیخ جلال الدین تبریزی باکمال بزرگ تھے۔ ان پر اللہ کریم کا بڑا فضل تھا، سحر وجادو کا اثر ان پر نہیں ہوتا تھا۔ جنات، دیو، پری، شیطان وغیرہ ان کے سامنے درماندہ ہو جاتے تھے۔ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ نے اپنے ملفوظات میں ایک واقعہ درج فرمایا ہے، جس کے مطابق ایک نہیں بلکہ جادوگروں کی پوری ٹولی نے ہنر آزمائی کی مگر آپ پر ان کے کرتب کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

ملفوظات بندہ نواز گیسو دراز ''جوامع الکلم'' میں ہے:

پھر حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے فضائل کا ذکر نکل آیا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ خداوند قدوس نے ان کو بڑی طاقت عطا فرمائی تھی۔ کوئی سحر اور جادو ان پر اثر نہیں کرتا تھا۔ دیو و پری ان کے سامنے عاجز رہ جاتے تھے۔ حضرت جلال الدین ایک مرتبہ ''لونا چمار'' کے استھان [جگہ] پر جا بیٹھے۔ اس کے کارندوں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ کوئی درویش مسافر ہے اس کو کیا ستائیں، لونا چمار کو خبر ہوئی، اس نے اپنے آدمیوں کو کہا کہ کہو! آپ مسافر

ہیں، ہماری جگہ سے چلے جائیں۔ آپ کو ہم لوگ کچھ نہیں کریں گے۔

حضرت شیخ نے فرمایا: ہم تو اس جگہ سے نہیں جائیں گے۔ لونا چمار کو خبر ہوئی تو اس نے کہا: تھوڑا اس کو دق کرو خود بھاگ جائے گا۔ ان لوگوں نے دق کرنے کی کئی تدابیر کیں، لیکن حضرت پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سب بڑے حیران و پریشان ہوئے۔ پھر لونا نے اپنے ماہرین اور جغادریوں کو ان کے خلاف نبرد آزمائی کرنے پر متعین کیا، لیکن وہ سب بھی عاجز آ گئے، ان کا کوئی جادو اور عمل کا حضرت پر اثر نہ ہوا۔

لونا چمار کو جب ان باتوں کی خبر ہوئی تو وہ غصہ میں بھرا ہوا خود آیا اور اپنا پورا زور صرف کیا، لیکن بال برابر بھی حضرت کو نقصان نہ پہنچا سکا، عاجز آ کر اس نے اپنا آدمی بھیجا کہ جا کر ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت جلال الدین تبریزی نے فرمایا کہ:

''میں یہاں ایک مسجد بنوانی چاہتا ہوں، اس میں نماز پڑھ کر یہاں سے جاؤں گا۔ لونا چمار نے کہلا بھیجا کہ آپ جو چاہتے ہیں کیجیے؛ بلکہ اس نے مسجد کی تعمیر کا سامان بھی مہیا کر دیا، اس کے بعد حضرت مسجد بنانے کے بعد وہاں آذان دی۔ نماز پڑھی اور پھر آگے بڑھے۔''[۱]

اللہ عزوجل نے آسمانوں کو شیاطین سے محفوظ رکھا ہے۔ ارشاد ہے:

''وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ''

ہم نے آسمانوں کو ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا۔ [سورۃ الحجر: 17]

آسمان، اللہ عزوجل کا مطیع فرمان- بندہ بھی بے جان آسمان کی طرح مطیع و فرماں بردار بن جائے، اپنے سارے اختیارات اللہ عزوجل کے سپرد کر دے تو یقیناً اللہ کریم ایسے بندوں کو شیاطین کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے گا۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی ان ہی بندوں میں شمار ہوتے ہیں، جن کا ہر قول و فعل رضائے الٰہی کے موافق تھا۔ اللہ کریم نے ان کو خرافات شیاطین سے محفوظ و مامون رکھا تھا۔

۱۔ جوامع الکلم، ملفوظات بندہ نواز گیسو دراز، مرتبہ: حضرت سید اکبر حسینی چشتی، مترجم: پروفیسر معین الدین دردائی، ص: ۲۸۲۔۲۸۳، ادبی دنیا، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء۔

دیوتلا میں مسجد کی تعمیر

ایک روایت یہ ہے کہ سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے دیوتلا میں ایک خطۂ زمین خریدا تھا۔ ملفوظات شیخ بندہ نواز گیسودراز کے مذکورہ واقعہ میں جس مسجد کی بات کہی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ شیخ تبریزی نے اسی مسجد کی تعمیر کے لیے اس خطۂ زمین کو خریدا ہو! اس دعوی پر کوئی حتمی دلیل نہیں ہے، لیکن شیخ تبریزی کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے، یہ کہنا آسان نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے گھر کی تعمیر کسی دوسرے کی دی ہوئی زمین پر کی ہوگی۔

گلزار ابرار میں خریداری زمین کے بارے میں لکھا ہے:

''دیو محل میں آبادی سے دور ایک جنگل تھا، وہاں پر ایک جگہ تھی، آپ نے اسے پسند کی، چاہا کہ اس زمین کو خرید لی جائے، جنگل ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی مالک بھی نہیں تھا، لہذا باشندگان شہر نے دل چسپی دکھائی اور منہ مانگی قیمت مانگی، قیمت کی مقدار اتنی زیادہ تھی کہ شاہی خزانوں کے علاوہ کہیں اور میسر نہیں آسکتی تھی، شیخ تبریزی نے ان کی مانگ قبول فرمائی اور مریدوں کو ارشاد کیا: فلاں جگہ نجاستوں اور گوبروں کا تودہ ہے، اس میں آگ لگادو، چنانچہ تعمیل کی گئی، نجاستوں کا وہ تودہ خالص اور کامل سونا ہوگیا، وہ سونا زمین کی قیمت میں دے دیا گیا، یہ عظیم الشان کرامت دیکھ کر وہاں کے زیادہ تر لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے، آپ کے سلسلۂ بیعت میں آئے، اور دونوں جہان کی کامیابی حاصل کی۔[1]

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

دیوتلا میں شیخ جلال الدین تبریزی کے آثار

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے دیوتلا میں زمین خریدی، مسجد بنوائی، خانقاہ تعمیر فرمائی۔ اپنے اوقاتِ خلوت وعزلت میں ذکر وفکر خدا میں زندگی گزاری، اس زندگی کا عرصہ کتنا دراز تھا؟ ہمیں نہیں معلوم۔ عرصۂ حیات چھوٹا رہا یا بڑا، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمیں ان کا کام دیکھنا چاہیے، وہ یقیناً بڑا تھا اور بہت بڑا تھا، انہوں نے

1۔ گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری، مرتبہ ڈاکٹر محمد ذکی، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، اشاعت اول 1994ء، ص:56۔

یہاں شمع اسلام روشن کیا۔ مخلوق خدا کو جنات و شیاطین کے مکر وفریب سے بچایا، انہیں ظلمت وتاریکی سے نکال کر روشنی ونور میں لاکھڑا کیا، کالےعلم کے ذریعہ جبر واستبداد قائم کرنے والوں کو راہ ہدایت دکھایا، بندگان خدا کو پہلی بار اپنے خالق سے ملایا، اونچ نیچ والی زندگی کو ہموار وسپاٹ میدان عطا کیا، لوگوں کو ایک ہی آواز مین جھکنا اور ایک ہی آواز میں گرنا سکھایا۔ ان کی پیشانی کو لذت سجدہ سے اور سینوں کو عشق مصطفیٰ کی ضیا پاشیوں سے چمکایا۔ آج بھی ان کے آثار دیوتلا میں موجود ہیں، ان کی خریدی ہوئی زمین موجود ہے۔ بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ، پنڈوہ، مالدہ کے زیر انتظام ہے۔ ان کی تعمیر کردہ مسجد اصل ہیئت قضائی کے ساتھ موجود ہے؟ یہ کہنا مشکل ہی نہیں بہت مشکل ہے، البتہ وہاں مسجد وچلہ خانہ ہے، جہاں سے پانچوں وقت صدائے ''اللہ اکبر'' بلند ہوتی ہے۔

اعجاز الحق قدوسی صاحب نے اپنی کتاب تذکرۂ صوفیائے بنگال میں دیوتلا میں موجود آثار وکتبات پر گفتگو کی ہے۔ ہم ان ہی کی کتاب سے معلومات کا اندراج کر رہے ہیں۔

دیوتالہ کے چار کتبے

''سوشل ہسٹری بنگال میں ہے کہ حضرت جلال تبریزی کا چلہ خانہ جو دیوتالہ میں بنا ہوا ہے، اس میں اب تک چار کتبے ملے ہیں، ایک کتبہ سلطان رکن الدین باربک شاہ (۱۴۶۴ء) کا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جامع مسجد تبریز آباد الغ مرابط خاں نے بنوائی تھی۔

دوسرا کتبہ بھی اسی سلطان کے زمانے کا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد تبریز آباد میں بنی تھی جسے عام طور پر دیوتالہ کہتے ہیں۔

تیسرا کتبہ سلطان ناصر الدین نصرت شاہ (۱۵۲۷-۹۳۴ھ) کا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد ایک شخص نے حضرت جلال تبریزی کے قصبے میں بنوائی تھی۔

ایک اور کتبہ سلیمان کرانی [۱۵۷۱-۹۷۹ھ] کا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجد

تبریز آباد میں جو عرف عام میں دیوتالہ کہلاتا ہے، بنی تھی۔"[۱]

پنڈوہ شریف میں ورود مسعود

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ دیوتلا میں ہزاروں لوگوں کو داخلِ دائرۂ اسلام کیا، سینکڑوں مسلمانوں کو داخلِ سلسلہ کیا اور اپنی نگاہ ولایت سے پچاسوں کو سجادہ نشیں کر دیا۔ یہاں کا انتظام و انصرام ان ہی سجادہ نشینوں کے حوالہ کر دیا۔ شیخ جلال الدین تبریزی برستا بادل تھے، ایک جگہ برستے رہتے تو ایک ہی جگہ کے لوگ سیراب ہوتے، انہوں نے جگہ جگہ بارشِ فیض برسائی، ان گنت جگہوں کو سیراب کیا۔ تاریخ نے کچھ جگہوں کی نشاندہی کی اور کچھ جگہوں سے آنکھیں موندلیں۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ دیوتلا سے اٹھے، پنڈوہ پہنچے، یا پہلے پنڈوہ آئے پھر دیوتلا پہنچے۔ آپ کا دل جدھر جھکے، اسی کو درست مانئے، دونوں روایتیں ہیں۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے پنڈوہ شریف میں بھی بڑا کام کیا، مذہب وملت کی خوب نشر و اشاعت کی، کثیر تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ خدمت خلق کا اتنا بڑا ریکارڈ بنایا جسے دیکھ کر حکمران وقت بھی متاثر ہوا۔ قیام پنڈوہ شریف کے حالات کو سمجھنے کے لیے درج ذیل عبارت کافی روشنی ڈالتی ہے۔

"پنڈوہ راجہ لکھن سین کے دار السلطنت لکھنوتی کے قریب واقع ہے۔ آپ کے پنڈوہ قیام فرماتے ہی لوگوں کا مرجوعہ ہوا اور خود راجہ بھی آپ کا معتقد ہو گیا، لیکن آپ نے اس سے کوئی معمولی مالی مدد بھی قبول نہ فرمائی، اگرچہ اس نے ہر چند چاہا کہ خرچ خانقاہ و فقرا کے اخراجات کے لیے کچھ جائداد و زمین نذر کرے، مگر آپ نے اسے منظور نہ فرمایا؛ بلکہ بقول صاحب خزینۃ الاصفیا آپ نے خود اپنے روپے سے چند باغ و زمین خرید کر خانقاہ و مسجد تعمیر کرائی اور وہاں مقیم ہو کر خدام و وارد و صادر کے لیے عام لنگر جاری کیا اور اپنی خریدی

۱۔ تذکرۂ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1965، ص: 134، 135، 136۔ بنگال کے عربی وفارسی کتبات پر مکمل معلومات حاصل کرنے لیے دیکھیے: بنگال کے عربی وفارسی کتبات پر ایک نظر، پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف صدیقی، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔ اس کتاب میں مختلف جگہوں پر اعجاز الحق قدوسی صاحب کے ذکر کردہ کتبات کا بیان ہے۔ بعض کا عکس بھی دیا گیا ہے۔

ہوئی جائداد وقف کیا، جب تک خود مقیم رہے، جائداد کو اپنے انتظام میں رکھا، جب آپ یہاں سے روانہ ہونے لگے تو اس وقف جائداد کو راجہ لکھن سین کے سپرد کر کے راجہ کو متولی بنایا اور کل جائداد موقوفہ کے انتظام وانصرام کا کامل اختیار راجہ کو دے دیا، چنانچہ راجہ آپ کے بعد بحسن وخوبی جائداد موقوفہ کا انتظام کرتا رہا، اب تک یہاں ایک دالان لکھن سین کے نام سے مشہور ہے۔ راجہ لکھن سین جب یہاں آتا تو اسی دالان میں بیٹھ کر احکام صادر کرتا۔ لکھن سین کے بیٹے لکھمنیا کے زمانہ 1203ء میں جب سلطنت بدلی اور مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو تولیت بھی یہاں کے مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی۔"[1]

سیر العارفین میں غالباً شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے قیام پنڈوہ شریف کے تعلق سے ہی لکھا ہے۔

"شیخ المشائخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ چوں بنگالہ رفت تمام خلائق آں برایشاں رجوع نمود و مرید گشت، وحضرت شیخ در آں مقام خانقاہ ساخت ولنگر انداخت و چند باغ وزمین بہا خرید وقف آں لنگر گردانید واز اں جابیش تر شد۔"

حضرت شیخ جلال ایدن تبریزی بنگال گئے تو مخلوق (خدا) ان کی طرف متوجہ ہوئی اور مرید ہونے لگی۔ حضرت شیخ نے وہاں خانقاہ بنوائی اور لنگر جاری کیا۔ چند باغ اور زمین قیمت دے کر خریدی اور لنگر کے لئے وقف کر دی وہ وہاں زیادہ دنوں تک رہے۔"[2]

پنڈوہ شریف میں اشاعت دین اور یوگیوں سے مناظرہ

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی نے پنڈوہ شریف میں قیام کیا، خدمت دین کا ریکارڈ قائم کیا۔ یہاں کی آبادی غیر مسلموں کی تھی، آبادی کا ایک حصہ سیاسی عہدوں پر فائز تھا، وہ آپ کی ذات سے خوب متاثر تھا، ایک حصہ مذہبی امور کی دیکھ کرتا تھا، وہ آپ کا مخالف تھا، عوام دونوں طرف بٹی ہوئی تھی، مذہبی پنڈتوں نے آپ کی ذات کو لے کر بڑا

---

[1] تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابو العلائی، گیا، خواجہ برقی پریس دہلی، سال اشاعت غالباً 1937ء، ص:18۔

[2] سیر العارفین مترجم محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء، ص:250، سیر العارفین، فارسی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، ۱۳۱۱ھ، ج ا، ص 171۔

واویلا مچایا، یہاں تک ہوا کہ آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا۔

ایک بار کسی مسئلہ میں بھاری اختلاف ہو گیا، اسلام کی حقانیت کے اثبات کا وقت آ گیا، شیخ جلال الدین تبریزی نے مخالفین کے ساتھ مناظرہ کیا۔ اللہ کریم کا کرم ہوا، مناظرہ میں اسلام غالب آیا، سینکڑوں لوگوں نے اسے گلے لگایا۔

اعجاز الحق قدوسی صاحب نے سوشل ہسٹری آف بنگال کے حوالہ سے لکھا ہے۔

''بہت سے مقامی یوگیوں نے حضرت جلال الدین تبریزی سے مناظرے کیے، آخر میں یہ یوگی صداقت اسلام کے قائل ہو کر مسلمان ہو گئے۔

ان کے علاوہ طالبان حق جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے تھے۔''[۱]

پنڈوہ شریف میں شیخ جلال الدین تبریزی کے آثار

مصنف خزینۃ الاصفیا نے سرزمین بنگال میں شیخ جلال الدین تبریزی کی تعمیرات و باغات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''شیخ چوں در بنگالہ رسد تمام مخلوق آں دیار بوی آوردند و شیخ در آں جا خانقاہ تعمیر ساخت و مقیم شد، و چند باغ و زمین زر خرید نمود، لنگر عام برائے خدام و خاص و عام وقف کرد، و ہزار ہا مسافر و مقیم از خوان نعمت آں کریم نان می خورند''۔

شیخ جلال الدین تبریزی بنگال [پنڈوہ] پہنچے، یہیں مقیم ہو گئے، خانقاہ تعمیر فرمائی، چند باغ اور زمین خریدی، خدام اور خاص و عام کے لیے لنگر جاری کیا۔ ہزاروں مسافر و مقیم اس سخی کے خوان نعمت سے کھانا کھاتے تھے۔''[۲]

[۱] تذکرہ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1965، ص: 133۔

[۲] خزینۃ الاصفیا، غلام سرور لاہوری، فارسی، مطبع ثمر ہند، لکھنو، سال اشاعت 1290ھ، ج: 1، ص: 282۔

شیخ جلال الدین تبریزی نے خواب میں سلطان علاء الدین کو تعمیرات کا حکم دیا

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی نے پنڈوہ شریف میں بعض تعمیرات خود کرائیں، مذکورہ سطور میں ان کا ذکر ہوا۔ بعض تعمیرات حاکم پنڈوہ سلطان علاء الدین علی مبارک شاہ کو خواب میں تعمیر کرانے کا حکم دیا، انہوں نے حضرت شیخ تبریزی کے حکم کی تعمیل کی اور ان کی نشان زدہ جگہ پر عمارت کھڑی کی۔

سلطان علاء الدین علی مبارک، سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کے بھتیجے اور سلطان محمد شاہ کے چچازاد بھائی تھے۔ حاجی الیاس شاہ کے رضاعی بھائی اور فیروز شاہ باربک کے معتمد اور قریبی تھے، ایک مہم میں ناکامی کی وجہ سے فیروز شاہ ان سے ناراض ہو گئے، ان کے قہر و جبر سے بچنے کے لیے علی مبارک شاہ بنگال چلے آئے۔ دہلی سے بنگال کی راہ مسافرت میں ان کو شیخ جلال الدین تبریزی نے خواب میں سلطنت بنگال کی بشارت دی اور اپنی خانقاہ پنڈوہ شریف میں تعمیر عمارت کا حکم ارشاد فرمایا۔

ریاض السلاطین میں ہے: ''علی مبارک روانۂ سمت بنگال گردید، دراثنائے راہ رویا[با] حضرت شاہ مخدوم جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ درخورد و عجز منتہا نمودہ حضرت مخدوم راخوش ساختہ تا حضرت مخدوم فرمودند کہ ما تراصوبہ بنگال داویم، اما برائے ما ہم مکانی راست خواہی کرد۔ علی مبارک انگشت قبول بادیدہ نہادہ پرسید کہ درکدام جا حکم تیار ساختن مکان می شود؟ فرمودند کہ در بلدۂ پنڈوہ جائے کہ سہ خشت بالائے ہم بیابی ویک گل صد برگ تازہ و تر زیر آں خشتہا بینی، ہماں جا باید ساخت، چوں بہ بنگالہ رسید با قدر خان ملازمت نمودہ، طرح اقامت افگند، رفتہ رفتہ خدمت بخشی گیری لشکر قدر خان بادتفویض یافت ۔ وچوں ملک فخر الدین از قدر خان بغی ورزیدہ ولی نعمت خود را گشتہ اطلاق سلطنت برخود نمود۔ علی مبارک خود را سلطان علاء الدین خطاب دادہ، لشکر بر فخر الدین کشیدہ چنانچہ مذکور شد انتقام ولی نعمت خود از فخر الدین گرفت، وباستظہار تمام تھانہ در لکھنوتی گرفتہ۔ متوجہ ضبط دیگر ممالک بنگالہ شد چوں خطبۂ وسکۂ مملکت بنگالہ بنام خود ساخت، سرشار نشۂ عیش وکامرانی بودہ، ایمائے حضرت مخدوم را از خاطر سہو کرد تا شبی درخواب دید کہ حضرت مخدوم فرمودند کہ ای

علاء الدین سلطنت بنگالہ یافتی حکم مارا فراموش ساختی، علاء الدین روز دیگر تفحص نشان خشتہا نمودہ، چوں مطابق فرمودۂ حضرت مخدوم برای العین مشاہدہ کرد، ہماں جا مکانی کہ الیوم آثار آں موجود است راست کرد۔"

علی مبارک جانب بنگال روانہ ہوا، دوران سفر خواب میں حضرت مخدوم جلال الدین تبریزی کی زیارت ہوئی، خواب ہی میں حضرت مخدوم سے انتہائی عجز وانکساری سے پیش آیا، مخدوم خوش ہو گئے، خواب میں ارشاد فرمایا: ہم نے تجھ کو صوبۂ بنگال دے دیا، تم ہمارے لیے ایک مکان تعمیر کر دینا۔ علی مبارک نے بسر وچشم پیش کش قبول کر لی، پوچھا: کس جگہ مکان تعمیر کرنا ہے، ارشاد کریں، فرمایا کہ: شہر پنڈوہ میں جس جگہ تین اینٹیں ایک پر دوسری رکھی ہوئیں اور ایک تر وتازہ گلاب کا پھول ان اینٹوں کے نیچے دبا ہوا ملے اسی جگہ پر تعمیر کرنا۔

علی مبارک نے بنگال پہنچ کر قدر خان کی ملازمت اختیار کی، وہیں بود وباش اختیار کر لی، دھیرے دھیرے ترقی کرتا ہوا قدر خان کی فوج کا کمانڈر بن گیا، جب شاہ فخر الدین نے قدر خان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا علی مبارک نے اپنے ولی نعمت قدر خان کو قتل کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا، خود کو سلطان علاء الدین کا خطاب دیا، شاہ فخر الدین پر فوج کشی کر کے اپنے ولی نعمت قدر خان کے خلاف کھڑے ہونے کا بدلہ لیا اور ان کو گرفتار کر کے لکھنوتی کے قید خانہ میں ڈال دیا۔

علی مبارک نے اپنی پوری توجہ سلطنت بنگال کے نظم ونسق میں لگا دی، اس نے اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا، اپنی کامیابی سے سرشار ہو کر عیش وعشرت کی زندگی گزارنے لگا، حضرت مخدوم جلال الدین تبریزی سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا۔ ایک رات خواب میں حضرت مخدوم کو دیکھا، آپ نے فرمایا کہ: علاء الدین! بنگال کی حکومت تم کو مل گئی مگر تو نے میرا حکم فراموش کر دیا۔ علاء الدین دوسرے ہی دن حضرت مخدوم کی نشان زدہ اینٹوں کی تلاش میں لگ گیا، حضرت مخدوم کے فرمان کے مطابق اپنی آنکھوں سے ان اینٹوں کو دیکھا اور اسی جگہ پر مکان کی تعمیر کرایا، آج بھی اس مکان کے آثار موجود ہیں۔[1]

---

[1] ریاض السلاطین [تاریخ بنگالہ]، غلام حسین سلیم، ایشیاٹک سوسائٹی، مطبع بپٹسٹ مشن، 1890ء، ص: 94، 95۔

ریاض السلاطین کی تصنیف 1202ھ میں ہوئی، اس کتاب کا نام تاریخی ہے۔ حروف ابجد کے اعتبار سے مذکورہ سن ہجری نکلتا ہے۔ مصنف کتاب نے زمانۂ تصنیف میں علاء الدین علی مبارک شاہ کی تعمیر کردہ عمارت کے بارے میں لکھا ہے کہ ''اس مکان کے آثار موجود ہیں۔'' مصنف کتاب کے اس جملہ سے کیا مراد ہے؟ کیا وہ عمارت مسمار ہو چکی تھی؟ اس کے کھنڈرات 1202ھ میں موجود تھے؟ یا وہ عمارت اپنی جگہ پر قائم تھی، گزرتے ایام کے ساتھ اس کی مرمت ہوتی رہی اور اصل عمارت کے آثار باقی رہ گئے تھے؟ اس بات پر ہم پیش آمدہ تحریر میں تبصرہ کریں گے۔ اس سے پہلے ہم پنڈوہ شریف میں درگاہ شیخ جلال الدین تبریزی میں قائم چند عمارتوں کے بارے میں معلومات درج صفحات کرنا چاہتے ہیں۔

درگاہ شیخ جلال الدین تبریزی پنڈوہ شریف کی بعض عمارتوں کا تعارف

درگاہ شیخ جلال الدین تبریزی کے دروازے

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کا پنڈوہ شریف میں واقع چلہ خانہ، عقیدت مندوں کے لیے باعث برکت ہے۔ چلہ خانہ کے ماتحت ایک قدیمی درواز ہے جو غالباً ادینہ ریلوے اسٹیشن کی طرف سے آنے والے زائرین کے استعمال میں آتا تھا، اب یہ صرف یادگار بن کر رہ گیا ہے، یہ دروزاہ پرشکوہ اور بلند و بالا ہے، اشرف الاولیا سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا قائم کردہ ادارہ ''مخدوم اشرف مشن'' کے بالکل سامنے ایستادہ ہے۔ اس کی مرمت لیپائی پوتائی ہوتی رہتی ہے۔

ایک دروازہ ہائی وے نمبر 34 سے بجانب شاہراہ پنڈوہ واقع ہے۔ متولیان و خدمت گاران کی آرام گاہیں اسی دروازہ سے گزر کر آتے ہیں۔ غالباً اسی دروازہ کو زمانۂ قدیم میں ''سلامی دروازہ'' کہا جاتا تھا۔ یہ دروازہ ۳۲ فٹ لمبا اور ۷ فٹ نو انچ چوڑا ہے۔ دروازہ کی پیشانی پر ''اللہ'' اور ''شاہ جلال'' کندہ ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کی ایک عبادت خانہ اس دروزہ کے احاطہ میں واقع تھا۔

216

چاند خان اور ان کے اہل وعیال کی قبروں کی طرف سے بھی احاطۂ چلہ خانہ میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہے۔

جن دو دروازوں کا ہم نے ذکر کیا وہ قدیم اور بلند قامت ہیں۔ جدید اور چھوٹے دروازے ان دروازوں کے علاوہ ہیں۔

یہاں قائم عمارتوں میں چلہ خانہ نہایت بابرکت ہے، اس عمارت کے تین حصے ہیں: [۱] اصل چلہ خانہ۔ [۲] مسجد اور۔ [۳] صحن مسجد۔

چلہ خانہ کا پہلا حصہ

اصل چلہ خانہ کی عمارت کے اندر دو جگہیں بڑی اہم ہیں، پہلی ''جائے چلہ'' جہاں شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے چلہ کشی کی تھی۔ کہتے ہیں کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ پنڈوہ شریف تشریف لائے تھے۔ حضرت شیخ تبریزی نے اپنے شیخ کو اپنی چلہ گاہ پر بٹھایا تھا، اسی وقت سے یہ جگہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی چلہ گاہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔

اس عمارت کی تعمیر سلطان علاء الدین علی مبارک شاہ نے 741ھ مطابق 1341ء میں کی تھی۔ اس عمارت کے سلسلے میں ہمارا مطالعہ یہ ہے سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے اپنی چلہ کشی کے لیے زمین کا ایک مختصر حصہ استعمال میں لایا تھا، وہ حصہ آج بھی اصل چلہ خانہ کے اندر سنگ مرمر سے گھیرا ہوا ہے۔ علی مبارک شاہ نے حضرت شیخ تبریزی کی چلہ گاہ کو شامل کر کے وسعت دی۔ گزرتے ایام کے ساتھ اس کی مرمت و درستگی کا کام ہوتا رہا، شاہ نعمت اللہ مرشد سلطان شجاع نے بھی مرمت کرائی، اس مرمت و راستگی کی تاریخ 1264ء اعجاز الحق قدوسی صاحب نے اپنی کتاب ''تذکرۂ صوفیائے بنگال'' میں درج کی ہے جو درست نہیں۔ [۱]

۱۔ دیکھیے: تذکرۂ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1965، ص: 134۔

کیا شیخ الشیوخ بھارت آئے تھے؟

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کا بھارت آنا ثابت نہیں ہے۔ان کی تشریف آوری کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے۔ان کی سوانح حیات مرتب کرنے والے کسی مصنف نے ان کی آمد بھارت کا ذکر نہیں کیا ہے۔پنڈوہ شریف میں ان کی تشریف آوری کی روایت کسی بزرگ کا کشف ہے یا عام انسانوں کی اڑتی عقیدت کا شاخسانہ ہے۔سلسلہ سہروردیہ پر اتھارٹی کی حیثیت رکھنے والے، پاکستان کے متحرک وفعال علم دوست اسکالر شاہ حسن نواز سہروردی سے ہم نے اپنے دوست محترم بشارت علی صدیقی حیدرآبادی کے ذریعہ رابطہ کرایا، انہوں نے بھی حضرت شیخ الشیوخ کی آمد بھارت کا انکار کیا ہے۔

قدم رسول

دوسری جگہ اس عمارت کے اندر قدم رسول [صلی اللہ علیہ وسلم] کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں نہایت احتیاط سے ایک سفید پتھر پر قدم رسول [صلی اللہ علیہ وسلم] کا نشان بنا ہوا رکھا ہے۔ اس نقش پائے رسول کی کوئی سند ہمیں نہیں ملی۔ کہتے کہ مدرسہ جلالیہ بوہار [اس مدرسہ کی تفصیل آرہی ہے] میں یہ نشان قدم 1775ء میں موجود تھا، جب وہاں کی لائبریری اور آثار خانہ کلکتہ منتقل ہوا تو تبرک کے طور متولیان درگاہ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا، متولی درگاہ سید مظفر موسوی نے 1921ء میں اسے بڑی درگاہ پنڈوہ شریف میں منتقل کردیا۔

چلہ خانہ کا دوسرا حصہ مسجد

چلہ خانہ سے متصل دوسرا حصہ مسجد ہے۔اس میں پیش امام کے مصلا کی جگہ پر ایک چبوترہ چار انگشت اونچا مصلا کی شکل میں بنا ہوا ہے۔پنجوقتہ نمازیں یہیں ادا کی جاتی ہیں، اس عمارت کے ایک حصہ میں سیاہ پتھر پر حسب ذیل کتبہ ہے گو بعض حروف اس کے مٹ گئے ہیں:

چوں ایں عالی عمارت یافت ترتیب — شدہ تاریخ ''روشن آستاں باد''
ایں عمارت حضرت شاہ جلال است — راست کنندہ حضرت شاہ نعمت اللہ

جب یہ عالی عمارت کی تعمیر ترتیب پائی ، مادۂ تاریخ ''روشن آستان باد'' نکلا۔یہ عمارتِ شاہ جلال ہے جسے شاہ نعمت اللہ نے درست کرایا ہے۔

مادۂ تاریخ کو اگر ہم نے درست پڑھا ہے تو اس عمارت کی راست و ترتیب دینے کی تاریخ 1075ھ ہے۔لفظ ''باد'' تاریخی مادہ سے ہٹا دینے پر ''روشن آستاں'' باقی رہتا ہے۔حروف ابجد کے اعتبار سے اس کے اعداد 1068ھ نکلتے ہیں۔لہذا شاہ نعمت اللہ کی ترتیب و مرمت کا سال مذکورہ دونوں سالوں میں سے کوئی ایک ہے۔

اصل چلہ خانہ کا تیسرا حصہ بہت بعد کا بنا ہوا ہے۔جدید انتظام کاروں کا اضافہ ہے۔

شیخ جلال الدین کی دوسری چلہ گاہ

صحن مسجد سے جانب شمال مشرق واقع ہے۔شیخ جلال الدین تبریزی کی یہ عارضی چلہ گاہ تھی۔اب بھی احاطہ درگاہ میں موجود ہے، اسی سے متصل باہر کا دالان صوفی خانہ کہلاتا ہے۔

بھنڈارخانہ

یہاں چند عمارتیں اور بھی ہیں مثلاً:

بھنڈارخانہ اس عمارت کو چاندخان نے 1084ھ / مطابق 1673ء میں تعمیر کرایا تھا، یہ شیخ جلال الدین تبریزی کے بعد کا اضافہ ہے۔

''بنگال میں عربی و فارسی کتبات پر ایک نظر'' کے مقالہ نگار نے اسے سلطان اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کا تعمیر کردہ بتایا ہے۔سال تعمیر 1673ء لکھا ہے۔[1]

تنورخانہ

بھنڈارخانہ سے متصل جانب مشرق تنورخانہ ہے،اس کی تعمیر شیخ سعد اللہ نے کی

1۔ دیکھیے: بنگال کے عربی و فارسی کتبات پر ایک نظر، پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف صدیقی، شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

تھی۔

256

ڈاکٹر محمد یوسف صاحب کی تحقیق کے مطابق سلطان اورنگ زیب عالم گیر نے کی تھی۔[1]

چلہ گاہ شیخ نور قطب عالم پنڈوی

مخدوم العالم شیخ علاء الحق کے مرید و جانشین شیخ احمد نور معروف بہ نور قطب عالم پنڈوی علیہ الرحمہ نے شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے احاطۂ چلہ گاہ میں چلہ کشی کی تھی، جس جگہ آپ نے یہ صوفی عمل انجام دیا تھا، وہ جگہ آج بھی نشان زدہ ہے۔اسی کو چلہ گاہ نور قطب عالم کہتے ہے۔شیخ نور قطب عالم پنڈوی خود ایک زبردست بزرگ تھے۔ان کا یہاں چلہ کرنا، شیخ تبریزی کے ساتھ ان کی عقیدت کا اظہار ہے۔

لکھن سینی دالان

احاطۂ چلہ خانہ لب تالاب ایک چھوٹا سا دالان ہے، اس دالان کو لکھن سینی دالان کہا جاتا تھا۔ کہتے ہیں راجا لکھن سین اپنی تولیت کے زمانے میں اسی دالان پر بیٹھ کر احکامات صادر کرتا تھا۔

احاطۂ درگاہ کے باہر چاند خان، ان کی بیوی اور ان کے بچوں کی قبریں ہیں۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے چلہ خانہ کی اہم تاریخی عمارتوں کا حال قارئین کے سامنے پیش کیا گیا۔ہم نے ایک دہائی پیش تر ان تاریخی مقامات کا تعارف اپنی آواز میں ریکارڈ کرایا تھا، جو ایک CD میں ''مخدوم اشرف مشن اور پنڈوہ شریف'' کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔عوام وخواص میں اس سی ڈی کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔

✿

1۔ دیکھیے: مرجع سابق۔

مصنف تذکرئہ صوفیائے بنگال اعجاز الحق قدوسی صاحب کی تحریر

مشائخ پنڈوہ پر بنگلہ زبان میں کام کرنے والے صاحب قلم پیر حضرت مولانا بذل رحمن کرمانی نے شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے چلہ خانہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔انہوں نے دستاویزاتِ درگاہ کی داستان بھی لکھی ہے، دریائے گنگا کے بہتے پانی سے دستاویزات ابھر کر آنے کی کہانی بیان کی ہے۔طوالت کے خوف سے ہم ان باتوں کو چھوڑ رہے ہیں۔

اعجاز الحق قدوسی صاحب نے بعض ایسے لوگوں کے بیانات درج کئے ہیں، جنھوں نے قدیم زمانہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کی درگاہ کی زیارت کی ہے۔ہم ان کی بعض اہم تحریروں کو درج کرر ہے ہیں۔

٭

”دائرہ شاہ جلال کے متعلق منشی شیام پرشاد کا ایک بیان

منشی شیام پرشاد نے نومبر و دسمبر 1810ء/ ۱۲۲۵ھ میں میجر ولیم فرنکلن کے ہمراہ علاقہ و مکانات قلعہ گوڑ، لکھنوتی اور پنڈوہ کی مساجد و خانقاہ دیکھی تھیں، پھر اس نے ان مقامات وعمارات کا حال ''احوال گوڑہ و پنڈوہ'' کے نام سے لکھا، مسٹر دانی نے اپنی کتاب ” مسلم آرکیٹک ان بنگال'' میں اس کا اصل رسالہ جو فارسی میں ہے شامل کیا ہے، ہم اس کتاب سے دائرہ شاہ جلال تبریزی کے متعلق جو تفصیلات اس رسالے میں دی گئی ہیں اس کا ترجمہ ذیل میں دیتے ہیں:

'دائرہ آستان فیض حضرت مخدوم شاہ جلال تبریزی قدس اللہ سرہ واقع قصبہ پنڈوہ مع مکانات و مساجد و خانقاہ و لنگر خانہ و تالاب و کھری خانہ تقریباً چار بیگھے پر ہوگا، یہ مسجد نہایت عالیشان، مستحکم اور مرتفع و ممتاز ہے، کہتے ہیں کہ حضرت شاہ جلال تبریزی نے اس کو تعمیر کرایا تھا، ایک روز وہ نماز کے لئے اپنی مسجد میں تشریف لائے انھوں نے (عالم کشف میں) دیکھا کہ اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے ہیں، شاہ جلال اس جگہ سے واپس لوٹنے لگے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جلال! کہاں جاتے ہو، شاہ جلال نے سوئے ادب

اور ترک تعظیم سمجھ کر اپنے لنگر خانے میں آ کر نماز ادا کی۔

کہتے ہیں کہ آپ کا مزار کوہ روضہ دولت آباد میں ہے اور ماہ رجب میں ہر سال یکم رجب سے بائیس رجب تک آپ کا عرس ہوتا ہے، جس میں فقراء و حاجت مند، عبادت گزار، اہل اللہ، درویش، اور بہت سے آپ کے حلقہ بگوش و معتقدین جمع ہوتے ہیں، اور آپ کے مزار مبارک کی زیارت سے فیض حاصل کرتے ہیں ہر روز شام کے وقت لنگر خانے سے فقرا و مساکین اور حاجت مندوں کو کھانا ملتا ہے، اور اپنے اوقات وہاں کے نان و نمک پر بسر کرتے ہیں، مصارف لنگر خانے کے لئے بطریق استمداد دیہات و تعلقہ و مواضعات بقدر مداخل سولہ ہزار روپے کے تھے، لیکن جنگل کے ویران ہونے کی وجہ سے اب تقریباً چھ ہزار روپے کے محاصل ہیں جو لنگر خانے کے صرف میں آتے ہیں۔ شام کے وقت دائرے میں جو چراغاں ہوتا ہے اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک نور کی چادر تنی ہوئی ہے، جس نے ستاروں کے بازار کی رونق کو لوٹ لیا ہے:

زہے از پرتو قدرت چراغ قدسیاں روشن　　　زنور شمع اقبالش زمیں تا آسماں روشن

مرور زمانہ کی وجہ سے جو سائبان ٹوٹ گیا تھا، شاہ نعمت اللہ ولی نے جو سلطان شاہ شجاع کے پیر و مرشد تھے اس کو از سر نو بنوایا، حسب ذیل کتبہ اس سائبان کی تاریخ ہے:

''چوں ایں عالی عمارت ترتیب شدہ، تاریخ روشن آستاں باد، ازیں سن یک ہزار ہفتاد و پنج [۱۰۷۵ھ-۱۶۶۴ء] برمی آید۔

اور اس کے برابر ہی دوسرے پتھر پر یہ عبارت منقوش ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - یا اللہ - یا اللہ - دستگیر اللہ -

ایں عمارت شاہ جلال است، آراستہ کنندہ حضرت شاہ نعمت اللہ۔

اور لنگر خانے کے دروزے پر یہ عبارت مسطور ہے:

تیمم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بالخیر، یا مقیم، یا مقیم، یا مقیم -

جلال الدین شہ تبریز تولد (؟)　　　کہ در مدحش زبانہا شد گہر ریز

برایش چاند خاں کرد ایں عمارت　　　کہ او از عرض اخلاص است لبریز

اگر پرسند کہ بود جلوہ فرما　　　دریں معمار بنیاد صفا خیز

جوابش در لباس سال تاریخ　　بگو شاہ جلال الدین تبریز

۱۰۸۴ھ[۱]

بعض کتب میں یہ کتبہ اس طرح منقول ہے:

یامنعم۔ وتیمم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بالخیر۔ یامنتعم۔[۲]

جلال الدین شہ تبریز مولد　　کہ از مدحش زبانہا شد گہر ریز
برایش چاند خاں کرد ایں عمارت　　کہ او از عرض اخلاص است لبریز
اگر پرسند کہ بود جلوہ فرما　　دریں معمار مینا و صفا خیز
جوابش در لباس سال تاریخ　　بگو شاہ جلال الدین تبریز

❁

شیخ جلال الدین تبریزی کا لنگر خانہ

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی نے پنڈوہ شریف میں جو خدمات انجام دیں، وہ رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔ عمارتوں کی تفصیلات قارئین کرام نے ملاحظہ فرمائیں۔ ہم یہاں حضرت شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کے لنگر خانہ کا خصوصی ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس لنگر خانہ کا ذکر تقریباً ہر تذکرہ نویس نے کیا ہے۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے پروفیسر عبداللہ المسعود لکھتے ہیں:

Most of the Sufis of Bengal attracted the people through their humanitarian activities. Makhdum Shaikh, Jalal al-Din Tabrizi and Akhi Sirajuddin Usman (d. 1357) were influential and great figures, who had charismatic characters to convince people.[H. Blochmann, Contribution to the Geography and History of Bengal(Kolkata: Asiatic Society, 2003),52;Choudhury,

---

۱۔ یہ تمام تفصیل رسالہ احوال گوڑہ و پنڈوہ تصنیف شیام پرشاد منشی جودانی صاحب کے کتاب مسلم آرکیٹکٹ ان بنگال میں شامل ہے۔ اس کے صفحہ ۳۰، ۳۱، ۳۲ سے لی گئی ہے۔

۲۔ اعجاز الحق قدوسی صاحب کی عبارت ختم ہوئی، دیکھئے: تذکرہ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1965، ص: 137,138,139۔ ہم اعجاز الحق قدوسی صاحب کے حواشی ان کی متن عبارت میں درج کر دیا ہے۔

Amader Sufiaye Kiram, 131 .] It is said that they established "Langar Khanah [Langar Khana is a free public kitchen where meal is cooked and distributed to the poor without any discrimination] which became a centre for humanitarian activities and provided food for the unfed poor, beggars and travelers. Both Muslims and non-Muslims respected them as their khanqah became the center of inspiration for worldly and spiritually.
[Golam Saklayen, Bangladeser Sufi-shadhok (Dhaka: Islamic Foundation Bangladesh, 1982) 182.]

The Siyar al Arifin, a Sufi biography written around (1530-1536) shows that Jalal al-Din Tabrizi left around 1228 for Baghdad and traveled to India and, not finding a warm welcome in the court of Delhi, eventually moved on to Lakhnauti, then the remote provincial capital of Bengal. [Maulana Jamali, Siyar al Arifin(Delhi: Matba'a Rizvi, 1893) 164169 .] The record showed that when he went to Bengal, all the population there came to him and became his disciples. There he built a hospice and a public kitchen, and bought several gardens and lands as an endowment for the kitchen".

بنگال کے بہت سے صوفیائے کرام نے اپنی انسانی خدمات کے ذریعہ لوگوں کو گرویدہ بنالیا۔مخدوم جلال الدین تبریزی اور مخدوم اخی سراج طلسماتی اخلاق وکرادار کے مالک بزرگ تھے۔ان کے ان ہی اخلاق وکردار کی وجہ سے لوگ ان کے گرویدہ ہوجاتے تھے۔ان بزرگوں نے لنگر خانے قائم کیے تھے، جن میں ناداروں، بھوکوں، سائلوں اور مسافروں کا اجتماع رہتا تھا، انہیں کھانا ملتا تھا۔ان کی خانقاہیں دنیاوی وروحانی تصورات وخیالات کا مرکز تھیں، مسلم وغیر مسلم سبھی ان کی عزت کرتے تھے۔

سن 1530ء-1536ء کے مابین تالیف کردہ صوفی تذکروں پر مشتمل کتاب سیر العارفین سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے 1228ء کے قریب بغداد چھوڑا اور بھارت چلے آئے۔دہلی کے دربار شاہی میں نامناسب حالات کی وجہ سے وہ لکھنوتی چلے آئے۔لکھنوتی اس وقت بنگال کی راجدھانی تھی۔شواہد سے ثابت ہے کہ جب

آپ بنگال آئے، پوری آبادی ان کے گرد جمع ہوگئی، ان کے ہاتھ پر ہاتھ دیا۔ یہاں پر انہوں نے غریبوں کے لیے گھر بنایا، لنگر عام جاری کیا اور زمینیں خرید کر افادۂ عام کے لیے وقف کیا۔[۱]

ہم یہاں اسی ایک حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں، شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی سیرت وسوانح سے دل دلچسپی رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ سخاوت وفیاضی کا دریا تھے، مخلوق خدا پر مہربان تھے، اپنے نہاں خانہ میں ایک دردمند دل رکھتے تھے۔

بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ کا تعارف

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کا چلہ خانہ پنڈوہ شریف میں ''بائیس ہزاری درگاہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ ''بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ'' رجسٹرڈ کا انتساب اسی کی طرف ہے۔ تاریخ نویسوں کے مطابق درگاہ مبارک کی منقولہ وغیر منقولہ وقفی جائداد کی قیمت بائیس ہزار تھی اس لیے اس کا یہ نام پڑ گیا۔

بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ کے ماتحت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا چلہ خانہ، خانقاہ اور دیگر کل منقولہ وغیر منقولہ موقوفہ جائداد شامل ہے- اس وقف اسٹیٹ میں موجودہ بھارتی کرنسی کی قیمت کے کروڑوں کی جائیداد ہے۔ منقولہ وغیر منقولہ جائداد کا ایک دراز سلسلہ بردوان، مرشد آباد، مالدہ، دکھن واتر دیناج پور ضلعوں میں پھیلا یا ہوا ہے۔ مسجدیں، خانقاہیں، چلہ خانے اور غالبا بردوان ضلع مرشد آباد کا ایک مدرسہ بھی ہے۔ ان سب کے اخراجات اسی وقف اسٹیٹ کی آمدنی سے پورے کئے جاتے ہیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ دین ومذہب کا جتنا بڑا کام ان جائدادوں کی آمدنی سے کیا جاسکتا ہے اس کا عشر عشیر بھی انجام نہیں پاتا۔

۱۔ The Contributions of Sufism in Promoting Religious Harmony in Bangladesh, Abdullah Al Masud International Islamic University Malaysia, Journal of Usuluddin 45 (2) 2017, page 113] ، پروفیسر صاحب نے شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کے بغداد چھوڑنے اور بھارت میں داخل ہونے کا سال 1228ء لکھا ہے اور اسے سیر العارفین کی ظاہر عبارت سے سمجھ کر لکھا ہے- شاید اس کی وجہ یہ ہے دہلی میں اس دور میں سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی۔

بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ کی تولیت

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کی پنڈوہ سے روانگی کے بعد، راجا لکھن سین اور اس کے بیٹے لکھمنیا نے یہاں کی جائداد موقوفہ کا نظم سنبھالا۔ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد سلاطین بنگال اور ان کے نائبین نے دیکھ ریکھ کی۔

بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ کی تولیت کے سلسلے میں حضرت سید حسین الدین احمد منعمی ابوالعلائی صاحب لکھتے ہیں۔

''یہاں کی تولیت راجا لکھمنیا پسر راجا لکھن سین کے بعد، اسلامی حکومت کے آغاز کے بعد، مختلف خاندان میں رہی، یہاں تک کہ اس کی تولیت نظامت مرشد سے سید صدر الدین اول کو تفویض ہوئی اور ناظم بنگالہ نے اس کی سند بادشاہ سے لکھوا کر خود بھی تولیت کی سند دے دی۔ مصارف وقف کو بادشاہ و ناظم مرشد آباد دونوں ہی نے اپنے سندات میں متعین کر دیا ہے اور گورنمنٹ انگریزی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔''[۱]

حضرت سید حسین الدین احمد منعمی ابوالعلائی خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ، گیا، بہار کے سجادہ نشیں تھے۔ انہیں اولیائے کرام سے الفت تھی، ان کی زیارت گاہوں سے لگاؤ تھا، طبیعت میں سیاحت کا شوق تھا۔ انہوں نے اسی شوق کی تسکین کی خاطر ماہ رجب 1354ھ مطابق دسمبر 1935ء میں پنڈوہ شریف کا سفر کیا تھا۔ پنڈوہ شریف میں انہوں نے جو دیکھا، سنا، پڑھا، وطن واپسی پر قلم بند کر لیا۔ ان کی یہ تحریر مقالہ کی صورت میں معارف ماہ فروری 1936ء میں شائع ہوئی۔ پھر مزید حذف و اضافہ کے ساتھ اسی تحریر کو رسالہ ''پنڈوہ'' کے نام سے شائع کیا۔ یہ رسالہ قلمی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ سید حسین الدین منعمی صاحب کا رسالہ ''تذکرۂ سید جلال الدین تبریزی'' بھی اسی سفر میمون کی برکت کا نتیجہ ہے۔

حضرت سید حسین الدین احمد منعمی ابوالعلائی نے رسالہ پنڈوہ اور رسالہ تذکرۂ سید جلال الدین تبریزی میں سلطان شاہ عالم دوم، ناظم مرشد آباد بنگال اور حکومت انگریز کی جاری کردہ اسناد تولیت کو بھی نقل کیا ہے۔ ہمیں سید جلال الدین تبریزی کا تذکرہ بوسیدہ حالت

۱۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابوالعلائی، گیا، خواجہ برقی پریس دہلی، سال اشاعت غالباً 1937ء، ص:20۔

میں ملا ہے۔ہم یہاں مذکورہ دونوں کتابوں کی مدد سے تینوں سندوں کونقل کر رہے ہیں۔ مصنف نے ان سندوں کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔اردوخواں طبقہ کی سہولت کے لیے ان کا ترجمہ بھی کردیا گیا ہے:

نقل سند شاہی

بابت تولیت پرگنہ بائیس ہزاری

1011ھ

شاہ عالم بادشاہ غازی صدر الصدور

دستخط بادشاہ

فدوی عافیت محمود خان

متصدیان مہمات حال واستقبال وچودھریان وقانون گویان ورعایان ومزارعان وسائرسکنہ عموم متوطنہ محالات اوقاف پرگنہ بائیس ہزاری اعلام آنکہ حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع تولیت روضۂ مبارک قطب الاقطاب حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ مع محالات اوقاف کہ از قدیم درتحت تصرف مبارک مذکوراست بسیادت ونجابت پناہ شرافت ورفعت دست گاہ ابہت وتحمل پائیگاہ سید صدر الدین مرحمت گشت۔مشارٌ الیہ نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ بتولیت روضۂ مبارک پنڈوہ مقررہ بوددرتمامی محالات اوقات مع بیشہا ودریاہا متعلقہ مذکورولوازم ولواحق آن قابض ومتصرف ودخیل باشد،باید کہ وزرائے ذوی الاقتدار وامرائے عالی مقام ومقتدروحکام کرام وعمال کفایت فرجام ومتصدیان مہمات دیوانی ومتکفلان معاملات سلطانی وکروران حال واستقبال ابداً ومؤبداً واستقرار واستمرار ایں حکم مقدس ومعلیٰ کوشیدہ پرگنہ مذکوررا خالداً ومخلداً بتصرف تولیت اوبافرزندان بازگزارند واز صوادم تغیر وتبدل مصون ومحروس دانستہ بعلت بعلت پیش کش صوبیداری وفوجداری ومال وجہات وسائراخراجات مثل قلعہ ومحصلانہ وداروغانہ وشکارو بیگار ودہ نیمی ومقدمی وصدوری قانون گوئی مزاحم ومعترض نہ شوندواز کل تکالیف دیوانی ومطالبات خاقانی یکبارگی معاف ومرفوع القلم شمارند ودست بردار باشند وہرسال سند مجدد نہ طلبند ودیگرے را شریک وسہیم مشارٌ الیہ ندانند وموی الیہ رالایق ومتولی مستقل روضۂ مبارک

دانند واز سخن صلاح صوابدید مومی الیہ کہ ہر آئینہ مقرون بخیر وحسنات باشند بیرون نہ روند وسبیل متولی مذکور ایں کہ حاصلات اوقاف مذکور را بخرچ اعراس وروشنی وترمیم وتعمیر روضۂ منورہ وتدریس طلبہ حسب خیار خود در آوردہ بدعائے دولت ابدمدت مشاغل وموظف باشد ومومی الیہ مخیر نیست کہ کسے را کدامی اشیائے متعلقہ پرگنہ مذکور استمراری یا مقرری یا کم جمعی بدہد، دریں باب تاکید اکید وقدغن بلیغ دانند وحسب المسطور بعمل آرند از حکم فیض رقم والاتخلف وانحراف نہ ورزند۔

فی التاریخ پنجم شہر محرم الحرام 1013ھ جلوس والاقلمی شد۔

ترجمہ نقل سند شاہی

بابت تولیت پرگنہ بائیس ہزاری

محلات پرگنہ بائیس ہزاری اوقاف کے تمام حال و استقبال کے آفیسروں، چودھریوں، وکیلوں، حاکموں، کسانوں اور عام شہریوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دنیا کے مقتدا، آسمان کی طرح بلند، سورج کی طرح روشن، [بادشاہ] کے حکم کے مطابق قطب الاقطاب حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی قدس سرہ کے روضۂ مبارک اور اس روضۂ مبارک کے متعلق تمام محلات اوقاف، سیادت ونجابت پناہ، شرافت ورفعت کے مالک، بزرگی وقابلیت میں بلند سید صدر الدین کو دی گئی۔ موصوف کو نسلاً بعد نسل اور پشت در پشت روضۂ مبارک پنڈوہ کا متولی مقرر کیا گیا۔ وہ اوقاف کے تمام محلات، جنگلات و باغات، ندی وتالاب اور ان سے وابستہ تمام لوازمات ولواحقات پر قابض، متصرف اور دخیل ہوں گے۔ اہل اقتدار وزراء، مقتدر عالی مقام امرا، کفایت انجام عملہ اور حال ومستقبل کے منتظمین اس مقدس و معلی حکم کو ہمیشہ ہمیش باقی رکھنے کی کوشش کریں۔

پرگنہ مذکورہ کو ہمیشہ ہمیش سید صدر الدین اور ان کے فرزندوں کے تحت تصرف رکھیں، اور تغیر وتبدل کے انہدام سے بچنے کے لیے صوبیداری، فوج داری اور مال واسباب کے ٹیکس، اور سارے اخراجات مثلاً قلعہ داری، جنگی، چوکیداری، شکار وبیگار، پانچ فیصدی، مقدمہ جوئی، نمبرداری اور قانونی چارہ جوئی کے محصولات کو مزاحم ومعترض نہ ہونے دیں۔ تمام

عدالتی امور اور شاہی مطالبات سے مکمل آزاد رکھیں اور ہر سال نئی سند طلب نہ کریں۔ کسی دوسرے کو موصوف کا شریک و حصہ دار نہ جانیں۔

متولی موصوف کو صلاح دی جاتی ہے کہ ہر حال میں بھلائی و نیکی کرتے رہیں، اس سے باہر نہ جائیں۔ متولی کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ مذکورہ اوقاف کی آمدنی کو اعراس، روشنی، روضہ منورہ کی تعمیر و مرمت اور طلبہ کی تدریس میں اپنے اختیار سے خرچ کر کے دائمی حکومت کی دعا کے حق دار ہوں۔ متولی کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ پرگنہ مذکور کی متعلقہ کسی چیز کو ہمیشہ کے لئے یا متعینہ مدت کے لئے یا کم کرایہ پر کسی کو دے دیں، اس باب میں مکمل تاکید اور بھرپور روک جانیں۔

سطور بالا ۵ محرم الحرام ۱۰۱۳ء کی مجلس میں یہ سند لکھی گئی۔

❁

سند ہذا کے بالائی حصہ میں سال 1011ھ اور نچلے حصہ سال 1113ھ درج ہے۔ شاید فرمان جاری کرنے اور تحریری سند جاری کرنے میں سال کا فرق رہا ہو یا پھر کاتب کی غلطی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ یہ دونوں تاریخی سال مطابق نہیں ہیں۔ سلطان شاہ عالم دوم کا عہد حکومت 1759ء مطابق 1173ھ- 1806 مطابق 1221ھ رہا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سند شاہ عالم ثانی کے علاوہ کسی اور سلطان نے جاری کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سید صدر الدین موسوی اول شاہ عالم ثانی کے دور کے بزرگ تھے۔

❁

نقل سند نظامت مرشد آباد

بابت تولیت پرگنہ بائیس ہزاری

متصدیان حال واستقبال وچودھریان وقانون گویان ورعایان ومزارعان و سائر سکنہ عموم متوطنہ محالات اوقاف پرگنہ بائیس ہزاری متعلقہ پنڈوہ مضاف صوبہ جنت البلاد بنگالہ بدانند کہ خدمت تولیت روضۂ منورہ قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ جلال تبریزی قدس سرہ مع محالات اوقاف آں از تغیر میر احمد بسیادت ونجابت پناہ سید صدر الدین حسب الضمن مفوض ومقرر گشتہ باید کہ موی الیہ را متولی روضۂ منورہ مذکور ومحالات اوقاف آں بلا اصوادم

تغیر وتبدیل نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ مستقل دانستہ لوازم ولواحق امورات متعلقہ آنجارا بموی الیہ متعلق شناسد وسبیل متولی مذکور اینکہ عامہ رعایا وکافۂ برایا محلات اوقاف مذکورہ وزائرین وخدمت روضۂ منورہ مسطور راز حسن سلوک متقاضی داشتہ بتقدیم امور تولیت کما حقہ پرداز دوحاصلات محلات اوقاف مذکورہ مطابق معمول بخرچ اعراس وروشنی وتدریس طلبہ وترمیم روضہ منورہ درآمد ودعائے معطف باشد دریں باب تاکید دانند۔

بتاریخ دوم شہر جمادی الثانی 1014ھ جلوس والاقلمی شد

ترجمہ نقل سند نظامت مرشد آباد

بابت تولیت پرگنہ بائیس ہزاری

محلات اوقاف پرگنہ بائیس ہزاری متعلقہ پنڈوہ، صوبہ جنت آباد بنگالہ کے تمام حال و مستقبل کے آفیسروں، چودھریوں، وکیلوں، حاکموں، کسانوں اور عام شہریوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ روضۂ منورہ قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ جلال تبریزی قدس سرہ اور اس سے متعلق محلات اوقاف کی تولیت میر احمد کی جگہ سیادت ونجابت پناہ سید صدر الدین کو درج ذیل صورت میں تفویض کی گئی ہے۔ لہٰذا موصوف کو روضۂ منورہ مذکور اور اس سے متعلق محلات اوقات کا بغیر کسی تغیر وتبدل کے نسلاً بعد نسل اور پشت در پشت مستقل متولی جانیں۔ ان اوقاف سے متعلق جملہ امور کے لوازمات ولواحقات کو متولی موصوف سے متعلق جانیں۔

متولی موصوف کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ محلات اوقاف مذکور کی [آبادی کے] تمام رعایا وکل مخلوق، زائرین وخدمت گاران روضۂ منورہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ امور تولیت کو فوقیت دے کر کما حقہ انجام دیں۔ محلات اوقاف مذکور کی آمدنی کو حسب معمول اعراس، روشنی، تدریس طلبہ اور روضۂ منورہ کی مرمت میں خرچ کر کے دعا کے حق دار ہوں۔ اس باب میں تاکید جانیں۔

یہ سند ۲ رجمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کی مجلس میں لکھی گئی۔

اس سند کی تاریخ پر بھی ہمیں اطمینان نہیں ہے۔ تحقیق جاری ہے۔

سند گورنمنٹ انگریز

بابت تولیت پرگنہ بائیس ہزاری

متصدیان حال واستقبال وچودھریان وقانون گویان ورعایان ومزارعان و سائر سکنہ عموم متوطنہ محالات اوقاف پرگنہ بائیس ہزاری متعلقہ پنڈوہ مضاف صوبہ جنت البلاد بنگالہ بدانند کہ تولیت روضۂ مبارک قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ جلال تبریزی قدس سرہ مع محالات اوقاف کہ از قدیم درتحت تصرف روضۂ مبارک است آں رامن ابتدائے 1179 بنگلہ از روے سند ناظم بسیادت ونجابت پناہ سید صدرالدین مفوض ومرحمت گشتہ درین سند مطابق آں بمہر دیوانی مدار المرام کمپنی انگریز حسب الضمن بموی الیہ عنایت شد، مشارالیہ نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطن بتولیت روضہ مبارک مقرر بودہ درتمامی محالات اوقاف معمولی قابض ومتصرف باشد باید کہ آنہاموی الیہ راالیق ومتولی مستقل روضہ منورہ بلاصوادم تغیر وتبدیل دانستہ لوازم ولواحق امورات متعلقہ آستانہ مبارک ومحالات اوقاف مذکوررا باو متعلق شناسدو ہرسال سند مجدد نہ طلبند ودیگرے راشریک وسہیم مشارالیہ ندانند واز سخن صلاح وصوابدید موی الیہ کہ ہرآئینہ مقرون بخیر وحسنات باشد بیروں نروند وسبیل متولی مذکور ایں کہ حاصلات اوقاف مذکوررا بخرچ اعراس وروشنی وترمیم وتعمیر روضۂ مبارک وتدریس طلبہ آوردہ بدعائے دولت ابدمدت شاغل ومنطف باشد دریں باب تاکید دانند۔

بتاریخ 14/ستمبر 1773ء انگریزی، مطابق یکم ماہ آسن 1180 بنگلہ 26/جمادی الثانی 1186ھ قلمی شد۔

نقل سند گورنمنٹ انگریز

بابت تولیت برگنہ بائس ہزاری

محلات برگنہ بائیس ہزاری متعلقہ پنڈوہ صوبہ جنت آباد بنگالہ کے جملہ حال و مستقبل کے آفیسروں، چودھریوں، وکیلوں، حاکموں، کسانوں اور عام شہریوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ روضۂ مبارک قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ جلال الدین تبریزی قدس سرہ اور زمانہ قدیم سے اس روضہ کے تحتِ تصرف آنے والے جملہ محلات اوقاف کی تولیت سال ۱۱۷۹ بنگلہ کی ابتداء سے از روئے سند ناظم (مرشد آباد) سیادت ونجابت پناہ سید صدرالدین

کو دی گئی ہے، اسی مہر دیوانی کے مطابق دائی کمپنی انگریز کی طرف سے درج ذیل صورت میں یہ سند متولی موصوف کو دی گئی۔

متولی موصوف نسلاً بعد نسل اور پشت در پشت روضۂ مبارک کے متولی ہوں گے اور تمام محلات اوقاف پر معمول کے مطابق قابض ومتصرف ہوں گے۔ لہذا موصوف کو روضۂ منورہ کے مستقل لائق وفائق متولی جانیں۔ بغیر کسی تغیر وتبدل کے ٹکراؤ کے اس آستانہ مبارک سے متعلق جملہ امور کے لوازمات اور سارے محلات اوقاف کو اسی کے متعلق مانیں۔ ہر سال نئی سند طلب نہ کریں۔ کسی دوسرے کو موصوف کا شریک وحصہ دار نہ جانیں۔

اور موصوف کو صلاح دی جاتی ہے کہ ہر حال میں بھلائی اور نیکی کرتے رہیں۔ اس سے باہر نہ جائیں۔ اور متولی کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ اوقاف مذکور سے حاصل شدہ آمدنی کو اعراس، روشنی، روضۂ مبارک کی مرمت وتعمیر اور تدریس طلبہ میں خرچ کر کے دائی حکومت کی دعاؤں کے مستحق ہوں۔ اس باب میں تاکید جانیں۔

14/ستمبر 1773ء انگریزی، مطابق یکم ماہ آسن 1180 بنگلہ
26/جمادی الثانی 1186ھ کو یہ سند لکھی گئی۔

متولی درگاہ بائیس ہزاری
سید صدرالدین موسوی اول کی مذہبی خدمتیں

سید صدرالدین موسوی جن کے نام ناظم مرشد آباد نے تولیت کی سند جاری کی، دین دار پرہیز گار ذات تھی، بنگال کے مسلم خاندانوں میں ان کا خاندان ممتاز تھا، علوم دینی ودنیوی دونوں سے وہ مالا مال تھے۔ ان کے دل میں مذہب وملت کا درد تھا۔ انہوں نے دین اسلام کی آبیاری کے لیے بے پناہ خدمتیں انجام دیں۔ ان کے بعض خدمات کا ذکر سید حسین الدین احمد منعمی نے کیا ہے۔

''سید صدرالدین اول نے اسلامی تعلیم، تہذیب اور تمدن کو بنگال میں پھیلانے کی غرض سے بوہار میں ایک مدرسہ قائم کیا، جس کا نام ''مدرسہ جلالیہ'' رکھا اور منصب صدارت پر حضرت مولانا عبدالعلی صاحب بحرالعلوم کو فائز کیا۔

مدرسہ سے متصل ایک عالی شان مسجد تعمیر کی جس کا قطعۂ تاریخ ہے:

سید عالی نسب صدر الدین — کرد مرتب چوں حریم خدا
گفت سروش از پئے تاریخ آں — وقت نماز است بہ مسجد بیا

1192ھ

سید عالی نسب صدرالدین نے جب مسجد بنائی۔ سروش نے قطعۂ تاریخ کہا ''وقت نماز است بہ مسجد بیا'' تاریخی مادہ نکلا۔

مدرسہ کا قطعۂ تاریخ یہ ہے۔

کرد چوں تعمیر صدرالدین مبارک مدرسہ — شد آسائش علم قائم زین مبارک مدرسہ
خاستم تاریخ سال از عالم بالا عزیز — علویاں گفتند روشن ایں مبارک مدرسہ

1189ھ

سید صدرالدین نے مبارک مدرسہ قائم کیا، اس سے حصول علم آسان ہو گیا، اس کا سال تاریخ میں [عزیز] نے آسمان سے طلب کیا، باشندگان آسمان نے ''روشن ایں مبارک مدرسہ'' بتایا۔

موصوف نے مدرسہ کے متعلق ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی قائم کیا تھا، جو آج علمی حلقوں میں ''بوہار لائبریری'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتب خانہ کو ان کے خلف صدق سید صدرالدین ثانی نے اپنی آخری عمر میں بوہار سے منتقل کر کے کلکتہ لے گئے اور کتب خانہ بوہار کے نام سے موسوم کر کے امپیریل لائبریری سے ملحق کر دیا، بوہار لائبریری کی ضخیم فہرست کتب دو جلدوں میں مولوی ابوالخیر محمد یوسف اور خان بہادر شمس العلما ڈاکٹر محمد ہدایت حسین صاحب پروفیسر پریسیڈنسی کالج کلکتہ نے مرتب کی ہے، دونوں جلدیں 1921ء، 1923ء میں شائع ہو چکی ہے۔ ان فہرستوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ میں قلمی کتب کا نادر ذخیرہ موجود تھا۔''[۱]

۱۔ رسالہ چنڈوہ شریف، سید حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ ابوالعلائیہ منعمیہ، متین گھاٹ، پٹنہ، قلمی نسخہ، ص: 10، 11، ملخصاً۔ ترجمۂ اشعار از ع۔ ح۔ مصباحی غفرلہ۔

مدرسہ جلالیہ میں سید صدرالدین علامہ عبدالعلی بحر العلوم کو اس دور میں 400 روپے تنخواہ دیتے تھے اور ان کے انتخاب پر 100 طلبہ کو وظیفہ دیتے تھے۔[۱]

سید صدرالدین اول اہل قلم شخص تھے۔ان کی بعض کتابیں شائع شدہ اور بعض مخطوطہ ہیں۔

درگاہ بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ کا شجرئہ تولیت

سید محمودالموسی وسید الحبیب الموسوی از سید امین الموسوی[سید امین کی تولیت پر مالدہ ضلع انتظامیہ ڈی۔ایم۔اور جج کی طرف سے 1999ء میں روک لگ گئی تھی،ان کی جگہ پر میر عبدالباقر کو متولی بنایا گیا تھا]از سید محمود مظفر الموسوی[ان کے دور میں سنگل تولیت کا خاتمہ ہوا اور منتظمہ کمیٹی کی تشکیل ہوئی]از سید عبداللہ الموسوی وسید وارث الموسوی از سید صدرالدین الموسوی ثانی از سید کریم الدین الموسوی از سید کفیل الدین از سید صدرالدین موسوی اول۔

سید حسین الدین الدین احمد ابوالعلائی گیا،بہار،سید محمودالمظفر بن سید یونس بن سراج الدین[برادر سید صدرالدین ثانی]ابن کریم الدین احمد بن کفیل الدین بن سید صدر الدین اول کے زمانہ تولیت میں پنڈوہ شریف آئے تھے۔

پنڈوہ شریف سے روانگی

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی پنڈوہ شریف میں کتنے سال رہے؟اس کا حتمی فیصلہ مشکل ہے۔البتہ سیر العارفین،خزینۃ الاصفیا اور دیگر کتابوں میں درج ہے کہ آپ نے پنڈوہ شریف میں لمبی مدت تک قیام کیا۔بعض اصحاب قلم وقرطاس نے یہاں تک لکھا ہے کہ آپ نے یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔جتنے سال بھی رہے،مخلوق خدا کے لیے مفید و کارآمد رہے۔دین ومذہب کے معین ومددگار رہے،بلکہ اس دیار میں اسلامی تعلیمات کو متعارف کرانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔بڑی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔اتر بنگال

۱۔دیکھئے:ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں،ابوالحسنات ندوی،روزبازار الیکٹرک پریس ہال،بازار امرتسر،شائع شدہ،1341ھ غالباً۔

میں اسلام کا پرچم بلند ہوا، پنڈوہ شریف کو اتر بنگال کا اولین مرکزِ اسلام بننے کا شرف ملا۔

سنارگاؤں بنگال میں قیام

مشائخ پنڈوہ شریف کا تعلق سنارگاؤں سے گہرا رہا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے بعد پنڈوہ شریف میں مخدوم عالم شیخ علاء الحق لاہوری آئے۔ آپ نے سنارگاؤں کو شرف قیام بخشا۔ آپ کے صاحبزادے شیخ احمد نور معروف بہ نور قطب عالم پنڈوی نے بھی سنارگاؤں کو محروم نہیں رکھا، قیام کیا، تبلیغ فرمائی، روحانی قوت سے جہاد فرمایا۔ والد گرامی کے وصال سے قبل پنڈوہ شریف واپس آگئے، اپنے مرید خاص شیخ حسام الدین مانک پوری کو چھوڑ آئے۔ ان مشائخ کے علاوہ شیخ ابوتوامہ، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری وغیرہما اولیائے کرام نے سنارگاؤں کو اپنی تعلیم، تربیت اور تبلیغ کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ تفصیل کی گنجائش یہاں نہیں ہے۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی نے بھی سنارگاؤں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شادکام کیا۔ ہم نے گزشتہ اوراق میں شیخ علی کھوکھری کا واقعہ لکھا ہے۔ اس واقعہ سے شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کے قیامِ سنارگاؤں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ عبارت دیکھیں:

''این است قطع مسافت در زمان قلیل کہ زمین کوتاہ می شود، چنانکہ ہر دو یعنی (شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ جلال الدین تبریزی) یک جا شدید۔ [شیخ جلال الدین تبریزی] دست انداخت، و پس خوردہ [شیخ بہاء الدین زکریا] آورد، دران روز شیخ جلال الدین تبریزی در سنارگاؤں بود فرودست، مخدوم شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ در ملتان بود'' مختصر وقت میں قطع مسافت اسے کہتے ہیں، زمین سمٹ گئی، شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا دونوں یکجا ہوئے، شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ بہاء الدین کا پس خوردہ اپنے ہاتھ میں لے آئے۔ جس دن یہ واقعہ ہوا، اس دن شیخ جلال الدین تبریزی سنارگاؤں میں اور مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا ملتان میں تھے۔[۱]

۱۔ جامع العلوم (خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم، ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت) مرتب، سید علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی، تحقیق: ڈاکٹر غلام سرور، ناشر: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۳، ۲۴۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کا قیام سنارگاؤں کب ہوا؟ وہاں آپ کی کیا خدمات رہیں۔ ہم اس کی تہ تک پہنچنے سے قاصر رہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

گوہاٹی آسام کا سفر

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی جس دور میں پنڈوہ شریف تشریف لائے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ڈھلان پر تھی، دل میں خدمت دین کا جذبہ جوان تھا، اسی جذبۂ دین کی خاطر آپ نے پنڈوہ شریف سے روانگی کا فیصلہ کیا۔ اتر بنگال کو آپ نے مالا مال کیا، پوربی بنگال سنارگاؤں بھی فیض پایا، دکھنی بنگال تشنہ رہ گیا۔ ممکن ہے بنگال کے اس خطہ نے بھی آپ کا قدم چوما ہو، لیکن ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں، لہذا اس پر کوئی تبصرہ کرنا مناسب نہیں۔ شیخ تبریزی علیہ الرحمہ اتر بنگال سے اٹھے، گوہاٹی پہنچے، کامروپ کا علاقہ چنا۔

کامروپ کا قیام دیگروں شہروں کے قیام سے مختلف تھا، عمر کی آخری دہلیز تھی، گوشہ نشینی کی ضرورت تھی، آپ نے اس ضرورت کی تکمیل کے لیے نسبتاً غیر آباد علاقہ کا انتخاب کیا۔ پہاڑیوں اور جنگلوں سے گھیرا کامروپ کا علاقہ۔

علاقۂ کامروپ کوچک پہاڑ میں قیام

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریز کے قیام کامروپ کا ذکر تذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔ ہم بھی ان ہی کے نقش پا کو مشعل راہ بناتے ہیں۔ درحقیقت یہ تذکرہ شک وشبہات کے دائرہ میں ہے، شیخ جلال الدین تبریزی کی حیات سے متعلق ہے یا نہیں؟ اس پر سوالیہ نشان ہے؟ ان تذکرہ نویسوں کے پاس علاقۂ کامروپ میں قیام کی جو دلیل ہے وہ ابن بطوطہ کا سفرنامہ ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں حضرت شیخ تبریزی سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ اس ملاقات کی صحت وعدم صحت پر تجزیاتی بحث صفحات آئندہ میں آرہی ہے۔

ڈاکٹر شاہد چودھری لکھتے ہیں:

''بعضی اہل تحقیق گفتہ اند کہ شیخ جلال الدین در اواخر عمر خود گوشہ نشینی اختیار کردہ بود و اکنوں او چند کیلومتر دور تر از گوہاتی (استان آسام) در یکی از جنگلہای خوفناک بر روی تپہ مدفون است۔ بعض اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی آخری عمر میں گوشہ نشیں ہو گئے تھے۔ گوہاٹی صوبہ آسام سے چند کیلومیٹر کے فاصلہ پر خوفناک جنگل کے اندر ایک ٹاپو پر مدفون ہیں۔[۱]

مولانا سید حسین الدین احمد منعمی ابوالعلائی لکھتے ہیں:

''حضرت مخدوم مدت تک پنڈوہ میں رہ کر اپنے فیضان سے مخلوق خدا کو سیراب کرتے رہے، اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر کامرو علاقہ آسام میں چلے گئے اور وہاں کوچک نامی پہاڑ پر آپ نے قیام فرمایا یہ آج تک اسی نام سے موسوم ہے۔ اور اس کا سلسلہ علاقہ تبت تک چلا گیا ہے، کوہ کوچک پر آپ نے مستقل بود و باش اختیار فرمائی اور شب و روز عبادت و ریاضت میں مصروف ہوئے، آپ کی بسر اوقات صرف گائے کے دودھ پر ہوتی تھی، اس لیے ایک گائے پال لی تھی، دودھ کے سوا کوئی دوسری غذا نوش نہ فرماتے۔''[۲]

شیخ جلال الدین تبریزی سے مشہور سیاح ابن بطوطہ کی ملاقات

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے شیخ جلال الدین تبریزی سے 1345ء مطابق 746ھ میں ملاقات کی ہے۔ ان کی اس ملاقات کو لے کر تذکرہ نویسوں نے الگ الگ رائے کا اظہار کیا ہے۔ ہم ان آرا کا تجزیاتی جائزہ لیں گے۔ سب سے پہلے ابن بطوطہ کی باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

ابن بطوطہ کے بقول ان کی ملاقات شیخ جلال الدین تبریزی سے علاقہ ساتگام کی

۱۔ سیر تصوف و عرفان از ایران بہ شبہ قارہ و سہم عارفان تبریزی در آن شیخ جلال الدین تبریزی، ڈاکٹر شاہد چودھری، عضو ہیئت علمی پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، بحوالہ احوال و آثار بہاء الدین زکریا ملتانی ص:90۔

۲۔ تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابو العلائی، گیا، خواجہ برقی پریس دہلی، سال اشاعت غالباً 1937ء، ص:25۔

پہاڑی کامروپ میں ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں۔

''ساتگام سے میں کامروپ کے پہاڑوں کی طرف ہولیا۔ یہ ملک ساتگام سے ایک مہینے کے راستے پر ہے۔ یہ بہت وسیع پہاڑی ملک ہے، چین اور تبت سے ملحق ہے۔

میرا ارادہ اس ملک میں جانے سے یہ تھا کہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کی جو مشہور اولیا اللہ [سے] تھے زیارت کروں۔ یہ شیخ اپنے وقت کے قطب تھے۔ ان کی کرامتیں مشہور ہیں۔ عمر بھی ان کی بہت زیادہ ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے خلیفہ مستعصم باللہ کو بغداد میں دیکھا جس وقت اس کو قتل کیا گیا ہے، میں وہاں موجود تھا۔ ان کا ایک سو پچاس برس کی عمر پانے کے بعد انتقال ہوا، چالیس سال سے وہ برابر روزہ رکھتے تھے۔ دس دس دن کے بعد ایک دفعہ افطار کرتے تھے۔ بدن کے ہلکے پھلکے تھے۔ قد لمبا تھا اور رخسار لگے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اس (پہاڑی) ملک کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے۔''[1]

مترجم نے یہاں دو جملے کا ترجمہ شامل نہیں کیا ہے:

''وكانت له بقرة يفطر على حليبها ويقوم الليل كله۔''

وہ گائے کا دودھ پی کر رہا کرتے تھے اور پوری رات عبادت کیا کرتے تھے۔[2]

ابو احمد خلیفہ مستعصم باللہ خلیفہ منصور مستنصر باللہ [1213ء-1258ء] کے بیٹے تھے۔ آخری عباسی خلیفہ تھے، ان کو تاتاریوں نے قالین میں لپیٹ کر گھوڑوں کی سموں سے ہلاک کیا، توہم پرست تاتاریوں کا گمان تھا کہ اگر خلیفہ کا خون دوران ہلاکت زمین پر گرا تو رنگ لائے بغیر نہیں رہے گا۔ مستعصم باللہ سولہ سال تخت نشیں رہا، دور خلافت [1244ء-1258ء] رہا۔ سال پیدائش 1213ء اور وفات 20/فروری 1258ء ہے۔ اس کی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ خلافت عباسیہ کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے شیخ الشیوخ شہاب الدین

---

[1]۔ رحلة ابن بطوطة: تحفة النظار في غرائب الامصار وعجائب الأسفار، محمد بن عبد الله بن محمد بن ابراهيم اللواتي الطنجي، أبو عبد الله، ابن بطوطة، ناشر: دار الشرق العربي، ج:2، ص:475؛ سفرنامہ ابن بطوطہ، حصہ دوم، مترجم رئیس احمد جعفری، نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، طبع پنجم، سال اشاعت 1986ء، ص:227، ملخصاً۔

[2]۔ دیکھئے: رحلة ابن بطوطة، مرجع سابق، نفس صفحہ۔

سہروردی سے اکتساب فیض کیا۔ یہ متفق علیہ ہے۔ ہر تذکرہ نگار نے اس کا اعتراف کیا ہے۔
شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ کا سال پیدائش 539ھ/ 1145ء اور وفات یکم محرم الحرام 632ھ/ 25 ستمبر 1234ء ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ خلیفہ راشد باللہ کے دور حکومت میں پیدا ہوئے، ان کا دور حکومت 17/ ذیقعدہ 529ھ تا 16/ ذیقعدہ 530ھ مطابق 29/ اگست 1135ء تا 17/ اگست 1136ء تک رہا۔ حضرت شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ کے سال وصال تک خلیفہ راشد باللہ کے علاوہ دو خلفا تخت نشیں ہوئے۔

[1] مقتفی لامر اللہ، ان کا دور خلافت 16/ ذیقعدہ 530ھ تا 2/ ربیع الاول 555ھ مطابق 17/ اگست 1136ء تا 11/ مارچ 1160ء رہا۔

[2] مستنجد باللہ، ان کا دور خلافت 2/ ربیع الاول 555ھ تا 8/ ربیع الثانی 566ھ مطابق 11/ مارچ 1160ء تا 18/ دسمبر 1170ء رہا۔ مستنجد باللہ کے دور خلافت میں حضرت شیخ الشیوخ کا وصال ہوا۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ حضرت شیخ الشیوخ کی حیات ہی میں بغداد سے چلے، زمین بھارت میں قدم رنجہ ہوئے۔ پھر کب بغداد گئے؟ تاریخ نے چپی سادھ لی ہے۔ جدید تذکرہ نویسوں نے متعدد بار بھارت، آنا، جانا لکھا ہے، ہاں اگر بھارت سے بغداد پہنچنا ثابت ہو، پھر 1258ء میں قیام بغداد پر دلیل ہو تو یقیناً کہا سکتا ہے کہ: شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کی موجودگی میں مستعصم باللہ کا قتل ہوا تھا۔

اہل علم ودانش جانتے ہیں کہ کسی بات کا ذکر نہ ملنا، اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کا شمار لمبی عمر پانے والے لوگوں میں ہوتا ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ وہ حج بیت اللہ کے لیے یا صرف زیارت بغداد کے لیے بھارت سے ممالک عرب کا سفر کیا ہو۔ اللہ عزوجل یعلم بحقیقۃ الحال۔

شیخ جلال الدین تبریزی کا حال وفات

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے سال وفات کے سلسلے میں ہم ائندہ صفحات میں کلام کریں گے۔ یہاں ابن بطوطہ کا بیان کردہ حال وفات نذر قارئین کرنا مقصود ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کی حیات کے مطالعہ کے بعد ہر شخص باور کرسکتا ہے کہ ان کا شمار روشن دل اولیا میں ہوتا ہے۔ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو انہوں نے بارہا اپنے کشف کے ذریعہ معلوم کیا ہے، احباب واصحاب کو بتایا ہے۔ اپنی وفات کا علم بھی انہیں بذریعۂ کشف حاصل ہوا تھا، انہوں نے اپنے اعوان وانصار کو بتایا تھا اور انہیں اللہ عزوجل کے فرامین پر عمل پیرا رہنے کی وصیت کی تھی۔ ابن بطوطہ لکھتے ہیں:

''ان کا ہمراہی مجھ سے کہتا تھا کہ انہوں نے اپنے سب دوستوں کو مرنے سے ایک دن پہلے بلایا اور وصیت کی کہ: خدا سے ڈرتے رہو، میں ان شاء اللہ تعالیٰ کل تم سے رخصت ہوں گا۔ ظہر کی نماز کے بعد آخر سجدہ میں دم نکل گیا، غار کے برابر ایک کھدی ہوئی قبر نکلی، اس پر کفن اور خوشبو موجود تھی، ان کے ہمراہیوں نے غسل دیا، کفن دے کر اور نماز پڑھ کر دفن کیا۔ خدا ان پر رحمت کرے۔[1]

علاقۂ کامروپ میں شیخ جلال الدین تبریزی کی خدمات

سلطان العارفین شیخ جلا الدین تبریزی علیہ کی پوری زندگی انسانی خدمات سے عبارت ہے۔ وہ جہاں بھی رہے، مخلوق خدا کے لیے مفید رہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اسلام کی اشاعت اور بندگان خدا کی خدمت تھا۔ اپنی گوشہ نشینی کے ایام میں بھی انہوں نے کثیر تعداد میں لوگوں کو داخل اسلام کیا۔ ابن بطوطہ کا یہ جملہ اس کی شہادت دیتا ہے:

''ان کے ہاتھ پر اس (پہاڑی) ملک کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے۔''

شیخ جلال الدین تبریزی نے اتر بنگال میں جس طرح لنگر خانہ کا انتظام کیا تھا، علاقۂ کامروپ میں بھی انہوں نے اس لنگر خانہ کو جاری رکھا۔ ان کے دستر خوان سے امیر وغریب اور مسلم وغیر مسلم سبھی مستفید ہوتے تھے۔ ابن بطوطہ کا یہ بیان پڑھئے۔

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ سابق، ص:225،226۔

''جب میں شیخ کی زیارت کے لیے گیا تو شیخ کے مسکن سے دو منزل دوران کے چار ہمراہی ملے، وہ کہتے تھے کہ شیخ نے کہا تھا کہ ایک مغربی سیاح ہمارے پاس آتا ہے، اس کا استقبال کرو اور ہم شیخ کے استقبال کے لیے آئے ہیں۔ ان کو میری بات کا کوئی علم نہ تھا، جو کچھ معلوم ہوا، مکاشفہ سے معلوم ہوا۔ میں ان کے ساتھ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں ان کی خانقاہ میں پہنچا جو غار کے باہر تھی اور کوئی آبادی اس کے پاس نہ تھی، اس ملک کے ہندو مسلمان سب ان کی زیارت کو آتے ہیں اور اس کے واسطے تحفے اور نذر لاتے ہیں۔ اس میں سے فقرا اور مساکین کھاتے ہیں، لیکن شیخ فقط اپنی گائے کے دودھ پر گذارہ کرتے ہیں۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو کھڑے ہو کر مجھے گلے لگایا اور میرے وطن کا حال دریافت فرمایا، میں نے حال بتایا۔ پھر مجھے خانقاہ میں لے گئے اور تین دن تک میری مہمانی کی۔''[1]

شیخ جلال الدین تبریزی کا چغہ

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کے چغہ کی کہانی لکھی ہے۔ بظاہر یہ ایک چغہ کی کہانی ہے۔ حقیقت میں شیخ جلال الدین تبریزی کی حیات طیبہ کا ایک اہم گوشہ ہے۔ جس گوشہ میں ان کی زندگی کے بہت سے اسرار چھپے ہیں۔

1- چغہ کی کہانی سے معلوم ہوا کہ شیخ جلال الدین تبریزی عام لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ وہ چغہ وغوغا سے دور رہا کرتے تھے۔ ان کی زندگی پرسکون اور سادہ تھی۔ وہ عام لوگوں کے بیچ میں رہتے تھے اور عام لباس پہنا کرتے تھے۔ عوام سے ان کو جو چیز ممتاز کرتی تھی وہ ان کی پاکیزگی وطہارت تھی، زہد و ریاضت تھی، بندگی وعبادت تھی اور مخلوق خدا کی سیوا وخدمت تھی۔

2- شیخ جلال الدین تبریزی کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا تھا کہ ابن بطوطہ ان سے چغہ طلب کریں گے۔

3- شیخ تبریزی کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ چین کا راجا ابن بطوطہ سے بزور وقیمت

1۔ سفرنامہ ابن بطوطہ سابق، ص: 226۔

چغہ لے لیں گے۔

4-اس چغہ کی کہانی سے ایک اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ حضرت شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کے ایک قریبی تھے، ان کا نام "شیخ برہان الدین صاغر" تھا۔ یہ چغہ حقیقت میں حضرت شیخ تبریزی نے ان ہی کے لیے تیار کیا تھا۔ آیئے! تفصیل جاننے کے لیے ابن بطوطہ کا درج ذیل بیان پڑھتے ہیں۔

"جب میں پہلے دن شیخ کی زیارت کو گیا تو شیخ ایک چغہ پہنے ہوئے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر شیخ مجھے یہ چغہ عطا کر دیں تو کیا اچھی بات ہو، جب میں رخصت ہونے لگا تو شیخ نے غار کی ایک طرف ہو کر چغہ اپنے بدن سے اتار دیا اور مجھے پہنا دیا اور اپنے سر سے طاقیہ یعنی ٹوپی اتار کر میرے سر پر رکھ دی۔

فقیروں نے کہا ہے کہ شیخ کا دستور چغہ پہننے کا نہیں تھا اور فقط تیرے آنے کی خبر سن کر شیخ نے یہ چغہ پہنا تھا اور فرماتے تھے کہ مغربی اس چغے کو مجھ سے طلب کرے گا اور اس سے ایک کافر بادشاہ چھین لے گا اور وہ میرے بھائی برہان الدین صاغر کو دے گا۔ جب میں نے فقیروں سے یہ سنا تو اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ شیخ نے مجھے اپنا لباس عطا کیا ہے اور مجھے ایک غیر مترقبہ نعمت حاصل ہوئی ہے، میں کبھی چغہ پہن کر کسی مسلمان یا کافر بادشاہ کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا۔

میں شیخ کے پاس سے رخصت ہو گیا اور مدت دراز کے بعد مجھے چین میں جانے کا اتفاق ہوا اور شہر خنسا میں اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو گیا۔ رستے میں مجھے وزیر ملا، اس نے مجھے اپنے پاس بلایا، میرا ہاتھ پکڑ کر میرا حال پوچھا اور باتیں کرتے کرتے ہم بادشاہ کے محل کے دروازہ پر پہنچ گئے، میں نے اس سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا، اس نے اجازت نہ دی اور مجھے بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے مجھ سے مسلمان بادشاہوں کا حال دریافت کیا، میں نے جواب دیا، پھر بادشاہ کی نظر چغہ پر جا پڑی، اس نے اس کی بڑی تعریف کی، وزیر نے کہا کہ اس کو اتار دو، اس وقت مجھے حکم ماننا پڑا، بادشاہ نے چغہ لے لیا اور اس کے عوض مجھے دس خلعت اور ایک گھوڑا مع ساز و سامان اور خرچ کے واسطے نقدی عطا کی۔ مجھے نہایت

رنج ہوا اور شیخ کا قول یاد آیا اور مجھے کمال تعجب ہوا۔"[1]

شیخ برہان الدین صاغر سے
شیخ جلال الدین کے مراسلاتی رابطے

شیخ جلال الدین تبریزی کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے معاصر علما و شیوخ سے استفادہ وافادہ کرتے تھے۔ شہر شہر، نگر نگر اور قریہ قریہ گھوم پھر کر ان سے ملاقاتیں کرتے، جن سے دوستی جم جاتی، ان سے بار بار ملتے، ملاقات ممکن نہ ہو تو مراسلات لکھتے۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے شیخ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ زکریا ملتانی سے شیخ تبریزی کے روابط و تعلقات کے بارے میں پڑھا، مذکورہ باتوں کی جھلکیاں دیکھیں۔ ابن بطوطہ نے شیخ برہان الدین صاغر نام کے ایک بزرگ کا ذکر کیا۔ ان سے شیخ جلال الدین تبریزی کے مراسلاتی تعلقات تھے۔ شیخ صاغر اور شیخ تبریزی دونوں نے ایک دوسرے کو بھائی کہا ہے۔ اس سے دونوں کی بزرگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے جس چغہ کی روداد ہم نے مذکورہ سطور میں پڑھا ہے۔ شیخ تبریزی نے وہ چغہ شیخ برہان الدین کے لیے تیار کرایا تھا۔ قدرت نے کرشماتی انداز میں ان کا حصہ ان تک پہنچا دیا۔ ابن بطوطہ لکھتے ہیں۔

''دوسرے سال ''خان بالق'' دار الخلافہ چین میں گیا اور شیخ برہان الدین صاغرجی کی خانقاہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا شیخ کتاب پڑھ رہے تھے اور وہی چغہ پہنے ہوئے تھے۔ مجھے نہایت تعجب ہوا اور میں نے چغہ کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مجھے شیخ نے کہا تو اس کو کیوں الٹتا ہے؟ کیا اس کو پہچانتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، مجھ سے یہ چغہ خنسا کے بادشاہ نے لے لیا تھا، شیخ نے فرمایا کہ:

شیخ جلال الدین نے یہ چغہ میرے لیے تیار کیا تھا اور مجھے خط لکھا تھا کہ فلاں شخص کی معرفت تیرے پاس یہ چغہ پہنچے گا، شیخ نے مجھے وہ خط دکھایا، میں نے وہ خط پڑھا اور شیخ کے صدق پر تعجب ہوا، اس پر میں نے کل حکایت برہان الدین کے سامنے بیان کی، شیخ نے کہا کہ میرے بھائی شیخ جلال الدین کا رتبہ اس سے بھی بڑا ہے، اور اس کو کل معاملات

1۔ سفرنامہ ابن بطوطہ سابق، ص: 226، 227۔

دنیا میں دخل ہے، اور اب وہ انتقال کر گئے ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ مجھے خبر ہے کہ وہ ہر روز صبح کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھتے تھے، ہر سال حج کرتے تھے، عرفہ اور عید کے دن غائب ہو جاتے تھے، کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔"[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی کے تعلق سے تاریخی الجھنیں

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کے حالات زندگی کے متعلق کئی الجھنیں ہیں۔ یہ الجھنیں ابھی تک الجھی ہوئی ہیں۔ ساری الجھنوں کا ذکر طوالت سے خالی نہیں ہے۔ ہم یہاں صرف دو الجھنوں کا ذکر کر کے اہل تحقیق کی توجہ چاہتے ہیں۔

پہلی الجھن:

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی سیرت وسوانح لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ آپ لگ بھگ 614ھ/ 1217ء کو بغداد سے روانہ ہوئے اور 615ھ/ 1218ء یا 618ھ/ 1222ء کے آس پاس ملتان پہنچے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کا جانب ہند پہلا سفر شیخ الاسلام زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے ساتھ تھا۔

سلطان قطب الدین ایبک کے داماد ناصر الدین قباچہ کی حکومت ملتان میں تھی۔ وہ 1203ء سے 1228ء تک حکمراں رہے، اسی کی دور حکومت میں یعنی ماقبل 1228ء شیخ جلال الدین تبریزی ملتان پہنچے۔

سلطان قطب الدین ایبک کے دوسرے داماد سلطان شمس الدین التمش دہلی کے سلطان تھے۔ دور حکومت 1211ء تا 1236ء رہا۔ ان کے دور اقتدار میں شیخ جلال الدین تبریزی دہلی میں تھے۔

ان تاریخوں کو ذہن میں رکھئے اور شیخ جلال الدین تبریزی کے بارے میں سوچئے! کیا آپ کو لگتا ہے کہ حضرت شیخ تبریزی 1195ء کے بعد یا 1206ء سے پہلے بنگال تشریف لائے تھے؟ تذکرہ نویسوں نے یہی تاریخ لکھی ہے، ان کی اقتدا میں ہم نے بھی لکھ دی ہے۔ کیا آپ کو لگتا ہے کہ حضرت شیخ تبریزی راجا لکشمن سین کے دور حکومت میں بنگال آئے تھے؟ اگر آپ کسی نتیجہ پر پہنچیں تو خاکسار کو فراموش نہ کریں۔

۱۔ سفرنامہ ابن بطوطہ، ص: 227۔

دوسری الجھن:

ابن بطوطہ کی جس ملاقات کی تفصیل ہمارے مہربان قارئین نے پڑھی، وہ ۷۴۶ھ مطابق ۱۳۴۵ء میں ہوئی تھی۔ کیا حضرت شیخ تبریزی اس وقت تک باحیات تھے؟ یہ اپنے آپ میں بڑا سوال ہے۔ اس کا حل تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ آئے سب سے پہلے ہم حضرت شیخ تبریزی کی تاریخہائے وصال پر نظر کرتے ہیں۔

٭

شیخ جلال الدین تبریزی کے تاریخھائے وصال

پہلا قول:

خزینۃ الاصفیا کے مصنف مفتی غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے کہ:

وفات آں جامع البرکات در سال شش صد و دو ہجری است۔

شد چو از دنیا جلال الدین بخلد سال وصل آں شہ مکان
زبدۂ دین صاحب التوحید گو نیز اکبر جلال الدین بخوان

اس جامع البرکات [شیخ جلال الدین تبریزی] کا سال وصال 642ھ ہے۔

جب جلال الدین راہی جنت ہوئے، اس شہ مکان کا تاریخ مادۂ وصال ''زبدۂ دین صاحب الدتوحید'' اور ''اکبر جلال الدین'' نکل آیا۔[۱]

شیخ محمد اکرام کے بقول سیر العارفین میں بھی یہی تاریخ لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''سیر العارفین کے مطابق آپ کی وفات ۶۴۲ھ یعنی ۱۲۴۴ء میں ہوئی۔ یہ تاریخ آئین اکبری اور خزینۃ الاصفیاء میں ہے۔''[۲]

سیر العارفین کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے، اس میں تاریخ وصال درج نہیں ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کی تاریخ وفات دیگر کتابوں میں بھی 642ھ درج کی گئی ہے۔ حقیقتاً وہ ان ہی قدیم کتابوں سے ماخوذ ہے۔

---

[۱] ۔ خزینۃ الاصفیاء، غلام سرور لاہوری، فارسی، مطبع ثمر ہند لکھنو، سال اشاعت 1290ھ، ج:1، ص:283۔

[۲] ۔ شیخ محمد اکرام، آب کوثر، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲ کلب روڈ، لاہور، سال اشاعت جون ۲۰۰۶ء، ص:301۔

دوسرا قول:

اعجاز الحق قدوسی صاحب نے تذکرۂ اولیائے ہند کے حوالہ سے لکھا ہے:

''تذکرۂ اولیائے ہند میں آپ [شیخ جلال الدین تبریزی] کا سن وفات 1225ء مطابق 622ھ منقول ہے۔''[1]

تیسرا قول:

ڈاکٹر شاہد چودھری نے اپنے مضمون میں شیخ جلال الدین تبریزی کے وصال کی دو تاریخیں لکھی ہیں۔ایک خزینۃ الاصفیا میں درج تاریخ اور دوسری ''خطۂ پاک اوراح'' نامی کتاب میں درج تاریخ:

''امابرخ دیگر سال وفاتش را 641ھ نیز دادہ اند''۔ایک روایت میں ان کا سال وفات 641ھ ہے۔[2]

سید عبد الحی حسنی رائے بریلوی مشہور مورخ تھے،نزھۃ الخواطر میں انہوں نے مذکورہ تاریخہائے وصال کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''فما فی "خزینۃ الاصفیا" أنہ مات فی سنۃ اثنتین واربعین وست مأۃ لاینبغی أن یعتمد علیہ''۔خزینۃ الاصفیا میں جو تاریخ وصال 642 لکھی ہے۔وہ قابل اعتماد نہیں ہے۔[3]

سید عبد الحی حسنی رائے بریلوی ایک مثال ہیں۔ان کے ہم خیال اور بھی مورخین ہیں جن کا کہنا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کا وصال 642ھ میں نہیں ہوا۔ان مورخین کے دعوی کی بنیاد حضرت شیخ تبریزی سے ابن بطوطہ کی ملاقات ہے۔

ایک بات قابل توجہ یہ بھی ہے کہ ابن بطوطہ کی ملاقات خلیفۂ شیخ الشیوخ شیخ جلال الدین تبریزی ہی سے ہوئی؟ مورخین کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ابن

1۔ تذکرہ صوفیائے بنگال،اعجاز الحق قدوسی،مرکزی اردو بورڈ گلبرگ،لاہور،اپریل،1965ء،ص:133۔

2۔ سیر تصوف وعرفان از ایران بہ شبہ قارہ وسہم عارفان تبریزی در آن شیخ جلال الدین تبریزی،ڈاکٹر شاہد چودھری،عضو ہیئت علمی پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی،بحوالہ احوال وآثار بہاء الدین زکریا ملتانی ص:89،بحوالہ خطہ پاک اوراح،ص:200۔

3۔ الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام،المسمی بنزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر،سید عبد الحی حسنی،الطبعۃ الثامنۃ،بار اول،دار ابن حزم،بیروت لبنان،سال اشاعت 1420ھ/1999ء،ص:149۔

بطوطہ کی ملاقات شیخ جلال الدین مجرد سلہٹی سے ہوئی تھی۔شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

اس سفرنامہ کے انگریزی مترجموں (مثلاً پروفیسر گِپ) نے قیاس کیا ہے کہ جس بزرگ کی اس نے زیارت کی وہ شیخ جلال الدین تبریزی نہ تھے۔ بلکہ سہلٹ کے شیخ جلال تھے۔"[۱]

پروفیسر گپ اور ان کے ہم خیال تاریخ دانوں کا نظریہ بہت مقبول نہیں ہوا۔ بہت سے لوگ ان کے خیال سے ہم خیال نہیں ہو پائے۔خود شیخ اکرام نے بھی ان کے نظریہ سے بالکلیہ اتفاق نہیں کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"ابن بطوطہ کے بیان میں بعض الجھنیں ہیں اور تیقن سے ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا،لیکن فروفیسر گب وغیرہ کا نظریہ تسلیم کرنے میں بھی کئی دشواریاں ہیں کیوں کہ شاہ جلال سلہٹی کی وفات ۷۴۰ھ میں ہوئی اور ابن بطوطہ نے کامروپ کا سفر ۷۴۶ھ میں کیا۔ اس کے علاوہ اس نے جو واقعات بیان کیے ہیں (مثلاً شیخ کا بغداد میں قیام،طویل عمر) وہ شیخ جلال الدین تبریزی کے متعلق ہیں۔"[۲]

شیخ محمد اکرام نے مذکورہ تحریر میں دو الجھنوں کا بیان کیا ہے۔[1] شیخ جلال الدین مجرد سلہٹی ابن بطوطہ کی آمد سے پہلے ہی وصال کر چکے تھے۔لہذا جو شخصیت دنیا میں موجود ہی نہیں تھی،ان سے ملاقات کیسے ممکن ہوئی؟[2] ابن بطوطہ نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے، وہ باتیں شیخ جلال الدین مجرد کے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ وہ باتیں شیخ جلال الدین تبریزی کے متعلق ہیں۔لہذا کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے شیخ جلال الدین تبریزی سے ملاقات نہیں کی تھی۔

ابن بطوطہ نے اپنی تحریر میں مطلق "جلال الدین" نہیں لکھا ہے۔ بلکہ اس نے "تبریزی" کی نسبت کا استعمال بھی کیا ہے۔

رحلہ ابن بطوطہ میں ہے:

"وکان قصدی بالمسیر إلی هذه الجبال لقاء ولی من الأولیاء

۱۔شیخ محمد اکرام،آب کوثر،مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲ کلب روڈ، لاہور،سال اشاعت جون ۲۰۰۶ء،ص:302۔

۲۔مرجع سابق،نفس صفحہ۔

بہا وھو الشیخ جلال الدین التبریزی۔‘‘

اس پہاڑی پر جانے کا مقصد ایک ولی کی ملاقات تھا، وہ شیخ جلال الدین تبریزی تھے۔[۱]

ابن بطوطہ کی ملاقات شیخ جلال الدین مجرد سلہٹی سے ہوئی۔ اس بات کا دعویٰ بہت سے تاریخ دانوں نے کیا ہے۔ ہمیں یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ کیا ابن بطوطہ نے شیخ جلال سلہٹی کا زمانہ پایا تھا؟ ہم زیادہ تفصیل میں نہ جا کر صرف شیخ جلال سلہٹی کی تاریخہائے وصال پر اکتفا کرتے ہیں۔ اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں:

’’شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں آپ [شیخ جلال الدین مجرد سلہٹی] کی تاریخ وفات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ 1303ء میں سلہٹ فتح ہوا اور 20/ذیقعدہ 740ھ یعنی 18/مئی 1340ء میں حضرت شاہ جلال نے وفات پائی۔

مولانا محمد عبید الحق پرنسپل مدرسہ عالیہ فینی نے اپنی تالیف ’’تذکرۂ اولیائے بنگال‘‘ کے صفحہ 131 پر آپ کی تاریخ وفات کے اختلافات دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

مسٹر ہنٹر تاریخ نویس سرکاری کی رپورٹ اور اکثر کے قول سے سال 891ھ/1486ء– میں رحلت فرمائی۔

ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر راج شاہی یونیورسٹی نے اپنی کتاب مسلم بنگالی ادب کے صفحہ 31 پر شاہ جلال کا سن وفات 1347ء/748ھ بتایا ہے۔‘‘[۲]

مذکورہ تحریر میں شیخ جلال الدین مجرد سلہٹی کی آخر الذکر دو تاریخوں میں سے کسی ایک تاریخ کا انتخاب شیخ محمد اکرام صاحب کر لیتے تو ان کی کم از کم ایک الجھن ختم ہو جاتی اور دیگر مؤرخوں کے ساتھ وہ بھی یہ کہنے میں کوئی الجھن محسوس نہیں کرتے کہ ابن بطوطہ کی ملاقات شیخ جلال الدین مجرد سے ہوئی تھی۔

۱۔ رحلۃ ابن بطوطۃ: تحفۃ النظار فی غرائب الامصار وعجائب الأسفار، محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم اللواتی الطنجی، أبو عبداللہ، ابن بطوطۃ، ناشر: دار الشرق العربی، ج:2، ص:475۔

۲۔ تذکرہ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، اپریل 1965ء، ص:152، 153، ملخصاً۔

ابن بطوطہ کی ملاقات پر مصنف کی رائے

ہم نے عجم تاریخ دانوں کی تصنیفات سے عبارتیں نقل کیں، قارئین کرام کے سامنے پیش کرنے کی سعادت پائی، مؤرخوں کا ایک طبقہ یہی باور کرتا ہے کہ ابن بطوطہ کی ملاقات خلیفہ شیخ الشیوخ جلال الدین تبریزی سے ہوئی۔ اس تعلق سے عرب مؤرخوں کی کتابیں بھی ہم نے دیکھیں، ان کا نظریہ بھی عجم مؤرخوں کے اسی طبقہ سے ملتا جلتا ہے۔ عرب وعجم کے ان تاریخ دانوں کی بنیادی ماخذ وہی سفرنامہ ابن بطوطہ ہے۔

محمود عبدالرؤف القاسم نے لکھا ہے:

(الشیخ جلال الدین التبریزی) کان من کبار الأولیاء وأفراد الرجال...یذکر ابن بطوطة قصصاً من کرامات الشیخ التی رآها حین لاقاه۔"

شیخ جلال الدین تبریزی بڑے ولی اور فرد کامل تھے۔ ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کی ہے اور ان کی کرامتوں کے کئی واقعات لکھے ہیں۔[1]

عرب وعجم کے بعض تاریخ دانوں کی تحریریں ہمارے سامنے ہیں جن کا کہنا ہے کہ ابن بطوطہ کی ملاقات خلیفہ شیخ الشیوخ شیخ جلال الدین تبریزی سے ہوئی تھی اور ان مصنفین کی باتیں بھی ہمارے پیش نظر ہیں، جنھوں نے ابن بطوطہ کی اس ملاقات سے انکار کیا ہے، انہوں نے اس ملاقات کو شیخ جلال تبریزی کی بجائے شیخ جلال مجرد سلہٹی کے ساتھ قرار دیا ہے۔ ہم نے حضرت شیخ تبریزی کی حیات پر ہر زاویہ سے غور وفکر کیا، قیام بغداد، شیخ فرید الدین عطار سے ملاقات، دور قباچہ میں قیام ملتان، سلطان التمش کے زمانے میں قیام دہلی اور بنگال میں علاء الدین علی مبارک شاہ کو خواب میں ترغیب وغیرہ کو ماہ وسال کے آئینہ میں دیکھا۔ ہم کو یہ باور رہوا کہ خلیفہ شیخ الشیوخ شیخ جلال الدین تبریزی کا انتقال پنڈوہ شریف میں نہیں ہوا، دیوتلا میں بھی نہیں ہوا، بقول مصنف سیر العارفین ان کا انتقال "بندر دیومحل" نامی کسی جگہ پر ہوا یا بقول ابن بطوطہ علاقہ کاروپ کے کسی پہاڑی میں ہوا۔

ابن بطوطہ کی متنازعہ ملاقات کو شیخ جلال الدین تبریزی کے ساتھ تسلیم کرنے کی

---

[1] - الکشف عن حقیقة الصوفیة لأول مر فی التاریخ، تالیف: محمود عبدالرؤف القاسم، ج:1، ص:453، مکتبہ شاملہ۔

صورت میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ حضرت شیخ تبریزی نے ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک گمنامی کی زندگی گزاری۔ ایک ایسی شخصیت جن کے پچاسوں خلفا، سینکڑوں مریدین، ہزاروں عقیدت مند ہوں وہ ایک صدی تک گمنام اور روپوش رہیں، ان کی خدمات وکارناموں کے ترانے گائے جائیں، اور کوئی فرد بشر ان کو نہ دیکھے، عرب سے ایک مسافر آئے، ان کے یہاں تین دن تک مہمانی کرے، جبّہ اور کلاہ حاصل کرے اور اس بات کا کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو، وہ بتائیں تو جانیں، عقل وسمجھ سے بالاتر لگتا ہے۔ لہذا ہمارا ظن غالب یہی ہے کہ ابن بطوطہ کی ملاقات شیخ جلال الدین مجرد سے ہوئی جیسا کہ بعض مورخین کا کہنا ہے یا شیخ جلال الدین تبریزی کے ہم نام کسی دوسرے بزرگ سے ہوئی۔ اہل تحقیق اپنا حتمی فیصلہ دے سکتے ہیں۔

ہمارے پاس اس نظریہ پر پہلی دلیل یہ ہے سلطان المشائخ حضرت سید شاہ نظام الدین بدایونی ثم دہلوی علیہ الرحمہ 10 رذی قعدہ 655ھ میں اپنے مرشد گرامی شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر کی مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے کانوں سے شیخ گنج شکر کو شیخ تبریزی کا حال وصال بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

راحت القلوب میں ہے:

''بعد ازاں [شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر] شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے اشغال کا حال بیان فرمانے لگے کہ: ان کی رحلت کے موقع پر ایک مرید حاضر تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ کو ایسی حالت میں تبسم کناں دیکھ کر عرض کیا کہ: اے مخدوم! آپ اب دنیا سے ہمیشہ کے لیے کوچ کر رہے ہیں اور آپ کو رنج نہیں، چہرے پر الٹی ہنسی ہے، کہا: میاں خدائے تعالیٰ کے پہنچاننے والوں کی یہی شان ہونی چاہیے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ شخص بیشک عاشق وعارف ہے جس کے دل میں ہر چیز سے خدائے تعالیٰ کی یاد پیدا ہو۔''[1]

سن 655ھ میں جن کا حال وصال بیان کیا جا رہا ہے، اس شخص سے 746ھ میں

---

[1] ۔ راحت القلوب ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، مترجم، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، بار دوم، 1406ھ، ص: 117، 118۔

کوئی کیسے ملاقات کرسکتا ہے؟ ملاقات کی شان بھی ایسی ہے کہ تین دن تک ملاقاتی مہمان بنا ہوا ہے، اسے اپنے بدن کا اتارا چغہ ہدیہ کیا جارہا ہے؟

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کے زمانہ میں اسی نام کے چار بڑے بزرگ تھے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ آفتاب و مہتاب تھے۔

اعجاز الحق قدوسی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ [جلال الدین مجرد سلہٹی] کے زمانے میں آپ کے ہم نام اور بھی تین بزرگ موجود تھے:

[1] شاہ جلال بخاری [2] شاہ جلال تبریزی [3] شاہ جلال گنج روانی۔ [۱]

ابن بطوطہ کی ملاقات ان جلال شیوخ میں سے کن سے ہوئی؟ حقیقی صورت حال صاف نہیں ہے۔ یہ تاریخی الجھنی ہیں۔ ان پر بندوں کا مدار نجات نہیں ہے۔ بندوں کو چاہیے کہ، ان صالحین اولیائے کرام کی سیرت پر عمل کریں۔ اپنے اخلاق و کردار کو ان کے اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھالیں۔ ان ہی کے ساتھ حشر و جنت کی دعا مانگا کریں۔

شیخ جلال الدین تبریزی کا مزار

شیخ جلال الدین تبریزی کی عظمت و اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مرد کامل تھے، خدارسیدہ تھے، لیکن یہ وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا مزار کہاں ہے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ ان کا مزار ''بندر دیوہ محل'' میں ہے۔ بندر دیوہ محل سے مراد اگر دیوتلا ہے تو وہاں حضرت شیخ تبریزی کا مزار نہیں ہے، چلہ خانہ ہے۔

پنڈوہ شریف ضلع مالدہ میں بھی حضرت شیخ تبریزی کا مزار نہیں ہے، چلہ خانہ ہے اور دیگر زیارتیں گاہیں ہیں۔

شیخ اکرام نے لکھا ہے:

''بنگالہ کے سفر میں بعض اہل تحقیق نے راقم الحروف سے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ شیخ نے اخیر عمر میں عزلت نشینی اختیار کرلی تھی۔ اور اب وہ گوہاٹی (صوبہ آسام) سے چند میل دور

۱۔ تذکرہ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ، لاہور، اپریل، 1965ء، ص: 148، ملخصاً۔

ایک پہاڑی پر ایک دشوار گزار اور نسبتاً غیر معروف بلکہ ہیبت ناک جنگل میں مدفون ہیں۔ پنڈوہ میں جہاں آپ کے چلہ خانہ اور مسجد (بائیس ہزاری) سے ۲۲ ہزار ایکڑ کی زمین وابستہ تھی۔آپ کا عرس ۲۱۔۲۲ رجب کو ہوتا ہے۔"[۱]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی کا مزار جہاں بھی ہو، وہ سنی مسلمانوں کے دل میں بستے ہیں اور ہر سنی مسلمان کا دل ان کی خواب گاہ ہے۔

❁❁❁

۱۔ شیخ محمد اکرام، آب کوثر، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲ کلب روڈ، لاہور، سال اشاعت جون ۲۰۰۶ء، ص: 302۔

باب ہشتم
عکس شخصیت

256

شیخ جلال الدین تبریزی کے علمی آثار

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علوم و معارف کا گنجینہ تھے۔ اسرار شریعت وطریقت کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ شیخ عبدالرحمن چشتی نے آپ کو "جامع علوم ظاہری و باطنی" کہا ہے۔ ہم نے آپ کے کمالِ علم پر ابتدائے کتاب میں روشنی ڈالی ہے۔ یہاں آپ کے علمی آثار کا بیان مطلوب ہے۔

جامع العلوم ملفوظات مخدوم جہانیان جہاں گشت میں شیخ جلال الدین تبریزی کی ایک تصنیف "شرح نود و نہ نام" کا ذکر ہے۔ یہ کتاب شیخ الشیوخ، مشائخ سہرورد اور مشائخ چشت کے اوراد و وظائف پر مشتمل ہے۔

جامع العلوم میں ہے:

"شرح چہل و یک اسماء اعظم و شرح نود و نہ نام ہر دو شرح ہم شرح کبیر و ہم شرح صغیر در علم اوراد، اوراد شیخ الشیوخ [شہاب الدین سہروردی] و اوراد شیخ کبیر [بہاء الدین زکریا] و اوراد خواجگان چشت و اوراد سید جلال الدین مخدوم جہانیان۔"

"شرح چہل و یک اسمائے اعظم" اور "شرح نود و نہ نام"، ایک شرح کبیر اور ایک شرح صغیر، دونوں کتابیں علم اوراد میں ہیں۔ ان میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، شیخ کبیر بہاء الدین زکریا ملتانی خواجگان چشت اور سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کے اوراد و وظائف کا بیان ہے۔[۱]

مذکورہ فارسی عبارت کے حاشیہ میں لکھا ہے:

"شرح نود و نہ نام [کبیر] تالیف شیخ جلال الدین تبریزی۔ متوفی در ۶۴۲/

۱۔ جامع العلوم رخلاصۃ الالفاظ جامع العلوم، ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مرتب، سید علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی، تحقیق: ڈاکٹر غلام سرور، ناشر: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۲ء، ص:8۔

۱۲۴۴ء۔ ''شرح نو دو نہ نام کبیر شیخ جلال الدین تبریزی کی تصنیف ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کو شرح نو دو نہ نام میں درج اوراد و وظائف کو پڑھنے کا طریقہ خواب میں سکھایا ہے۔

اسی میں ہے:

''برلفظ مبارک راندند: ہر اسمی را از اول حرف ندا در آرند چناں کہ 'یاسلام یاغفور' بعد ازان فرمودند: روزی مؤلف این شرح شیخ جلال الدین تبریزی را در خواب دیدم کہ مقام او در سنار گاؤں در فرو دست بود۔ سلام کردم، جواب دادند و فرمودند: سید در اول ہر اسمی حرف ندا بخواں، پس ازاں من بغیر حرف ندا می خواندم، پس روئے مبارک بریں فقیر آوردند و فرمودند: فرزند من ایں فایدہ شرح نو دو نہ نام باری بنویسید پس نبشتم۔''

مخدوم جہانیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا:

ہر اسم تعالیٰ کو حرف ندا ''یا'' لگا کر پڑھا جاتا ہے۔ جیسے 'یاسلام'، 'یاغفور'۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن اس شرح کے مصنف شیخ جلال الدین تبریزی کو میں نے خواب میں دیکھا، وہ اپنی جائے قیام سنار گاؤں میں تھے، میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور فرمایا کہ سید! ہر اسم کے شروع میں حرف ندا لگا کر پڑھا کرو، اس کے بعد میں نے بغیر حرف ندا کبھی نہیں پڑھا۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا: فرزند! اسے 'شرح نو دو نہ نام اسم باری' کے فوائد میں لکھ لو۔''[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی کی تعلیمات

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی پوری زندگی سیکھنے سکھانے سے عبارت تھی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی تعلیم و تعلّم میں صرف کر دی، اپنے اعمال و کردار سے سکھایا، اقوال و افعال سے بتایا۔ یہاں صرف ان ہی تعلیمات کا ذکر کریں گے جو آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرما کر ہمیں دی ہیں۔

۱۔ مرجع سابق، ص:186۔

علم روشنی ہے:

''علم چراغے است کہ درقندیل آبگینہ پاک کہ جملہ ناسوت وملکوت ازو روشن است ودر علم مشغول است اورا ازتاریکی چہ باک کہ در جسم او ہمہ عالم روشن است۔''

علم کی مثال شیشے کی قندیل میں ایک روشن چراغ کی سی ہے، جس سے کل عالم ناسوت وملکوت روشن ہیں، جو اس کے پرتو سے مستفیض ہوا، اسے تاریکی کا اندیشہ نہیں۔[۱]

شیخ جلال الدین تبریزی نے اپنے اس فرمان میں سکھایا ہے کہ علم ایک روشنی ہے۔ جس کے پاس علم کی روشنی ہوتی ہے۔ اس کے سامنے مادی وروحانی دنیا کی ہر چیز روشن وتابناک ہوجاتی ہے۔ عمل جس قدر پختہ ہوتا جاتا ہے، روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

✿

قوت برائے عبادت

''یکی از شیخ جلال الدین تبریزی پرسید -رحمۃ اللہ علیہ- کہ مردے روزہ نمی دارد وسحری می خورد چگونہ باشد؟ شیخ جلال الدین فرمود کہ: سحر ہم بخورد شام ہم چاشت ہم باید کہ قوتی کہ بداں حاصل می آید در طاعت خدائے تعالیٰ صرف کند و معصیتی نکند۔''

کسی نے شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ایک آدمی روزہ نہیں رکھتا، سحری کھاتا ہے، ایسا کرنا کیسا ہے؟ شیخ جلال الدین نے فرمایا:

صبح وشام اور سحر جب چاہے کھائے، جسم میں جو قوت حاصل ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرے اور گناہ نہ کرے۔[۲]

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے اپنے مذکورہ فرمان میں سکھایا ہے کہ انسان اپنے بدن کی قوت وطاقت کو، اللہ عزوجل کی عبادت وبندگی میں خرچ کرے۔ طاقت وقوت کا استعمال معصیت وگناہ کے لیے نہ کرے۔ قوی انسان اگر نفل روزہ کی بجائے دوسری عبادت میں اپنی طاقت صرف کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۔ راحت القلوب ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، مترجم، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، بار دوم، 1406ھ، ص: 116؛ نسخہ فارسی، ص: 36۔

۲۔ فوائد الفواد، فارسی، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص: 360۔

256

اپنا کلام اللہ تعالیٰ کے نام

"قال شیخ الاسلام جلال الدین نور اللہ مرقدہ: "الکلام مسکر القلوب، ان اول الکلام وآخرہ ان کان للہ فتکلم والا فاسکت"

شیخ الاسلام جلال الدین نور اللہ مرقدہ نے فرمایا، کلام دلوں کے لیے نشہ آور ہے۔ اگر کلام کی ابتدا وانتہا اللہ عزوجل کے لیے ہے تو بولنا چاہیے ورنہ چپ رہنا چاہیے۔[۱]

ہماری مترجم کتاب "خاموشی کے محاسن وفوائد" کے ابتدائی کلمات کے طور پر مصنف کتاب علی ظریف اعظمی عراقی نے لکھا ہے:

"فضول گوئی اور سخن سازی نے نہ جانے کتنے قلعے ڈھادیے ہیں، کتنے دلوں کو زخموں سے بھر دیا ہے۔ زبان نے نہ جانے کتنے جیل خانوں کو آباد کردیا ہے اور کتنے مصائب وآلام اور آفات وبلیات کو جنم دیا ہے [اس کا اندازہ لگا پانا مشکل ہے] اس کے باوجود بہت سے لوگوں نے فضول گوئی کرنا اپنی عادت بنالیا ہے، گفتگو میں قیل وقال ان کا مشغلہ بن چکا ہے اور بیہودہ گوئی کے وبال سے وہ یکسر غافل ہوچکے ہیں۔

باہمی گفت وشنید کے بڑے فائدے ہیں اور اسکی خوبیاں فزوں سے فزوں تر ہیں۔ چونکہ انسان بھی نقل وحرکت میں عام جانوروں کی طرح ہے اس کو دیگر جانوروں پر فضیلت وبرتری صرف زبان کی وجہ سے حاصل ہے جو ذہنی وفکری مطالب کا ترجمان ہے، انسان پر اللہ عزوجل کی یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ خالد بن صفوان نے کہا ہے کہ: اگر زبان نہ ہوتی تو انسان کی حقیقت ایک ممثل صورت، بے مہار جانور اور ایک مہمل حالت سے زیادہ نہ ہوتی۔[۲]

مذکورہ عبارت میں خاموشی اور گویائی دونوں کی اہمیت بتائی گئی ہے، شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے بھی اپنے اس فرمان میں ایک ساتھ دونوں کی خوبیوں کو اجاگر فرمادیا ہے۔ انسانی کی گویائی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو عبادت ہے اور گویائی نہ ہو خاموشی ہو تو

---

[۱]۔ سیر الاولیا، سید محمد مبارک علوی کرمانی، مطبع محب ہند، دہلی، سال اشاعت 1302ھ، ص:75۔

[۲]۔ دیکھیے: الدرر والیاقوت فی محاسن السکوت، ترجمہ بنام "خاموشی کے محاسن وفوائد"، مترجم عبد الخبیر اشرفی مصباحی، ناشر تاج الاصفیا دار المطالعہ، مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف، سال اشاعت، 2011ء، ص:13۔

معصیت سے بچت ہے۔

256

خانقاہ عبادت خانہ ہے

''شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است کہ برائے عبادت مسجد و برائے مشغولیہا خانقاہ و در خانہ نشستن برائے دریافت دلہا۔''

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے فرمایا: عبادت کے لیے مسجد، مشغولیت کے لیے خانقاہ اور حال دل کا محاسبہ کرنے کے لیے گھر میں بیٹھنا چاہیے۔[۱]

مسجدوں کی تعمیر عبادت کے لیے کی جاتی ہے۔ وہاں فضول گوئی یا دنیاوی کلام نقصان دہ ہے۔ مسجدوں میں عبادت کرنے میں ثواب زیادہ ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ نے یہی درس دیا ہے۔ ذکر واذکار اور وظائف و اوراد کے لیے خانقاہ بہترین جگہ ہے۔ یہاں شغل ظاہر و باطن میں مصروف رہنا چاہیے۔ گھر پہنچنے کے بعد اہل وعیال میں سارا وقت صرف کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ گھر میں محاسبۂ نفس اور حال دل کی نگہبانی کرنی چاہیے۔ مسجد و خانقاہ سے جو حاصل ہوا ہے۔ اس کو پرکھنے کا بہترین میدان گھر ہے۔ اپنوں کے درمیان رہ کر شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا اصل کمال ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ مسجد میں رہے یا خانقاہ میں یا پھر اہل وعیال کے ساتھ گھر میں رہے، اللہ عزوجل کو کہیں فراموش نہ کرے۔ اس کی یاد ہر جگہ اور ہمہ وقت اپنے نہاں خانہ میں بسائے رکھے۔

نیک انسان کی صحبت نفل عبادت سے بهتر

''شیخ جلال الدین تبریزی -قدس سرہ- گفتہ: ''یک ساعت صحبت نیک بہ از عبادت صد سالہ است۔''

نیک انسان کی ایک گھڑی صحبت ایک سو سالہ نفل عبادت سے بہتر ہے۔[۲]

---

[۱]۔ سیر الاولیا، سید محمد مبارک علوی کرمانی، مطبع محب ہند، دہلی، سال اشاعت 1302ھ، ص:444۔

[۲]۔ ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ، ص:447۔

نیکوں کی صحبت میں بیٹھنے پر قرآن کریم ناطق ہے۔احادیث مبارکہ میں اس کی ترغیب آئی ہے۔شیخ جلال الدین تبریزی نے نیکوں کی صحبت میں بیٹھنے کو ایک سو سالہ عبادت سے بہتر قرار دیا ہے۔اسی مفہوم پر یہ شعر دلالت کرتا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیا   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ کریم کے دوستوں کی ایک گھڑی صحبت، بے ریا کی ایک سو سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

دکھاوا کی عبادت کا کوئی ثواب نہیں ملتا، ایسی عبادت منہ پر مار دی جاتی ہے۔دکھاوا کئے بغیر ایک سو سال عبادت کرنے سے بہتر اولیائے کی صحبت میں ایک گھڑی بیٹھنا ہے۔ یہاں عبادت سے مراد نوافل ہیں۔

عورتوں کا دلدادہ کبھی فلاح نہیں پاتا

''من احب المحاذ النساء لا یفلح ابدا''

جو عورتوں کی سرین کا دلدادہ ہو، وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔[۱]

عورت اللہ کی نعمت ہے۔نعمت کا استعمال حدود شرع میں ہو تو رحمت ہی رحمت ہے، ورنہ وہی نعمت انسان کے لیے زحمت بن جاتی ہے۔جو بندہ عورتوں کا شوقین ہے۔اس کے حسن و جمال میں کھویا رہتا ہے۔اس کی محبت میں رب کو بھلا بیٹھتا ہے۔وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔اس کی دنیا بھی برباد ہوتی ہے اور آخرت بھی تباہ ہوتی ہے۔مشاہدات اس پر شاہد ہیں۔

دنیاوی جائداد کا طالب دنیا کا غلام ہے

''صار عبد الدنیا أی عبدا لأھل الدنیا''

جس نے ضیعہ [زمین و جائداد] سے دل لگا لیا وہ دنیا کا غلام ہو گیا یا اہل دنیا کا

۱۔فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء، ص:172۔

غلام ہو گیا۔‘‘[۱]

کہتے ہیں کہ: زر، زمین اور زن باعث فتنہ ہیں۔قرآن کریم میں اولاد و اموال کو امتحان قرار دیا گیا ہے۔عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ بندہ مال و دولت اور زمین وجائداد کے چکر میں اپنے خالق حقیقی کو فراموش کر جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بندوں کی آسانی کے لیے پیدا کیا ہے تاکہ بندہ ان کے استعمال سے سکون حاصل کرے اور اطمینان قلب کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی عبادت کر سکے۔لہٰذا جو بندہ خدا کو بھلا کر صرف زمین وجائداد میں گھیرا رہتا ہے وہ دنیا اور اہل دنیا کا غلام بن جاتا ہے۔

✿

اللہ سے محبت کرنے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے

’’من شرب من بحر مؤدته يحيٰ حياة لاموت بعدها، ومن لم يذق من صافي المحبة يخرج من الدنيا كالبهائم صفر اليدين واذا مات صار جيفة ومات موتاً لا حياة بعده‘‘

جو بندہ اللہ عزوجل کے دریائے محبت سے سیراب ہوتا ہے وہ ایسی زندگی جیتا ہے جس کے بعد موت نہیں، اور جو اس کی محبت کے جام کا ذائقہ نہیں لیتا ہے وہ دنیا سے جانوروں کی طرح خالی ہاتھ جاتا ہے، جب مرتا ہے تو ایسی موت مرتا ہے جس کے بعد زندگی نہیں، وہ مردہ مٹی کا ڈھیر ہوتا ہے۔‘‘[۲]

اللہ تعالیٰ کی محبت ایک انمول شئی ہے، ساری محبتوں سے ماوراء ہے، اس کی محبت میں انسان کو اذیت بھی ہو تو وہ اذیت نہیں لگتی، محبت کرنے والے اس میں بھی صبر و شکر کے بہانے تلاش لیتے ہیں۔اللہ سے محبت کرنے والے کبھی صبر کرنے کی حکمتیں تلاش نہیں کرتے تسلیم و رضا ان کا ہتھیار ہوتا ہے۔یہی ہتھیار جام محبت الٰہی کے خمار ہوتے ہیں۔

اللہ عزوجل سے محبت نہ کرنے والے دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھاتے ہیں۔اس کی

---

[۱] ۔مرجع سابق، نفس صفحہ۔

[۲] ۔الاعلام بمن فی تاریخ الهند من الاعلام، المسمی ب۔نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، الطبقة الثامنة سید عبد الحی الحسنی، بار اول، دار ابن حزم، بیروت لبنان، سال اشاعت 1420ھ/1999ء، ص:149۔

محبت ترک کر کے دنیا کماتا ہے پھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ جب دنیا میں اللہ عزوجل سے محبت نہیں کیا تو آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے۔

عبادات و مجاھدات

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی قائم اللیل اور صائم النہار بزرگ تھے۔ انہوں نے برسوں اپنے مرشد کے ساتھ پہاڑی غار میں مجاہدہ کیا۔ شیخ الشیوخ اور شیخ کبیر زکریا ملتانی علیہما الرحمہ بھی اس مجاہدہ سے متاثر ہوئے۔ شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ کی زیر تربیت کس قدر عبادات اور کس قسم کے مجاہدات کئے ہوں گے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ علیہ الرحمہ کی عادت تھی وہ رات بھر مراقبہ و محاسبہ میں رہتے، عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف میں شب بیداری کرتے، نماز فجر کے بعد تھوڑا آرام کرتے، یہی ان کی نیند تھی۔ آپ کی عبادتوں کا حال مشائخ کرام نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ ہم یہاں قارئین کرام کو دعوت عمل دیتے ہوئے، صرف دو باتیں لکھ رہے ہیں۔

سیر العارفین میں ہے: ''شیخ ابوالقاسم جلال الدین تبریزی آزاد پیر تھے، وہ اکثر فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کرتے تھے، صبح فجر کی نماز ادا کرتے، پھر فجر سے نماز چاشت تک پلنگ پر آرام فرماتے۔''

خلاصۃ العارفین میں ہے: ''خواجہ قطب الدین بختیار اوشی، شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی تینوں بزرگ وضوئے عشا سے نماز فجر ادا کرتے تھے اور نوافل میں پورا قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔''

خلاصۃ العارفین کے بعض نسخوں میں ''جلال الدین تبریزی'' کی جگہ ''جمال الدین تبریزی'' لکھا ہے۔

شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کی پوری زندگی شریعت و طریقت کی سنگم تھی۔ یہاں صرف آپ کی عبادتوں کا نمونہ بیان کیا گیا۔

عادات واطوار

عادات واطوار اور افعال وکردار انسان کی شخصیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ جو لوگ معاشرہ میں اچھے ہوتے ہیں وہ بروں سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

سلطان العارفین شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ کی حیات میں زندگی کا یہ قاعدہ ''طابق النعل بالنعل'' کی طرح منطبق نظر آتا ہے۔ دہلی میں شیخ نجم الدین صغری کی طرف سے ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑا، گھر کی بات در تک آئی اور در سے دنیا تک پھیلی، آپ جیسے صاحب نظر بزرگ اگر چاہتے، شیخ نجم الدین صغری کے برے دن آجاتے، مگر ایسا نہیں ہوا، آپ نے صبر وتحمل سے کام لیا، اللہ تعالیٰ کی قضا سے راضی رہے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ''جلال'' کا لفظ صرف آپ کے نام کا حصہ ہے، آپ کی ذات میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ آپ کی ذات میں جمال ہی جمال ہے۔

عاجزی اور فروتنی کی عملی تصویر دیکھنا ہو تو آپ کی ذات بہترین آئینہ ہے۔ علما و مشائخ کی مجلس میں سنگھاسن پر بیٹھنے والی ذات کو ہم نے عوام وخواص کی مجلس میں فرش زمیں پر بیٹھتے دیکھا- سلطان شمس الدین التمش اصرار کرتے رہ گئے، مگر آپ نے انہیں یہ کہ کر خاموش کر دیا کہ: ہم بحیثیت ملزم پیش ہوئے ہیں، آج ہماری یہ نشست گاہ ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی کی حیات کا یہ منظر ان کی ذات میں عاجزی وانکساری دکھاتا ہے- خود شناسی کیا چیز ہے؟ اس پر مکمل روشنی ڈالتا ہے۔ ہم اپنے قارئین باذوق کو حضرت شیخ تبریزی کی حیات وخدامات میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

❀❀❀

باب نہم

کشف وکرامات

کشف وکرامات

کرامات اولیا برحق ہیں، یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اولیائے امت کی کرامتوں کا بیان ہوا ہے۔شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ سے بھی کثیر کرامتوں کا ظہور رہا ہے۔

کرامتیں بزرگوں کی شان دکھاتی ہیں۔ان کی عظمت بتاتی ہیں،اس شان وعظمت کے بیان میں ہمارے خطباومقررین نے کمال دکھایا ہے۔اب مصنفین ومؤلفین بھی سیرت نگاری میں کرامتوں کوفوکس کررہے ہیں۔یہ مذموم نہیں ہے کہ اس کی مذمت کی جائے،البتہ اتنا ضرور ہے کہ بزرگوں کیساتھ ہمارا جو اصلاحی تعلق ہونا چاہیے، وہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صاحب کرامت بزرگ کوئی طلسماتی شخصیت ہیں، مافوق الفطرت ذات ہیں،ان کی سیرت پرعمل کرنا ہماری بس میں نہیں ہیں۔وہ پانی پر چلتے ہیں، ہوامیں اڑتے ہیں اور آگ میں کود پڑتے ہیں۔ہم کمزور ہیں، ناکارہ ہیں،ہم سے یہ ممکن نہیں،لہذا ان کی سیرت پرعمل کرنا ہماری بس کا روگ نہیں ہے۔

ہم نے اپنی اس حقیری کاوش میں شیخ تبریزی علیہ الرحمہ کی کرامتوں کا بیان کیا ہے۔ان میں حضرت شیخ تبریزی کی سیرت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے،ان کے اسباب وعلل کا پتہ لگانے کی سعی کی ہے۔ایسا صرف اس لیے کیا ہے کہ جو بندہ کرامتوں سے ان اسباب کا تدارک نہیں کرسکتا، وہ اپنی مادی وجسمانی طاقت سے کوشش کریں۔ممکن ہے اللہ کریم کوئی راہ نکال دے۔اوراق ماضیہ میں جن کرامتوں کا بیان ہواان میں سے بعض یہ ہیں۔

[1]-محضر دہلی میں گلوکارہ خاتون نے اژدھا دیکھا۔

[2]-گلوکارہ خاتون نے اژدھا کی بات سنی اور اسے وہ بات سمجھ آئی۔

[3]-حضرت شیخ تبریزی کے نام کی برکت سے جنات بھاگ گئے۔

[4]-جنات کی ہنگامہ آرائی کا تماشا عوام وخواص نے اپنی آنکھوں سے دکھا۔

[5]-شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر کو انار کا ایک دانہ کھلا کر روشن دل کر دیا۔

[6]-شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کو اپنے مرشد کی معیت میں خرزبوہ کھلا کر عرش تا فرش دکھا دیا۔

[7]-بدایوں میں بیٹھ کر شیخ نجم الدین صغری کے انتقال کی خبر دے دی۔

[8]-بدایوں کے معماروں کو کعبہ دکھا دیا۔

[9]-رہزن [ڈاکو] کو ولی بنا دیا۔

[10]-نجاستوں کے خاکستر کو سونا بنا دیا۔

[11]-ریگزاروں سے درہم ودینار نکالے اور پانچ سو اونٹ خرید کر محتاجوں کو دے دئے۔

[12]-اپنی نگاہ کیمیا اثر سے پچاس لوگوں کو صاحب سجادہ بنا دیا۔

یہ بارہ کرامتوں کی فہرست بطور مثال پیش کر دی، آپ کو پوری کتاب میں اس قسم کی کرامتوں کے مزید شنذرات ملیں گے۔ بالا یودھ مشرا کی کتاب شیخ شھو دیا میں کرامتوں کا انبار ہے، اس کا انتخاب بھی قارئین کو محظوظ کرے گا۔

شیخ جلال الدین تبریزی روشن ضمیر بزرگ تھے۔ زمین وآسمان کی تہیں ان کے سامنے کشادہ تھیں، وہ انسانوں کے راز دل پڑھنے میں کامل تھے۔ شیخ نجم الدین کے ساتھ ان کی شکر رنجی کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ حضرت شیخ تبریزی کے مکشوفات پر اتنا ہی کافی ہے۔

باب دہم

شیخ شمودیا-ایک تعارف
مع خلاصہ

Shaykh-subhodaya

شیخ شبھودیا-ایک تعارف

ازقلم:
محب گرامی قدر-بشارت علی صدیقی اشرفی
حال مقیم جدہ، حجاز مقدس

شیخ شبھودیا[Shaykh subhodaya] ایک قدیم سنسکرت کتاب ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ''ہلایودھا مشرا'' نامی ایک وزیر کی تصنیف ہے، جو بنگال کے راجا لکشمن سینا کے دربار میں وزیر تھا۔اس کتاب کے متعلق چند باتیں غور کرنے کی ہیں۔

1-ہلایودھا کے بارے میں مانا جاتا ہے کہ وہ سنسکرت کا بہت بڑا پنڈت تھا، مگر [Shaykh subhodaya] میں جو سنسکرت استعمال کی گئی ہے وہ بہت ہی خراب اور ادبی لحاظ سے غیر معیاری ہے جس کی وجہ سے ماہرین کا ماننا ہے کہ یہ کتاب ہی جعلی ہے، کسی ماہر سنسکرت کی لکھی ہوئی نہیں ہوسکتی ہے۔ہلایودھا مشرا ایک درباری ماہر زبان تھا، اس کے قلم سے اس طرح کی سنسکرت کا وجود میں آنا تعجب کی بات ہے۔

2-ہم نے اپنے اس مقالے کی بنیاد ''شیخ شبھودیا'' کا انگریزی ترجمہ پر رکھی ہے، اس ترجمہ کو ابنو پروفیسر کمار سین نے کیا ہے اور ایشیاٹک سوسائٹی، کولکاتا، نے شائع کیا ہے۔اس کتاب کی پہلی اشاعت 1965 میں ہوئی اور دوسری بار 2002 میں شائع کی گئی۔

3-اس کتاب میں کل 27 ابواب ہیں اور کئی کہانیاں ہیں، کچھ کا تعلق شیخ جلال الدین تبریزی سے ہے۔

4-ہم یہاں اُن کہانیوں کا خلاصہ پیش کریں گے جن میں مرکزی کردار کے طور پر شیخ جلال الدین تبریزی کو لیا گیا ہے۔ جن کہانیوں میں شیخ تبریزی کو ضمنی کردار کے طور پیش کیا گیا ہے ان کہانیوں کی طرف صرف اشارہ کردیا جائے گا۔ قارئین کرام ان کہانیوں کو پڑھ کر کتاب کے مندرجات کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور کتاب کی ثقاہت ومعیار کے بارے میں بھی رائے قائم کرسکتے ہیں۔ اس میں بیان کردہ کچھ واقعات ناقابل قبول ہیں۔

٭

شیخ شبھودیا کتاب کا خلاصہ

باب:1

اس باب میں شیخ جلال الدین تبریزی کی آمد کا ذکر ہے۔

آب گنگا پر پیدل چل دئے

''گنگا ندی کنارے کھڑے ہوکر راجا اپنے دربار کی طرف دیکھ رہا تھا، اسے کوئی آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے پوچھا: ''تم کون ہو''؟ ''کہاں سے آرہے ہو''؟ پھر راجا نے کچھ سوچا اور دریا کے سامنے سرجھکاتے ہوئے گنگا دیوی کو پکارنے لگا! راجا نے مغرب سے اسے [یعنی جلال الدین تبریزی] پانی پر چلتے ہوئے آتے دیکھا تھا، وہ کالے کپڑے پہنے ہوئے تھے، اپنا عمامہ درست کررہے تھے اور راجا کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔

شیخ نے راجا سے پوچھا: ''تم کس کے بیٹے ہو''؟ تم بات کیوں نہیں کرتے''؟ راجا کچھ دیر کے بعد بولا ''میں نے ایک حیرت انگیز چیز دیکھی ہے، ایک آدمی کو پانی سے ابھرتے اور چلتے دیکھا ہے، یہ آدمی نورونکہت سے سرشار نظر آتا ہے، وہی مجھ سے پوچھ رہا ہے، اس سے ششدرو حیران ہوں؟ [ص: ۱۳۵]

شیخ نے مسکراتے، ہاتھ اٹھاتے اور قریب آتے ہوئے کہا: اے سین خاندان کے آبرو، تم لکشمن کے نام پر لوگوں کے راجا کہے جاتے ہو! میں تمہارے ہاتھ میں ہتھیار دیکھ رہا ہے۔! یہ سن کر راجا غصے میں آکر بولا: ''کیا لوگ ہی مجھے بادشاہ کہتے ہیں! تم نہیں کہتے؟ میں

تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوں، جسے میں عطا کروں اسے مل جاتا ہے! تم کیوں مجھے بادشاہ نہیں کہتے؟

شیخ نے جواب دیا: ''میں تمہیں نہیں جانتا، جس کو بھی آگے کر دیا جائے، وہ بادشاہ کہلاتا ہے! مگر تم بھول گئے رہے ہو کہ تم تمام روئے زمین کے بادشاہ ہو!

شیخ کے اشارہ سے بگلا نے مچھلی چھوڑ دی

اسی دوران ایک ''بگلا'' وہاں اپنے منہ میں مچھلی لے آیا: شیخ نے اس بگلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''اے راجا! تم کہتے ہو کہ تم تمام روئے زمین کے بادشاہ ہو! ذرا اس بگلے سے کہو، وہ مچھلی کو چھوڑ دے اور اسے نہ کھائے!

راجا نے جواب دیا: ''وہ تو پرندہ ہے، اسے عقل سے کیا واسطہ؟ وہ میرے حکم سے کیسے مچھلی کو چھوڑ سکتا ہے! تمہارے پاس طاقت ہے تو تم کر کے دکھاؤ!

شیخ نے کہا: ''راجا! میری طاقت دیکھو! شیخ نے بگلے کی طرف نظر کی، بگلا نے مچھلی چھوڑ دی اور وہاں سے اڑ گیا۔

اس پر راجا متفکر ہوا اور اپنے دیوی ''درگا'' کو یاد کرنے لگا، اور کہنے لگا: اے درگا مجھے بچالے! شیخ میرے سامنے میری تقدیر بولنے آیا ہے، مجھے لگتا ہے کہ آج میں زندہ نہیں بچوں گا پھر راجا پر امن انداز میں شیخ سے بات کرنے لگا اور درگزر کرنے کے لیے کہنے لگا۔ [ص:۱۳۶]

پھر شیخ نے کہا: اے فرزند راجا! مجھے کسی کی بات پر غصہ آتا ہے اور نہ خوشی ہوتی ہے، تم جو چاہو، کرو، جہاں جانا چاہو، جاؤ!

راجا اب انکساری سے کہنے لگا:

''آپ آگے چلیں، میں آپ کے پیچھے چلتا ہوں! [ص: ۱۳۷]

راجا اور شیخ ایک ساتھ چلنے لگے، دونوں کو ساتھ چلتے وزیر نے دیکھ لیا وہ راجا سے کہنے لگا: آپ نے غلط کیا، ایسے شخص کے ساتھ چل رہے ہیں، جو کالے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور مسلمان لگتے ہیں! راجا نے وزیر سے کہا: تم بکواس کر رہے ہو! تمہیں ''اس عظیم شخص'' کے راز کا علم نہیں ہے، درویش کے کپڑے پہنے ''اندرا'' ہمارے پاس بذات خود آئی ہے!''

پھر راجا نے وزیر کو سارا واقعہ سنایا، مگر وزیر کو یہ تمام باتیں ناگوار لگیں اور اس نے کہا: راجا! یہ اچھا نہیں ہے کہ آپ کسی اجنبی شخص سے بات کریں، وہ مختلف شعبدہ بازی سے یہاں آیا ہے! بہتر ہے کہ آپ اسے اس کی مرضی سے جانے دیں!'' راجا وزیر سے بات کرتے کرتے الگ کھڑا ہو گیا، شیخ آگے بڑھ گئے! [ص: ۱۳۷]

ایک بدکارہ عورت کو نصیحت

جب شیخ آگے گئے، انہیں ''گنگو'' نام کے ایک اداکار کی بہو'' ویڈیوت پرابھا'' سامنے سے گزرتی دکھائی پڑی، وہ تنگ کپڑا پہنی ہوئی تھی، شیخ نے کہا: اے گناہ گار، اگر تم اپنی خیر چاہتی ہو، واپس گھر چلی جا!''

ویڈیوت پرابھا'' نے کہا: آپ نے مجھے بددعا دی، جب کہ آپ مجھے نہیں جانتے! میرے چہرے کو دیکھیے اور بتائیے کہ کیا میں بدکھتی ہوں؟ شیخ نے کہا: جو کہنا چاہتی ہو آرام سے کہو! اس نے کہا: اے اجنبی شخص! آپ نے مجھے میرے منہ پر گناہ گار کہا، ایسا کیوں؟

شیخ نے جواب دیا: خدا نے انسان کو تمام خوبیوں کے ساتھ پیدا کیا ہے! ایک برہمن نے جنگل کا رخ کیا اور ایک شیخ نے درویشی اختیار کی، ہر ایک عبادت خانے میں محو عبادت ہو گئے۔ تم اک پر نظر ڈالتی ہو اور دوسرے کو اپنا جسم دکھاتی ہو! اس لیے تمہیں گناہ گار کہا ہے اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے، برائی عورتوں سے پھیلتی ہے! [ص: ۱۳۸]

یہ سن کر اس نے فحش گوئی کی اور شیخ کے سامنے گندی باتیں اور حرکتیں کرنے لگی۔ شیخ نے سمجھ لیا کہ یہ ایک فحش عورت ہے اور خاموشی اختیار کر لی۔ وہ عورت مزید بحث کرنے لگی! اتنے میں راجا آ گیا، اور وہ عورت شیخ کے سامنے اپنا سر جھکا کر چلی گئی! راجا نے کہا: اے شیخ راے دانشمند ر مجھے معاف کیجیے!

شیخ نے کہا: راجا! تم اپنے محل کو واپس جا سکتے ہو! میں یہیں رہوں گا، میں شہر نہیں جاؤں گا، میں نے اسے ایک خالی گڈھا پایا ہے، وہ کبھی بھی تباہ ہو سکتا ہے، اس لیے وہاں میرا قیام کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

راجا نے کہا: یہاں شیروں کا شدید خطرہ ہے۔ شیخ نے جواب دیا: مجھے میرے خدا کے سوا کون مار سکتا ہے؟''

وزیر نے راجا سے کہا: وہ ایک زاہد ہیں، وہ بضد ہیں، انھیں رہنے دیں، میں ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہوں۔

شیخ پر زہر کا اثر نہیں ہوا

جب راجا وہاں سے چلا گیا، وزیر نے سوچا ایک پریشانی تو دور ہوئی- وہ سوچنے لگا: یہ شخص کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟'' سیدھے ہاتھ میں تلوار اور بائیں ہاتھ میں عصا، ''اندرا'' کی طرح بن کر آیا ہے، یہ مسلمانوں کے کارواں والا کام کرنے آیا ہے (یعنی دعوت وتبلیغ) میری دیوی کی مدد سے اسے زہریلہ کھانا دوں گا اور اسے قتل کردوں گا۔

وزیر نے کہا: ''اے دانشمند! مجھے اپنی پسند کی کسی چیز کا حکم کریں! مجھے راجا نے اس پر متعین کیا ہے۔ شیخ نے کہا: راجا کے حکم کا انکار کون کرسکتا ہے! میرے لیے کھانے کی چیزیں لے آؤ اور میرے سامنے پکاؤ!

وزیر نے اپنے ارادے کے مطابق زہر بھی لے آیا اور ۶ رمختلف کھانوں میں اسے ڈال دیا۔ پھر ایک غریب مقروض دھوبی کے ذریعہ یہ کھانا شیخ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

شیخ کی خدمت میں جب کھانا پیش کیا گیا اس وقت وہ مصروف عبادت تھے، نماز پڑھ رہے تھے، اذان کی آواز آسمانوں تک سنائی دے رہی تھی، پھر اچانک ایک خطرناک آواز آئی، لوگوں نے چہ میگوئی شروع کردی، کچھ نے کہا یہ بجلی کی آواز ہے، کچھ نے کہا کوئی بڑا درخت گر گیا اور کچھ نے کہا گنگا ندی میں کوئی طوفان آیا ہوگا۔

شیخ نے کھانا کھالیا، ایک املی لی اور کھانا شروع کیا، اس درمیان راجا ''ہلا یودھا'' کے ساتھ وہاں پہنچا۔

وزیر نے راجا سے کہا: یہ دیکھئے ایک غریب کی فطری عادت، اتنے اچھے کھانے کے باوجود بھی املی لے رہے ہیں، کون کھانے کے بعد املی کھاتا ہے؟ حالاں کہ میں نے ایک پان تیار کیا تھا، انہیں پیش کردیا تھا، مگر وہ قبول نہیں ہوا- ایک غریب کی عادت ۳۲ رسال بعد بھی نہیں جاتی!

شیخ نے اندازہ کرلیا کہ بات بے محل کہی جارہی ہے، راجا سے کہا: اے راجا! میں تجھے سلام کرتا ہوں، میں نے تمہارا دیا ہوا زہریلہ کھانا کھالیا ہے، مجھے منہ میں کسیلا پن محسوس

ہور ہاتھا اس لیے املی کھالی، ورنہ کوئی اور بات نہیں ہے!

یہ سننے پر راجا بہت پریشان ہوا، وزیر کی طرف دیکھنے لگا: وزیر نے کہا: حضور! شیخ حقیقت میں ان ۶ رلذیذ کھانوں کا مزہ نہیں جانتے، اس لیے ایسا کر رہے ہیں، انہوں نے کسیلا کھانا آخر میں لیا اس لیے ایسا کہہ رہے ہیں۔

ہلا یودھا مشرا نے اصل معاملہ کو سمجھتے ہوئے غصہ میں وزیر سے کہا: اے بدمعاش! ایسی حرکت کبھی دیکھی اور سنی نہیں گئی ہے! ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی کسی کے گھر مہمان بن کر آیا ہو، دوست ہو یا دشمن، زہریلا کھانا اسے کیسے دیا جا سکتا ہے!

اگر چہ وہ اسلام کی تبلیغ کے لیے یہاں آئے ہوں! اب کون ہمیں بچا سکتا ہے؟ تقدیر کا لایا ہوا کون پلٹ سکتا ہے؟ [ص: ۱۴۰، ۱۳۹]

پھر راجا نے شیخ سے کہا: اے عظیم دانشمند! رات ہونے والی ہے! یہاں شیروں کا خطرہ ہے، یہاں رہنا مناسب نہیں ہے! شیخ نے کہا: آپ کی مذہبی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ عمر، اعمال، دولت، علم اور موت؟ یہ پانچ چیزیں انسان کے لیے مقدر کر دی جاتی ہیں جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے! ویسے تم بھی ایک سیدھا آدمی ہو [یعنی روحانی اور علمی اعتبار سے اچھے شخص ہو] تم اپنے محل کو واپس چلے جاؤ، میں یہیں رہوں گا، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔

باب:2

شیروں نے شیخ کو سلامی دی

شیخ کی حیات زندگی اگر کسی مجلس میں سنی جائے تو کوئی بلا وہاں نہیں آتی اور نہ کسی چور سے کوئی خطرہ ہوگا! جب دیر رات ہو گئی تھی، تین شیر وہاں آئے وہ دھوبی کے لڑکا کو کھانے کے فراق میں تھے۔ دھوبی کا لڑکا اپنے باپ کو یاد کرتے ہوئے شیخ کی پناہ میں چلا گیا، شیخ نے کہا: تم ڈرتے کیوں ہو؟ شیروں کے کان پکڑ کے یہاں لے آؤ، لڑکا نے کہا: شیخ! میں مر جاؤں گا۔ میں شیروں کو اس طرح پکڑ کر نہیں لا سکتا! تب وہ تینوں شیر شیخ کو سلام کرنے آئے اور وہاں سے چلے گئے، دھوبی کے لڑکے کو سکون مل گیا۔

مگر دوسری طرف یہ افواہ اڑ گئی تھی کہ شیروں نے شیخ اور دھوبی کے لڑکے کو کھا لیا ہے، راجا کو جب یہ خبر وزیر نے سنائی تو اس نے کہا: ”میں نے مشورہ دیا تھا مگر میری

بات شیخ نے نہیں سنی!'' جب راجا سارا ماجرا دیکھنے کے لیے وہاں جانے لگا تو اسے دھوبی کی بیوی ملی راجا نے اس سے لڑکے کے بارے میں پوچھا؟ اس نے کہا کہ وہ محفوظ اور سلامت ہے، راجا نے وزیر کو ڈانٹتے ہوئے کہا: تم نے مجھے جھوٹی خبر دی ہے، تم کو سزا ملے گی۔

راجا شیخ کی بارگاہ میں پہنچا، شیخ نے راجا کی تعریف کی، راجا نے شیخ کے پاس موجود دھوبی کے لڑکا سے پوچھا کہ: اصل معاملہ کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: تین شیر آئے اور شیخ کو سلام کر کے چلے گئے!'' (ص: ۱۴۲)

ڈوبتے جہاز کو بچالیا

اس واقعہ کے بعد راجا نے وہاں ایک گھر بنوایا، مزدوروں نے بہت جلد تعمیر کر دیا، راجا وہاں اپنے وزیر کے ساتھ ''پانسے'' کا کھیل کھیلنے لگ گیا، کھیل کچھ بڑھا ہی تھا کہ شیخ نے ایک پاسہ پھینکا اور اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر بیٹھ گئے! یہ دیکھ کر راجا پریشان ہو گیا۔ وزیر نے پوچھا، شیخ یہ کیا کر رہے ہیں؟ کچھ ہی لمحوں میں شیخ پانسوں پر متوجہ ہوئے اور راجا سے کہا: ''دو [2] اور پانچ [5] پھینکو!'' راجا نے جب شیخ کی طرف دیکھا تو شیخ کو بھیگا ہوا پایا، ان کے کپڑے سے پانی گر رہا تھا، پوچھا: ''اے عظیم دانشمند! آپ نے کیا کیا اور یہ پانی آپ سے کیسے گر رہا ہے؟ شیخ نے کہا: ''تم میری بات کیوں مانو گے؟''

راجا نے کہا: ''کون ہے جو آپ کی بات نہ مان کر اپنی موت کو دعوت دے گا؟''

جب راجا کا اصرار بڑھا تو شیخ نے کہا: ''ایک تاجر پر بھاکرا'' جس نے تجارت سے خوب دولت کمائی تھی، سمندر میں اپنے جہاز میں تھا، سمندر میں ایک قدرتی پیڑ ''تیر شولی'' ہے، بارش میں یہ چھوٹا ہو جاتا ہے اور گرما میں بہت بڑا ہو جاتا ہے، ایک آندھی آئی اور جہاز اس پیڑ سے ٹکرا گیا۔ جب وہ ڈوبنے لگا تو اس نے مجھے اس طرح پکارا: ''اے مخدوم شیخ شاہ جلال الدین تبریزی، میں آپ کے قدموں میں گرتا ہوں! جس کا نام چاروں اطراف عالم میں مشہور ہے! اس وقت میرا مال اور مجھے بچالیں! گھر لوٹنے پر میں آپ کے نام پر مال کا آدھا حصہ صدقہ دے دوں گا!'' اس کی یہ فریاد میرے دل پر تیر کی طرح اثر کی اور میں اس کی مدد کو پہنچا، اس جہاز کو میں اپنے ہاتھوں سے پکڑا رہا یہاں تک کہ آندھی ختم ہو گئی! اس پر راجا نے کہا: چھ [6] ماہ کی مسافت کی دوری پر سمندر کی آواز آپ نے کیسے سن لی؟ شیخ نے جواب دیا: ''

جنگل، ریگستان، جنگ یا کسی دشمن کے خوف یا سکون وراحت کے وقت کوئی مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس جاتا ہوں! مگر کوئی قاتل، زانی، چور، ڈکیٹ یا بدمعاش مجھے یاد کرتا ہے تو میں نہیں جاتا ہوں! [ص: ۱۴۳]

شیخ کی بات کو جانچنے کے لیے، راجا نے شیخ کے کپڑوں کو نچوڑا اور ایک برتن میں پانی کو ڈال کر ابالا گیا، اس سے نمک برآمد ہوا، یہ دیکھ کر راجا کانپنے لگا اور سوچنے لگا کہ: یہ شخص تو ایسے آیا ہے کہ خود تقدیر ہو! پانسوں کو پھینک کر وہ جانے والا تھا، پھر اس نے شیخ کو سلام کیا اور کہا: ''میری زندگی میں چار چیزیں انتہائی قیمتی ہیں: دھرم، زندگی، ملک، اور دولت!''

ان تمام میں دھرم کو چھوڑ کر میں سب آپ کے قدموں میں پیش کرتا ہوں، آپ جو چاہیں کریں، جیسا حکم کرنا چاہیں کریں، یہ کہہ کر راجا خاموش ہو گیا۔

راجا کی بات سن کر شیخ نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا: ''دیکھ! میں ایک فقیر ہوں! تم مجھ سے کیوں ڈرتے ہو؟ تمہاری بات میرے ایمان کے بالکل خلاف ہے!'' شیخ جانے کے لیے کھڑے ہوئے، راجا بھی کھڑا ہو گیا، تعظیم کی، اور کہا: ''اے عظیم شخص! میں آپ کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔ شیخ نے انکساری سے کہا: یہ مناسب نہیں ہے کہ مجھے ہر چیز اور بات میں مقدم کیا جائے، خدا تمہیں کامیاب رکھے! اس پر راجا کو سکون ہوا اور شیخ نے راجا کو اس کے محل میں بھیج دیا۔ [ص: ۱۴۴]

باب:3

اس باب میں پہلے ایک تاجر کا قصہ درج ہے، اس کی بیوی نے اپنے شوہر کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ لیا تھا، اپنے بائیں ہاتھ میں چھری لے رکھی تھی، اس عورت کے ساتھ شیخ کا طویل مکالمہ ہوا، آخر میں یہ بات سامنے آئی کہ اس کے ساتھ راجا کے سالہ ''کماردا تا'' نے زیادتی اور زبردستی کی تھی۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے۔

مردہ شخص زندہ ہو گیا

مذکورہ واقعہ کے درمیان ''مادھوری'' نامی ایک دلت عورت کا قصہ آ گیا، وہ دلت عورت شیخ کے سامنے لائی جاتی ہے۔عورت نے التجا کی کہ: اسے اپنے شوہر کے ساتھ جلا دیا

جائے [یعنی ستی]۔ شیخ نے برہمنوں سے کہا: اسے تسلی دینی چاہئے، پھر آپ نے کہا: تم گناہ گار نہیں ہو، تم جو چاہتی ہو وہ ہم نہیں کر سکتے، تمہیں جلا نہیں سکتے، تم کسی اور چیز کی خواہش کرو۔''

مادھووی نے سوچا یہ شیخ تو بہت کچھ دے سکتے ہیں۔ جنگل میں شیروں نے بھی انھیں نقصان نہیں پہنچایا، اس نے اپنے شوہر کو زندہ کرنے کی خواہش ظاہر کر دی۔ شیخ نے کہا: ''تم ایسی چیز مانگ رہی ہو جس پر ہماری قدرت نہیں۔ کچھ ایسی چیز مانگو جو ہم تم کو دے سکیں۔ تمہارے شوہر کا علاج کسی حکیم سے کروانا چاہیے، جاؤ! کسی حکیم کو لے آؤ۔ دربار میں موجود لوگوں نے کہا: ''اس آدمی کو سر کا درد تھا، کئی بار علاج کروایا گیا مگر ٹھیک نہیں ہوا۔ شیخ نے کہا: اپنے شوہر جس کا نام ''مدھوکادا'' ہے، اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب اس شخص کو لایا گیا تو شیخ کچھ پڑھنے لگے، دم کرنے لگے۔ پھر پوچھا: ''اے مادھووی! اگر تمہارے شوہر کا علاج ہو جائے، اسے شفا مل جائے، تم کیا کرو گی؟ مادھووی نے کہا: ''جو بھی میرے شوہر کو زندہ کرے گا، میں اور میرا شوہر اس کی خدمت میں ہمیشہ رہیں گے، میرے شوہر کی آدھی دولت اس کو دے دی جائے گی۔'' شیخ نے لوگوں سے کہا: دور رہو: ''مادھووی، تم اس کے بال کھینچو اور ایک وین [سوئی] لے آؤ۔''

شیخ نے سوئی کو گرم کیا اور اس شخص کے مرض پر لگا دیا، ایک کیڑا اس کی ناک سے باہر نکلا، اس کیڑا کو لوگ ''ناکا چیاری'' کہتے تھے۔ اس مردہ شخص نے اپنا منہ کھول دیا [یعنی زندہ ہو گیا]

شیخ نے راجا کو اشارہ کیا، راجا نے اس کے منہ پر پانی ڈالا، اس کو ہوا دی گئی، مادھووی شیخ کے قدموں میں گر گئی اور کہا: ''مجھے اور میرے شوہر کو ملازم رکھ لیں'' شیخ نے کہا: ''اس کو ٹھیک ہو جانے دو، صبر کرو، گھر جاؤ۔'' مادھووی نے کہا، آدھا کیا؟ میں تو پورا مال ہی شیخ کو دے دیتی ہوں بلکہ اب سب کچھ شیخ کا ہے۔ شیخ نے جواب دیا: ''دولت اور اس طرح کی چیزیں ہمارے پاس بہت ہیں، تم جاؤ! آرام سے رہو۔

راجا نے شیخ سے کہا: ''اس شخص کی دولت ۳ لاکھ کی ہے! شیخ نے کہا: ''یہ تمہاری خاصیت، کہ تمہاری مملکت میں ایک گھر کی دولت ۳ لاکھ ہے۔ وہ عورت اور اس کا شوہر شیخ کے قدموں میں گر کر سلامی پیش کی اور سارے لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

باب:4

ایک دن ''اماپتی دھارا'' نے شیخ پر جادو کرنے کی شروعات کی لوگوں نے اسے خوب برا بھلا کہا، شرم کے مارے ''کمارادتا'' نے بھی اپنا ملک چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا۔ ہر کوئی شیخ کے بارے میں سوچا کرتا تھا۔ مادھودی روزانہ اپنے شوہر کے ساتھ شیخ کی بارگاہ میں سلامی دینے آتی تھی۔

شیخ نے کہا: ''اے مادھودی! لوگ اس پرفتن زمانے میں تہمت لگانا پسند کرتے ہیں۔ لہذا اب تم یہاں نہ آیا کرو، تمہارا شوہر آسکتا ہے۔'' لوگوں میں شیخ کی محبت اس طرح بڑھ گئی تھی کہ کوئی کسی اور کے بارے میں سوچتا تک نہیں تھا۔

پہلے اندھا پھر انکھیارا بنادیا

چار درباریوں نے ایک وزیر سے کہا: ''راجا ہمیشہ شیخ کے ساتھ رہتے ہیں، آپ کی کوئی عزت نہیں ہے۔ انھوں نے ایک پلان بنایا کہ ہم چار شیخ کے سامنے اندھے بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر وہ ہمیں پہچان گئے تو ان کی ولایت ثابت ہو جائے گی، وزیر نے تسلیم کر لیا۔ وہ لوگ شیخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر چلانے لگے: ''اے عظیم شیخ! ہمارا اندھا پن دور کر دیں، ہمیں اپنا خادم بنالیں، ہم آپ کے خادم کے خادم ہیں۔

شیخ نے اپنے خادم سے کہا: انھیں اندر آنے دو، پھر شیخ نے ان سے پوچھا: ''تم لوگ کون ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ''اے عظیم دانشمند! اے عطا کرنے والے! ہم چار اندھے لوگ ہیں، ہمارا اندھا پن دور کر دیں۔ شیخ نے پوچھا: ''تمہارا اندھا پن نیا ہے یا بچپن سے ہے؟ ایک نے کہا: میں شراب کشید کرنے والا ہوں، میں مٹی سر پر لے جاتا ہوں، اس کی وجہ سے میری آنکھیں، باریک ذروں سے چلی گئیں۔

دوسرے نے کہا: ''میں کبیرن ہوں، ہمیشہ آگ کی گرمی سے متاثر ہوتا ہوں۔

تیسرے نے کہا: ''میں بانسری بجانے والا ہوں، آگ سے لگاتار گرمی لینے کی وجہ سے آنکھیں چلی گئی ہیں۔

چوتھے نے کہا: ''میں ایک غریب تیلی ہوں، میرا گھر بار بڑا ہے، دن رات بیجوں کو پیستے رہتا ہوں، نیند نہ ہونے کی وجہ سے آنکھیں چلی گئی ہیں۔ اس پر شیخ نے کہا: ''سچ بولو!

کیا تم لوگ حقیقت میں اندھے ہو یا تمہیں دکھتا ہے؟ ۔کئی بار پوچھنے پر بھی ان لوگوں نے اپنے اندھے ہونے پر زور دیا۔شیخ نے کہا: ''ہر چیز کی ایک فطرت ہوتی ہے، جو بدلنے پر بھی نہیں بدلتی۔کوئلے کو سو مرتبہ دھونے پر بھی کوئلہ ہی رہتا ہے۔

جیسے ہی یہ چاروں شیخ کے حجرے سے باہر آئے اور آنکھیں کھولیں، انھیں کچھ نظر نہ آیا، وہ رونے چلانے لگے اور سات دن اسی تکلیف میں گزارے۔جب جمعہ آیا، تو وہ اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ منت سماجت کرتے شیخ کی بارگاہ میں پہنچ آئے اور قدموں میں گر گئے۔شیخ نے عورتوں کے گلے میں مٹکے دیکھے اور دریافت کیا، انھوں نے کہا: ''اگر آپ ہمارے شوہروں کو معاف اور انھیں ٹھیک نہیں کر دیتے تو ہم گنگا ندی میں کود کر اپنی جان دے دیں گے۔شیخ نے کہا: ''ان کے مرض کے لئے ایک حکیم سے رائے لینی چاہئے، دوا لگانی چاہئے، ان عورتوں نے کہا: ''اگر آپ ہمیں اپنا خادم سمجھتے ہیں تو انھیں ایک گھاس کا ٹکڑا دے دیں، آپ نے تو مردوں کو زندہ کیا ہے۔

شیخ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم واقعی جیسا میں کہوں ویسا کروگے'' ان سب نے جواب دیا: ہاں، پھر شیخ نے پوچھا: ''اس شراب کشید کرنے والے کا نام کیا ہے؟ جواب ملا: اس کا نام سکلام برا [سفید کپڑے والا] ہے۔شیخ نے کہا: ''سفید پاؤڈر اس کے گالوں اور پیشانی پر لگا دو۔پھر پوچھا: ''اس کبیرن کا کیا نام ہے؟ جواب ملا: کالی کا وارا'' [یعنی کالی کا محبوب] شیخ نے کہا: اسے کالے رنگ یا پاؤڈر سے رنگ دو۔پھر پوچھا: اس بانسری والے کا کیا نام ہے؟ جواب ملا: ''ڈکم برا [یعنی ننگا] شیخ نے کہا: اسے ننگا ہی رہنے دو۔پھر پوچھا: اس تیل بیچنے والے کا کیا نام ہے؟ جواب ملا: کیسوا [یعنی گھنے بالوں والا]۔شیخ نے کہا: حجام کو بلا کر اس کے سارے بال اتروا دو۔پھر سب کو گنگا ندی کے کنارے لے جاؤ، مٹی ان کی آنکھوں پر ملو اور انھیں گنگا میں اترنے دو۔پھر تقدیر میں جو ہے وہ ہونے دو۔اور اگر میرے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل نہ کروگے تو مجھ پر الزام نہ ڈالنا۔''

بالآخر انھوں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ شیخ نے بتایا تھا۔سارے لوگ ان پر ہنسنے لگے۔ایک ایک کر کے پانی میں اترے اور باہر آنے پر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔وہ شرم کے مارے بھاگنا چاہتے تھے مگر بھاگ نہیں پائے۔خاموشی

سے اپنے گھر لوٹ گئے۔ پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ: ''شیخ نے پہلے ہمیں رسوا کیا، پھر معاف کیا'' اور کہنے لگے کہ: ''کوئی بھی ہو، دشمن بھی اگر ہو، اگر وہ گھر آئے تو اس کی مہمان نوازی کرنی چاہیئے۔ ایک پیڑ اپنا سایہ نہیں ہٹاتا، اس کی جڑیں کاٹنے والوں کو بھی سایہ دیتا ہے! شراب کشید کرنے والا اور ان کے ساتھ والے روزانہ شیخ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔

باب:5

اس باب میں شیخ [جلال الدین تبریزی] راجا لکشمن سین، ایک یوگی اور کچھ ہاتھیوں کی کہانی درج ہے: اس میں شیخ کے حوالے سے کچھ نہیں ہے بلکہ یوگی اور دیگر درباری یوگیوں کے مکالمے ہیں۔ آخر میں ایک جملہ ہے کہ شیخ [جلال] اور راجا لکشمن یوگی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور راجا نے شیخ سے ان کے ملک اور ان کے والدین کے بارے میں سوال کیا[دیکھیے:۱۵۹۔۱۵۶]

باب:6

شیخ کے خاندانی حالات

اس باب میں شیخ نے اپنے حالات بیان کیے ہیں جس کا خلاصہ ہم یہاں پیش کریں گے۔

۱۔ شیخ مغربی علاقے سے آئے تھے۔
۲۔ ان کی پیدائش ''اتاوہ'' نامی مملکت میں ہوئی تھی۔
۳۔ ان کے والد کا نام کافور تھا۔
۴۔ جب ان کی عمر پانچ سال ہوئی تو ان کے والد نے ان کی تعلیم شروع کر دی۔
۵۔ وہ ایک ذہین طالب علم تھے یہاں تک کہ ان کے استاذ کو کوئی چیز دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ وہ ایک ہی بار میں سن کر یاد کر لیا کرتے تھے۔
۶۔ ان کے ملک کے لوگ ان کی نیک بختی اور ذہانت کی تعریف کرتے تھے۔
۷۔ رمضان نامی ایک تاجر تھا جو بادشاہ کی طرح دولت مند تھا۔ لوگ اس سے کہنے لگے کہ کافور کا لڑکا اتنا ذہین ہے کہ ایک بار میں ہی اسے یاد ہو جاتا ہے۔ یہ معلوم ہونے پر اس تاجر رمضان کو خیال آیا کہ اس کی ایک لڑکی ہے جس کا نکاح وہ اس لڑکے سے آگے چل کر

کر سکتا ہے۔

۸۔اس کے بعد اس تاجر نے حکم دیا کہ ان غریب لوگوں کی مدد کی جائے اور ان کو ساز وسامان بھیجا جائے۔

۹۔شیخ فرماتے ہیں: پھر انھوں نے دیکھا کہ ان کے گھر اس تاجر کے پاس سے چیزیں آیا کرتی تھیں۔اور ان کا گھر اسی سے چلتا تھا۔انھیں یہ چیز پسند نہیں تھی۔انھوں نے اپنے والد سے کہا: ''ہم دوسروں کا دیا ہوا کھانا کیوں کھائیں'' ان کے والد نے جواب میں کہا: ہم غریب ہیں، ہم کیا کر سکتے ہیں۔یہ سن کر شیخ نے ناراض ہو کر کہا: آپ دونوں یہاں رہیں، میں ترکاری لینے جنگل جا رہا ہوں، والدین نے کہا: ہم لوگ مر جائیں گے، تم جیسا چاہتے ہو ویسا ہی ہوگا، پھر شیخ نے سب درگزر کر دیا۔[ص:۱۶۰]

۱۰۔تاجر اپنے تجارتی سفر سے واپس آیا۔جب شیخ کی عمر ۱۲ سال تھی۔ایک دن اس نے شیخ کو اپنے گھر دعوت کے بہانے مدعو کیا اور اندر جانے کہا: تاجر کی لڑکی کا نام عائشہ تھا۔

اس کے بعد ایک طویل داستان ہے، جو بے حیائی اور بے تکی باتوں سے بھری ہوئی ایک رومانسی کہانی ہے۔[ص:۱۶۲۔۱۶۱]

۱۱۔شیخ کے ایک بھائی تھے۔جن کا نام ''غریب'' تھا۔[ص:۱۶۲]

۱۲۔پھر ایک جزیرے پر جانے کا ذکر ہے۔[ص:۱۶۳]

۱۳۔پھر ایک مور اور بگلے کی کہانی ہے۔[ص:۱۶۳]

۱۴۔پھر ص:۱۶۴۔۱۶۵ پر یہی کہانی جاری ہے۔

باب:7

اس باب کے شروع میں لکھا ہے، شیخ یہاں تک بیان کرنے کے بعد خاموش ہو گئے۔پھر راجا نے خواہش کی وہ اور سننا چاہتا ہے پھر شیخ نے وہی چڑیوں [مور اور بگلا] والی کہانی کو مزید بیان کرنا شروع کیا۔اس طرح یہ کہانی ص۱۶۶ سے ص۱۷۰ تک جاری ہے۔

باب:8
لاولد کو اولاد عطا کردی

اس باب میں پھر رمضان خان تاجر کا بیان شروع ہوتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ تاجر رمضان خان نے بادشاہ وقت ''حسن شاہ'' کے سامنے کافور اور شیخ کی شکایت کی کہ یہ لوگ ۱۲ سال تاجر سے امداد لیتے رہے مگر جب اس کی لڑکی کی شادی کی بات آئی تو شیخ نے انکار کر دیا۔ اب یا تو وہ شادی کرے یا وہ ۱۲ سال کا پیسہ واپس کر دے۔

یہ واقعہ پورے طوالت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ ایک ایسی داستان بیان ہوئی ہے جس سے شیخ کی شخصیت مجروح ہوئی اس میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ شیخ نے شادی سے انکار کیا اور آخر میں وہ ایک دور و دراز جزیرے کی طرف رخصت ہوئے جس میں ایک عظیم شخص رہتے ہیں۔ [ص:۱۷۱۔۱۷۷]

باب:9

اس باب میں شیخ بیان کرتے ہیں کہ سمندروں کے بیچ میں ایک گھر ہے جہاں ان کی ملاقات ایک عظیم شخص سے ہوئی۔ پھر آگے ایک محل سے گزر ہوا، جہاں ایک راجا ''چندا سمہا'' نام کا اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ شیخ فرماتے ہیں: انھیں دیکھ کر اس راجا نے کہا: ''کہاں جا رہے ہو؟ شیخ نے جواب دیا: میں مشرق کی جانب جا رہا ہوں، گوڑا میں ایک راجا ہے جس کا نام لکشمن سین ہے، اس راجا نے کہا: تم مسلمان ہو، وہ ضرور تمھیں قتل کر دے گا۔ اگر تمھیں اپنی جان پیاری ہے تو اس ملک میں نہ جانا۔ راجا نے کہا: میں نے اپنی ملکیت کھو دی ہے' اور میرا کوئی بیٹا بھی نہیں ہے۔ تم آج رک جاؤ، کل جانا۔

اس رات راجا کی بیوی رتناوتی نے کھانا لایا اور کہا: تم جی سکتے ہو اور مر بھی سکتے ہو، مگر ضرور کچھ کھا لینا، شیخ کہتے ہیں کہ انھوں نے وہ کھانا کھا لیا۔

رتناوتی نے اپنے شوہر راجا سے کہا: ''یہ کوئی بزرگ معلوم ہوتے ہیں، ان میں برکت کے آثار ہیں، پھر اس نے شیخ سے کہا: میں لاولد ہوں کچھ عطا کریں۔ شیخ نے دعا دیتے ہوئے کہا: تمھیں ایک لڑکا ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے ایک انار دیا۔ اسے کھاتے ہی وہ حاملہ ہو گئی اور کچھ ہی مہینوں میں اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ''پرا چندا سمہا''

رکھا گیا اور راجا کو اس کا ملک واپس مل گیا۔

اس باب میں مزید نہایت عجیب وغریب باتیں لکھی گئی ہیں،ص:۱۸۱ تک یہ سلسلہ چلا گیا ہے۔آخر میں شیخ کے بنگال پہنچنے کا ذکر آیا ہے۔

باب:10

اس باب میں یوگی کی کہانی درج ہے جو ص ۱۸۲ سے ۱۸۶ تک ہے۔

باب:11

اس باب میں شیخ نے راجا لکشمن سین کو اپنی کہانی سنانے کو کہا: جو ص ۱۸۷ سے ۱۹۰ تک ہے۔

باب:12

اس میں راجا لکشمن سین کی تیر اندازی کے واقعات درج ہیں جو ص ۱۹۱ سے ۱۹۴ تک ہے۔

باب:13

مردہ بچہ کو زندہ کردیا

اس باب میں شیخ کے بارے میں ایک واقعہ ہے،وہ یہ ہے کہ:

ایک دن راجا اور اس کے رشتہ دار دریا کنارے آئے ہوئے تھے۔شیخ نے کہا: جب تک میں یہاں ہوں تم لوگ کو کسی چیز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ساتویں پشت تک تم لوگ برکت والے ہو۔کون یہ مملکت تم سے لے سکتا ہے؟۔پھر کہا ایک ناچنے والی ہے جس کا نام ’’ویدیوت پرابھا‘‘ ہے۔اسے بلا لے آو۔اسے ناچنے دو اور لوگوں کو دیکھنے دو۔یہ سننے پر راجا نے اسے بلا بھیجا،وہ شسی کلا کے ساتھ آئی۔راجا نے کہا کہ:ایک نغمہ گاؤ،میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کیسا گاتی ہو؟وہ شیخ کے سامنے جھکی اور راجا کو کہا میں ایک نغمہ گا رہی ہوں جس کا نام ’’سہائی‘‘ ہے۔جب وہ گا رہی تھی تو اس کی آواز ایک تاجر کی بیوی سن رہی تھی جو اس وقت باولی [کنواں] سے پانی نکال رہی تھی۔اس نغمہ کی آواز سے وہ مست ہو کر اپنے ہی لڑکے کو باولی میں ڈال دی۔جب اسے ہوش آیا تو اپنے بچے کو باہر نکالا۔معلوم ہوا کہ مر چکا ہے۔کافی شور وغل ہوا،راجا کو اس بات کا علم ہوا۔

شیخ کو خیال آیا کہ یہ ان کی غلطی تھی جو ایسا ہوا، انھوں نے عورت اور اس کے بچے کو لانے کا حکم دیا۔ عورت اور بچے کو لایا گیا۔ راجا نے اسے خوب ڈانٹا اور سزا دینے کا حکم سنا دیا۔ شیخ نے روک کر اس سے وجہ دریافت کی، وجہ اس نے بتائی کہ ''سہائی'' سننے پر مدہوش ہوگئی تھی۔ شیخ کو خیال آیا کہ لوگ ان پر انگلی اٹھائیں گے کیونکہ انھوں نے ہی اس ناچ گانے کا حکم دیا تھا۔ شیخ نے اس عورت کو حکم دیا کہ اس کے پیر پکڑ کر اسے گھماؤ۔ ایسا کرنے پر لڑکے کے منہ سے پانی نکل آیا اور اسے زمین پر لٹا دیا گیا۔ پھر شیخ نے اپنے عصا کو اس لڑکے کی ناک سے لگایا، وہ ہوش میں آ گیا۔ اپنی ماں کی آغوش میں چلا گیا۔ سارے حاضرین نے خوشیاں منائیں۔ [ص:۱۹۶۔۱۹۵]

اس واقعہ کے بعد یک برہمن کا واقعہ بیان ہوا ہے جس میں بوڑھا نامشرا، پدماوتی اور راجا یادیوا کے درمیان ایک موسیقی کا کھیل ہوتا ہے۔ یہ واقعہ ص ۱۹۸ پر ختم ہوتا ہے۔

باب:14

اس باب میں راجا اور ایک دھوبن کا قصہ درج ہے جو ص ۱۹۹ سے ۲۰۲ تک درج ہے۔ اس واقعہ کے آخری میں راجا کا شیخ سے مدد طلب کرنا درج ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح شیخ نے سارے برہمنوں کو بلا کر پوچھا کہ: وہ کیسے اپنے راجا کو مارنے کی سازش کر رہے تھے۔

باب15

اس باب میں شیخ کا چڑیوں سے مکالمے کی تفصیلات ہیں۔ یہ واقعہ ص ۲۰۳ سے ۲۰۴ تک ہے جس میں ایک طوطے اور الو کا ذکر ہے۔ پھر ایک راجا ''ساکادتیا'' اور اس کی بیوی کا واقعہ ہے جو ص ۲۰۵ پر ختم ہوتا ہے۔

باب:16

اس باب میں ''مادھوی'' اور رانی کے درمیان لڑائی کا ذکر ہے۔

صفحہ ۲۰۹ رکی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ کو ہندو مذہبی کتابوں کا اچھا علم تھا۔ پھر ۲۱۰ پر ایک ''دھوبی'' جو بنکر تھا اور چار برہمنوں کا ذکر ہے۔ اور پھر آگے وزیر کا تفصیلی قصہ ہے جو صفحہ: ۲۱۴ پر ختم ہوتا ہے۔

باب:17

شیخ کی سخاوت وفیاضی

اس باب میں شیخ کی سخاوت کا بیان ہے، لکھا ہے کہ: ''ایک دن ہر کوئی جواہرات پہنے ہوئے تھا اور سارا شہر ''اندرا'' کی جنت کی طرح لگ رہا تھا۔ سارے شہریوں نے راجا سے کہا: ''اس زمانے میں ایسا سخی شخص کبھی سنا گیا ہے اور نہ کبھی دیکھا گیا ہے، خود ایک درویش کی طرح کپڑے پہنے ہوئے ہیں، لوگوں سے کوڑیاں مانگتے ہیں اور سارے لوگوں کو گھانس کے پتوں کی طرح جواہرات بانٹتے ہیں، وہ ایک بزرگ ہی ہیں جو یہاں کچھ دنوں سے رہ رہے ہیں، اور کچھ دن بعد یہاں سے کہیں اور چلے جائیں گے۔

سب نے چاہا کہ شیخ ہمیشہ کے لیے یہیں رہ جائیں، سب مل کر شیخ کے حجرے پر گئے اور کھڑے رہے، شیخ نے ان سے کہا: کیا بات ہے؟ تم سب میرے سامنے کھڑے کیوں ہو؟، یہ اچھے اخلاق نہیں ہیں، پھر ان لوگوں نے کہا: ہم پر کرم کیجئے!

شیخ نے کہا: بیٹھو اور صاف صاف کہو، تمہارا کیا مطلب ہے! وہ لوگ بیٹھ گئے اور کہنے لگے: ''آپ نے سارا خزانہ دے دیا ہے، آپ ہمارے ساتھ رہنے کے بعد کہیں اور چلے جائیں گے، ہم سب چاہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہی رہیں۔

شیخ نے ان سے کہا: ''دیکھو! میں یہاں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں، مجھ سے نہ ڈرو اور ہمارے لیے خزانے کی کیا حیثیت ہے؟

کیونکہ دولت ہی مصیبت لاتی ہے، اس کو رکھنے میں پریشانی ہے، پیسہ خوشیاں کیسے لا سکتا ہے؟ مجھے دولت کے بارے میں معلوم ہے، اس لیے اس کو دھتکارتا ہوں، دولت کا دے دینا ہی اس کی حفاظت ہے جیسے ایک نالہ جو تالاب بھرنے میں سب لٹا دیتا ہے۔

پنڈوہ میں مسجد کا قیام

شیخ نے کہا: اگر تم سب تیار ہو اور چاہتے ہو کہ میں یہیں رہوں تو میں یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر بنانا چاہوں گا، جسے مسجد کہا جاتا ہے، سب سے پہلے وہاں جو مقام [پنڈوہ] کہلاتا ہے۔ وزیر کے سوا سب نے ہاں کہہ دیا۔ [ص: ۲۱۵]

شیخ نے کہا: ''میں اپنا حلیہ بدل کر آتا ہوں، جہاں مجھے کوئی مناسب جگہ ملتی ہے،

وہاں مسجد تعمیر کروں گا۔

گوبر کا ڈھیر سونا بن گیا

شیخ پنڈوہ شہر آئے اور ایک گائے کے چرواہا کی جگہ کے سامنے بیٹھ گئے، اس چرواہا نے کہا: تم کون ہو؟ کہاں جارہے ہو؟ یہاں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، شیخ نے جواب دیا: ''میں جو ہوں سو ہوں! تمہیں کیا؟ جب بات مزید بگڑ گئی اور سارے گاؤں والے وہاں جمع ہو گئے۔ تو شیخ نے گاؤں والوں سے کہا: مجھے چوتھائی چاہیے آج کے لیے! ''صبر کرو اور دیکھو!''

اس پر چرواہا نے کہا: گوبر کا ڈھیر اگر سونا بن جائے تو جو تمہیں چاہیے وہ میں دوں گا، اس پر شیخ نے کہا: کیا تمہارے پاس شیر کا چمڑا ہے؟ مجھے اتنی سی جگہ ہی دے دو! ''سب نے ہاں کہدیا!'' پھر شیخ نے کہا: اس گوبر کے ڈھیر پر راکھ ڈال دو اور اس پر سوکھی گھاس ڈال دو، اور رات میں اس میں آگ لگا دو، اور تم سب کل صبح آجانا اور دیکھنا۔

اس کے بعد سب اپنے گھر چلے گئے، دوسرے دن سب لوگ وہاں جمع ہوئے اور دیکھا کہ گوبر کا ڈھیر اب سونا بن چکا ہے، اور سب نے آپس میں اسے بانٹ کر اپنے ساتھ لے گئے۔

شیر کی کھال نے پورا گاؤں گھیر لیا

شیخ نے کہا: میں ابھی بھی زمین کے اتنے حصے کا انتظار کر رہا ہوں جتنا ایک شیر کی چمڑی سے ڈھک جائے۔

لوگوں نے کہا: جتنا چاہیے اتنا لے لیجئے'' شیخ اٹھے اور شیر کی چمڑی کو زمین پر پھیلایا اور وہ چمڑی بڑھنے لگی یہاں تک کہ اس نے سارا گاؤں کو گھیر لیا، لوگوں کو کوئی جگہ نہیں ملی جہاں وہ کھڑے رہ سکیں۔ لوگ کو پریشانی ہونے لگی وہ سوچنے لگے: اب ہمارا کیا ہوگا، شیخ نے کہا: تم لوگ پریشان کیوں ہوتے ہو؟ [ص:۲۱۶]

لوگوں نے کہا: ''ہم نے آپ کی طاقت دیکھ لی'' اب بتائیے کہ ہم کیا کریں؟ شیخ نے جواب دیا! ڈرو مت! چین سے رہو، اب میں زمین کا مالک ہوں!'' لوگوں نے حامی بھر لی، پھر شیخ نے کہا: ''اب اس علاقے میں، میں اللہ تعالیٰ کا گھر بناؤں گا۔

حیران کن باتیں

کچھ دن بعد جب راجا نے خبر سنی تو وہ وہاں آیا، ایک خاص دن ستارا آسمان میں چمکا، اس جگہ کو آباد کیا گیا، پھر شیخ نے کہا: سنو راجا! سمندر کے درمیان پیروں کا ایک گھر ہے، اسی کے اوپر رب کا عرش ہے! تین مٹھی بھر پانی اس کے نام پر دے جائیں، پھر چوتھی مٹھی، اس پہاڑ کے لیے جو مشرق میں ہے اور جسے طلوع شمس جبل کیا جاتا ہے، سورج وہیں سے طلوع ہوتا ہے، ایک ''کرتا'' کو میری جگہ معلوم ہوگی اور وہ آ کر خراج عقیدت پیش کرے گا، پھر پانچویں مٹھی پانی اس ہمالیہ کے لیے، جہاں دیوتاؤں کا مسکن ہے، میں وہاں جاؤں گا، جب میں وہاں جاؤں گا، وہ میری تعظیم کریں گے، پھر چھٹی مٹھی پانی میرے والدین کے لیے جو نمریوں سے تھے، وہ لوگ میرے لیے کافی متاثر ہوئے ہیں، وہ لوگ میرے اس پانی سے شادکام ہوں گے، ساتویں مٹھی پانی ان لوگوں کے لیے جو میرا نام جانتے ہیں، کچھ مجھے اچھا کہتے ہیں، کچھ مجھے گالیاں دیتے ہیں، آٹھویں مٹھی پانی اس بادشاہ کے لیے جو میری تعظیم و تکریم کرے گا، جو میرے نام پر کھانا دے گا، نوویں مٹھی پانی ان لوگوں کے لیے جو مصیبت کے باوجود اس گاؤں میں رہیں گے، کوئی برا قدم نہیں اٹھائیں گے بلکہ میری تعظیم ہی کرتے رہیں گے، دسویں مٹھی پانی، ان کے لیے جو یہاں خود سے آئیں گے، میری چوکھٹ پر جھکیں گے، کچھ دولت چاہیں گے، کچھ اولاد، کچھ شفا کی خواہش کریں گے، یہ کہتے ہوئے شیخ نے تالاب کھودا، پھول، صندل لگا کر ایک ستون بنایا، سب نے اس پر خوب خوشی کا اظہار کیا، پھر تاجر ''مدھوکارا'' نے آدھا سا تمام فقرا کو دیا جو مختلف ممالک سے آئے ہوئے تھے۔

مزدوروں کو مسجد کا غیبی نقشہ دکھایا

دوسرے دن راجا نے سارے کاری گروں کو مزدوروں کو بلوایا اور شیخ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: ''تم سب مل اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کرو، یہ دنیا میں مسجد کے نام سے مشہور ہوگی! مزدوروں کاری گروں نے شیخ سے کہا: ''ہم نے مسجد نام کی کوئی عمارت آج تک نہیں سنی، نہ دیکھی ہے، ہم کیسے بنا سکتے ہیں؟

شیخ نے پوچھا: ''کیا تم اسے دیکھنے پر بنا سکتے ہو؟'' کاری گروں مزدوروں نے کہا: ''ہاں'' ہم بنا سکتے ہیں۔''

پھر شیخ نے مزدوروں کے کان پکڑ لیے اور کھینچا تو وہ لوگ اپنے باپوں کے نام لے کر خوب چلانے لگے اور کہنے لگے: ''اے عظیم شخص، ہم نے دیکھ لیا، ہم نے دیکھ لیا، اس کے بعد راجا نے تعمیری چیزوں کو جمع کرنے کا حکم دیا، پھر مزدوروں نے پوچھا: ہمیں ہمارے مزدوری کیسے ملے گی؟

شیخ مسکراتے ہوئے بولے: ہاں [مولسری] کا پتہ لو، میرا حکم لکھو، پھر اس میں اپنا ہاتھ رکھا اور مزدوروں سے کہا: ''اب بازار جاؤ اور تاجروں کو کھول کر دینا، ان کو ان کی مزدوری مل گئی۔

اسی طرح کچھ دن گزر گئے، سب نے اس کام کو کیا اور تعریف کی۔ [ص: ۲۱۸]

مسجد کے چھوٹے بیم کو لمبا کر دیا

پھر وزیر نے مزدوروں کو بلایا اور کہا کہ دیکھو کہ دروازے کا بیم [شہتیر] کہیں چھوٹا نہ ہو جائے، جب بیم کو دروازے پر رکھا گیا تو وہ چھوٹا نکلا، سارے مزدور ڈرنے اور گھبرانے لگے اور زمین پر رونے اور گڑگڑانے لگے، شیخ نے پوچھا کیا ہوا: مزدوروں نے جواب دیا: اے عظیم شخص، بیم چھوٹا پڑ گیا، اس پر شیخ نے مسکراتے ہوئے کہا: اے مزدوروں، تم بیم کو نیچے سے پکڑو اور میں اوپر سے پکڑتا ہوں' اور اس طرح وہ بیم مزید ایک فٹ لمبا ہو گیا۔

لوگوں نے اس کو دیکھا اور کہنے لگے: ''شیخ تو زبردست شخص ہیں، ایسا تو کبھی دیکھا اور سنا نہیں گیا، ایک لکڑی کا سوکھا ٹکڑا کیسے بڑا ہو سکتا ہے، اس کارنامے کے بارے میں کیا کہیں! مسجد کی تعمیر میں وقت گزرتا گیا۔ [ص: ۲۱۹]

شیخ کے عصا کو دیکھ کر جن بھاگ گیا

ایک دن جب راجا شیخ کے ساتھ تھا، ایک قاصد آیا اور راجا کے قدموں میں گر کر بتانے لگا: ایک جن رشیطان، پالو یا بکری یا انسان کا بھیس لے کر لوگوں اور جانوروں کو راستے میں روک کر کھا لیتا ہے۔ اس وجہ سے ملک میں کافی افراتفری ہے۔ راجا نے کہا: ایک جن سے مقابلہ کرنا کیسے ممکن ہے، اسے جو کرنا ہے کرنے دو میں کیا کر سکتا ہوں؟

یہ سننے پر شیخ نے کہا: سنو راجا! اس راستے پر اس طرح کی افراتفری ٹھیک بات نہیں ہے، کل میں اور تم وہاں کسی بھی حال میں جائیں گے''

286

دوسرے دن راجا، اس کا مشیر، شیخ اور 'مادفا' اس علاقہ میں گئے۔ وہاں پہنچے پر سنا گیا کہ راستہ کے اس مقام پر جن بکری بن کر آتا ہے۔

راجا نے جن کا مقام شیخ کو بتایا اور شیخ نے 'مادفا' کو کہا، 'مادانا' کو کہا! اب تمہیں اپنی یومیہ ۳ کوڑی مزدوری رتنخواہ کی لاج رکھنی ہے!''

اس پر مادانا نے کہا: ''بہت اچھے، اب دیکھئے، میں اس جن سے کیسے لڑتا ہوں'' یہ کہتے ہوئے وہ اس مقام پر گیا۔

'پلا کا جن' نے مختلف بھیس اپنائے، پیڑوں کی ٹہنیاں ٹوٹ گئیں، دونوں لڑنے لگے، یہ دیکھ کر شیخ نے اپنا عصا مادانا کو دیا۔ عصا دیکھ کر پلا کا جن وہاں سے بھاگ نکلا۔ مادانا اس کے پیچھے گیا، جنگل میں ایک جادوئی سوراخ تھا، جن اس میں گھس گیا، یہ دیکھ کر شیخ نے کہا: ''اس سوراخ کو پتھروں سے بند کردو'' اس طرح جن، شیخ کے عصا کو دیکھ کر بھاگ نکلا، لوگوں نے خوب خوشیاں منائی۔

راجہ نے کہا: ''آپ کی عصا سے جن بھاگ گیا، یہ آپ کے سوا کون کرسکتا تھا! اس زمین کا خطرہ زمین کے تہ میں بھیج دیا گیا، یہ سارے جنگل کی زمین میں آپ کو دیتا ہوں۔ آپ جو چاہیں، کریں، یہ جنگل آپ کو ہبہ کرتا ہوں، شیخ نے اس جگہ کا نام ''دیوٹولہ'' رکھا پھر انہوں نے لوگوں کو ملک کے مختلف مقامات سے بلا کر یہاں بسایا، پھر آپ پنڈوہ واپس آگئے۔ [ص: ۲۲۰-۲۱۹]

باب: 18
جادو کا اثر ختم کردیا

اس باب کے شروع میں لکھا ہے:

لوگ پر امن طریقے سے آزاد ہوکر آیا جایا کرتے تھے، شیخ کے کرم سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ ہر طرح کے لوگ شیخ کی خدمت میں آتے تھے، مائیں اور بچے بھی آتے تھے۔

ایک حاملہ عورت ۱۶ رماہ گزرنے کے بعد بھی بچہ نہیں جن رہی تھی، اس کی سوتن نے اس پر جادو کردیا تھا۔ اس کا شوہر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ کے سامنے جھکنے رآداب بجا

لانے کے بعد، جادو کرنے والی سوتن نے کہا: ''اے عظیم شخص! یہ میری سوتن ہے، میں خود بے اولاد ہوں اور میری سوتن بچہ جن نہیں پا رہی ہے۔اس سے مجھے کافی رنج ہو رہا ہے۔اس کے بچے سے میں بھی ماں بن جاؤں گی۔وہ بھی بے اولاد ہے، میں بھی بے اولاد ہوں۔اب ۱۶ ر ماہ ہو گئے ہیں مگر پھر بھی بچہ پیدا نہیں ہو رہا ہے۔آپ کرم کیجیے تا کہ بچہ پیدا ہو جائے!''

شیخ اس عورت کے سارے ارادے جانتے تھے، شیخ کو اس کی بات پسند نہیں آئی۔ شیخ نے راجا سے کہا: ''یہ عورت نے اپنی حاملہ سوتن پر جادو کیا ہوا ہے، اور یہ اب مجھ سے مدد مانگ رہی ہے، اس کا کیا کیا جائے؟''

راجا نے کہا: ''سزا کے طور پر اس کے ناک اور کان کاٹ دینے چاہیے اور یہی بہتر ہے۔''

اس پر شیخ نے راجا سے کہا: ''لوگ میری تعریف کرتے ہیں کہ: شیخ سب جانتے ہیں اور انھیں بزرگی حاصل ہے۔'' پھر شیخ نے ان عورتوں سے کہا: ''اس حاملہ عورت پر اس کی سوتن نے ہی جادو کیا ہوا ہے؛ اس لیے بچہ نہیں ہو رہا ہے۔تم دونوں کا ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔تم دونوں ہی قصوروار ہو۔'' [ص:۲۲۱]

اس پر وہ جادوگر عورت نے کہا: میں چلے جاؤں گی، پہلے وہ بچہ تو جن دے۔

شیخ نے کہا: ''تم ابھی فوراً چلی جاؤ۔'' وہ فوراً چلی گئی۔جب وہ کچھ دور چلی گئی، شیخ نے اس کے شوہر کو بلا کر کہا: ''اگر تم اپنی بھلائی چاہتے ہو تو دو بیویاں ایک ساتھ نہ رکھا کرو۔اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے لیے اچھا نہ ہوگا۔'' اس پر راجا نے کہا کہ بہتر ہوتا اسے سزا دیتے۔

شیخ نے راجا سے کہا: ''عورتوں کے ارادوں اور کاموں کا پتہ نہیں لگتا، اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا ہے۔عورت ہر برے چیز سے متاثر ہو سکتی ہے، شوہر کے تصور سے بھی۔

آدمی عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لیے عورت ہر حال میں ضرورت بن جاتی ہے۔'' [ص:۲۲۲]

شیخ کی مالداری کا حال

اس دوران اللہ تعالیٰ کا گھر یعنی مسجد تعمیر ہو رہی تھی، جب مسجد تعمیر ہو گئی، شیخ نے راجا سے کہا:

"میں روزانہ ۵۰ رسکوں کا صدقہ مسجد کی طرف سے ہر خاص وعام کو کرنا چاہتا ہوں۔
اور تم مجھے اسے قرض کے طور پر دو۔" راجا نے کہا: "میں روزانہ آپ کے حکم پر دیا کروں گا۔"
مگر شیخ کو یہ بات درست نہیں لگی کہ وہ راجا سے کچھ لیں یا مانگیں۔ اس پر راجا نے کہا
کہ: پھر آپ کی دولت کہاں ہے؟ شیخ اس پر خوب ہنسے اور ایک "جوہر" نکالا اور کہا:
جوہری سے اس کی قیمت معلوم کریں۔ جوہری نے اس کی قیمت ۱۸ رلاکھ بتائی۔
[ص: ۲۲۲] اس پر راجا حیران اور اداس ہو گیا۔ شیخ نے کہا: پیسہ دے کر یہ جوہر تم لے لو۔
راجا نے کہا: ابھی اتنا پیسہ تیار نہیں ہے، ایک دو دن میں ادا کروں گا۔ اس پر شیخ نے وہ
جوہر راجا کو دے دیا۔

بھوتنی کو جلا ڈالا

اس دوران، ایک قاصد آیا اور راجا کے قدموں میں گر کر کہنے لگا:
"نندی نام کی ایک بھوتنی کھیتوں پر قابض ہے۔ روزانہ لوگوں کو ختم کر رہی ہے۔"
اس پر راجا خاموش رہا، شیخ نے یہ دیکھتے ہوئے راجا سے کہا:
"تم کیسے خاموش رہ سکتے ہو جب اس طرح کی پریشانیاں تمہارے ملک میں ہیں! چلو
میرے ساتھ۔" ایک مشیر کو ساتھ لے کر دونوں وہاں گئے، شیخ نے اس بھوت پر غصہ سے نظر
ڈالی، نندی جل کر راکھ ہو گئی۔ کچھ لوگوں نے یہ دیکھا اور کچھ نے نہیں دیکھا۔ کچھ نے کہا: وہ
بھاگ گئی، کچھ نے کہا: وہ چھپ گئی۔ علاقہ پھر سے پرامن بن گیا۔
راجا نے وہ زمین شیخ کو دے دی، شیخ نے اس جگہ کو نام دیا، اس گاؤں کا
"نندوا" [شاید موجودہ پنڈوہ] نام رکھا۔

بائیس ہزاری جائداد کا حال

اس کے بعد راجا نے شیخ کا دیا ہوا جوہر رانی کو دیا۔ رانی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا:
"تاجر اس کی قیمت غلط بتا رہا ہے۔ شیخ جیسا کہتے ہیں؛ ویسا ہی کیا جائے۔"
پھر رانی شیخ کی خدمت میں آئی، اپنے سارے جواہرات دینے کی بات کہی، شیخ نے
انکار کر دیا۔ شیخ نے کہا: بس راجا بھی مان جائے۔
شیخ زمینوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔

آپ کو تمام علاقے اور زمینوں کا علم تھا جو راجا کے زیر ملکیت تھی ۔ دیوٹولہ [موجودہ دیوتلا] کو مرکز بنا دیا تھا۔ پھر شیخ نے ''نندوا'' کو ترقی یافتہ بنایا۔ راجا نے بھی کہا: ''آپ جو چاہتے ہیں، وہ لیں۔'' سب سے پہلے دیوٹولہ حاصل کیا گیا، پھر نندوا، پھر آسامانہ ہٹہ اور شمالی گاؤں جن کی ملکیت ۶۰۰۰ رتھی جیسے لاہوکاری، بحابا، راجادنا۔

پھر ۲۲۰۰۰ بائیس ہزار کے روینیو کا غذات بنائے گئے اور راجا جودو نے اسے اپنے ہاتھ سے جاری کیا۔ شیخ نے مادان کو ۵۰ رسکے دیئے تاکہ غربا و مساکین میں صدقہ کرے۔ [ص:۲۲۴]

باب:19

اس باب میں ایک شاہی درباری کا قصہ ہے جو ص:۲۲۶ سے ص:۲۲۸ تک ہے۔

باب:20

اس باب میں یوگی اور شیخ کے قصہ کو شروع میں درج کیا ہے مگر پھر شیخ کی زبانی کچھ دوسرے ہی عنوان پر کہانیاں بیان کی گئی ہیں جو ص:۲۳۲ پر ختم ہوئی ہیں۔

باب:21

ایک باب میں ایک جگہ ''کولانکا'' [غالباً سری لنکا] کا ذکر ملتا ہے جہاں کا راجا جیا پراتاپا تھا۔ اس کے ملک میں ایک تاجر شیخ برکات نامی تھا۔

یہ مکمل باب شیخ برکات، جوگی جناناتھا اور کسادھاواج اچریا کے واقعات پر مشتمل ہے اور ص:۲۳۷ پر ختم ہوتا ہے۔

باب:22

اس باب میں ایک ملک ''تلا پرابھا'' کا ذکر ہے اور وہاں کی رانی کمالہ سینی کی کہانی درج ہے۔ یہ کہانی ص:۲۴۰ پر ختم ہوتی ہے۔

باب:23

اس باب میں راجا ''وجایا پراتاپا'' کی بیوی سوما پرابھا کی کہانی ہے۔

یہ کہانی ص:۲۴۳ پر ختم ہوتی ہے جہاں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک مسجد کی تعمیر کے لیے سوما پرابھا نے ۱ر لاکھ کا ہدیہ دیا اور شیخ برکات کو بلایا گیا اور انھیں مسجد کی تولیت دی گئی۔

باب:24
آدم خور جن کو بھگا دیا

اس باب میں شیخ کا ایک واقعہ درج ہے:

وجایا پرتاپا اور اس کی بیوی نے شیخ سے التجا کی کہ وہ ان کے علاقے میں آجائیں اور کہا کہ وہ خود ان کی پالکی اٹھایا کریں گے۔ شیخ نے جواب دیا:

''تم لوگ واپس اپنے ملک چلے جاؤ۔''

راجا کے اصرار پر شیخ اور راجا کہیں چلے۔ کچھ دور انھیں ایک شہر کے کھنڈر نظر آئے۔ شیخ نے پوچھا: ''یہ کھنڈر کیوں ہے؟'' راجا نے کہا: ''ایک جن ''ترونا'' یہاں رات میں آتا ہے اور سب کا سب کچھ لے کر چلا جاتا ہے۔'' شیخ نے اس بات پر راجا کو ڈانٹا اور کہا: ''یہ تمھارا علاقہ ہے، تم جنوں سے کیوں ڈرتے ہو؟ میں یہیں رہوں گا۔ تم آگے چلے جاؤ!'' راجا نے کہا: ''مجھے آپ کے بغیر کہیں نہیں جانا ہے۔ میں، میری بیوی آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔'' جب سورج غروب ہوا اور رات ہوئی، ''ترونا'' جن اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آیا۔'' راجا کے سارے سپاہی وہاں سے بھاگ نکلے۔ ترونا کو دیکھنے پر شیخ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟ تم کہاں سے آئے ہو؟'' ترونا نے بھی شیخ سے یہی سوال کیے اور وہ حملہ کرنے والا ہی تھا کہ شیخ نے اسے اپنا عصا دکھایا، عصا دیکھنے پر اس جن کے کپڑے اس کے بدن سے ہٹ کر گر گئے اور وہ درد سے پکارنے لگا۔ پھر کہنے لگا: ''اے عظیم شخص! کرم کیجیے! حکم دیجیے تا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔'' شیخ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''میں کبیرا کا خادم ہوں۔'' شیخ نے کہا: ''تم یہاں، اس علاقے میں وحشت کیوں پھیلا رہے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''اے عظیم شخص! ہمارا معمول ہے کہ ہم خون پیتے ہیں، انسانوں، بکریوں اور دوسرے جانوروں کو کھاتے ہیں۔ ہمیں کیوں الزام لگایا جاتا ہے جب کہ یہ ہماری فطرت ہے۔ مجھے جانے دیں۔'' شیخ نے کہا: ''وعدہ کرو، جب تک تم زندہ ہو، یہاں دوبارہ نہیں آؤ گے۔'' وہ جن قسم کھا کر وہاں سے چلا گیا۔ یہ سن کر وجا تا پرتاپا نے کہا: ''اے عظیم شخص! آج سے میں یہ زمین جس کا رقبہ ۷ ریوگانا ہے، آپ کو دیتا ہوں۔'' اور شیخ نے اسے اپنے نام پر آباد کیا۔ ہر جگہ سے لوگ آئے اور یہاں آباد ہوئے۔ [ص:۲۴۶]

اس واقعہ کے بعد دو ہاتھیوں کی کہانی ہے، پھر ایک بڑی چھپکلی کا قصہ ہے، اس باب کے آخر میں یہ ہے: پھر اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر ہو کر مکمل ہو گیا اور وہ علاقہ کا نام شیخ جلال تبریزی رکھا گیا، اور وہیں سب آباد ہو گئے۔ راجا لکشمن سینا نے پوچھا:

''اے عظیم شخص! اس ملک میں کیا آسانی سے دست یاب ہے اور کیا نہیں؟''

شیخ نے جواب دیا: ''سنو راجا! اس ملک میں عیش و آرام کے بہت سے سامان ہیں۔''

پھر شیخ نے ان چیزوں کی تفصیلات بیان کی۔ [ص: ۲۴۸]

باب: 25-27

اس باب میں کچھ بیوقوف کپڑے بننے والوں کی کہانی بیان کی گئی ہے جو ص: ۲۴۹ سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں راجا و دیوت پر ابھا اور ایک کپڑے بننے والے کی کہانی بھی ہے جو ص: ۲۵۵ پر ختم ہوتی ہے۔ اسی پر کتاب بھی ختم ہو جاتی ہے۔

آخر میں یہ لکھا ہوا ہے:

''یہ قصے عظیم الشان شاہ جلال [تبریز] کے ہیں، جسے بہت ہی احتیاط کے ساتھ شری جگن ناتھ ارائے کے لیے لکھے ہیں۔ بھدرا کے مہینے میں، پانچویں شب، بروز جمعہ، یہ کتاب احتیاط سے شری راما بھدرا شرما نے نقل کی ہے۔

مسلمانوں کے سال ۶۰۴ میں؛ 'وکرم ادتیا ساکا' کے سال ۱۱۳۴ میں، کارتکا کے مہینے میں، عظیم الشاہ جلال اپنی خانقاہ [آشرم] میں آئے۔

مسلمانوں کے سال ۶۱۰ھ میں، 'وکرم ادیتا ساکا' کے سال ۱۱۳۶ میں تیسرے دن، کانترا کے مہینے میں/ رجب کے مہینے میں، عظیم الشان شاہ جلال نے اس جہان کو چھوڑا۔

❁❁❁

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدرآباد دکن

❁❁❁

مصادرومراجع

[1] القرآن الکریم۔

[2] کنزالایمان۔

[3] سنن البیہقی الکبری، احمد بن حسین ابو بکر بیہقی، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سال اشاعت 1414ھ/1994ء۔

[4] فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا، کتاب الحظر والاباحۃ، المدینہ ڈیجیٹل لائبریری، ورژن 2016، دعوت اسلامی، کراچی۔

[5] اخبارالاخیار، مع مکتوبات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، نوریہ پبلشنگ کمپنی، بلال گنج، لاہور، سال اشاعت 2009ء۔

[6] اخبارالاخیار فارسی، شیخ محدث عبدالحق دہلوی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سن اشاعت ۱۲۸۰ھ۔

[7] اخبار الاخیار، شیخ عبد الحق دہلوی، ترجمہ، مولانا سبحان محمود ومولانا محمد فاضل صاحبان، ناشر اکبر بک سیلرز اردو بازار، لاہور، سال اشاعت، اگست ۲۰۰۴ء۔

[8] افضل الفوائد، ملفوظات محبوب الٰہی۔ مرتب: خواجہ امیر خسرو۔ اردو ترجمہ بنام "احسن الشواہد" مترجم: مولانا بخش چشتی نظامی سلیمانی۔ ناشر: مطبع رضوی، دہلی باہتمام سید امیر حسن، ۱۳۱۳ھ۔

[9] سیرالعارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مطبع رضوی، باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت، 1311ھ۔

[10] سیرالعارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، مترجم، محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1976ء۔

[11] سیرالاولیا، سید محمد مبارک علوی کرمانی، مطبع محب ہند، دہلی، سال اشاعت 1302ھ

[12] سیرالاولیا، سید محمد مبارک کرمانی معروف بہ امیر خورد، ترجمہ، اعجاز الحق قدوسی، اردو سائنس بورڈ، اپر مال، لاہور، طبع چہارم، 1996ء۔

[13] شیخ محمد اکرام، آب کوثر مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲ کلب روڈ، لاہور، تحیسواں ایڈیشن، سال اشاعت جون ۲۰۰۶ء۔

[14] پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید، تاریخ سہروردیہ، مطبوعہ گیلانی پرنٹرس، رابنسن روڈ، کراچی، سال اشاعت 2000ء۔

[15] شہاب الدین شہروردی، عوارف المعارف، اردو ترجمہ، شمس بریلوی، مقدمہ، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔

[16] شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی، مترجم، مولانا ڈاکٹر عاصم اعظمی، بحر زخار: ناشر جمیع طلبہ وطالبات جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو، فروری 2019ء

[17] گوڑ پنڈوا رتین پیر یرا تیہاس، سید شاہ بذل رحمٰن کرمانی، ناشر خوشتی گیری درگاہ شریف، باتیکار، ضلع بیربھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱ء

[18] مرآۃ الاسرار، شیخ عبدالرحمن چشتی، مترجم مولانا کپتان واحد بخش سیال چشتی، ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش

روڈ، لاہور، سال اشاعت، محرم الحرام، 1414ھ/1993ء

[19] تذکرہ حضرت مخدوم سید جلال الدین تبریزی، سید شاہ حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمی ابو العلائی، گیا، بہار، سال اشاعت ندارد۔

[20] رسالہ پنڈوہ شریف، قلمی، سید حسین الدین احمد منعمی، خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ پٹنہ، راقم الحروف کے پاس اس کی کاپی موجود۔

[21] عہد اسلامی کا بنگال، سید تقی حسن ندوی، خدا بخش اورینٹل لائبریری، 2007ء۔

[22] سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مترجم محمد عباس بن غلام علی چشتی دہلوی، اوکس فرڈ یونیورسٹی پریس، کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی، 2011ء، اشاعت اول 1899ء میں ہوئی تھی۔

[23] تذکرۃ الواصلین، تالیف مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، ترتیب جدید، عبد العلیم قادری مجیدی، ناشر تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں شریف، طبع جدید، بہ موقع عرس قادری محرام الحرام 1437ھ/اکتوبر 2015ء۔

[24] فوائد الفواد، فارسی، امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، بازار کشمیری، لاہور، بار اول، 1386ھ/1966ء۔

[25] نفائس الانفاس، ملفوظات خواجہ برہان الدین غریب، مرتب، خواجہ رکن الدین عماد کاشانی، مترجم، شعیب انور علوی کاکوروی، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، لکھنؤ، سال اشاعت 2013ء، مجلس بروز منگل، ۱۵ رشعبان ۷۳۷ھ۔

[26] جوامع الکلم، ملفوظات بندہ نواز گیسو دراز، مرتب: حضرت سید اکبر حسینی، مترجم: پروفیسر معین الدین دردائی، ادبی دنیا، دہلی، سال اشاعت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

[27] احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی؛ خلاصۃ العارفین، شیخ مخدوم جلال الدین بخاری، فصل دوم، قسم اول، بہ تصحیح بانو دکتر شمیم محمود زیدی، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، 1394ھ/1974ء۔

[28] اسرار الاولیا مترجم ملفوظات شیخ فرید الدین گنج شکر، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی۔

[29] تذکرۂ قدوۃ العلما صدر العرفا شمس الدنیا والدین حضرت مخدوم شمس العارفین، صدر الدین محمد ترک بیانی، دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، سال اشاعت 1357ھ۔

[30] تذکرۂ علمائے ہند، رحمان علی، مترجم ڈاکٹر محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمت، کراچی، سال اشاعت 2003۔

[31] الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام، المسمی ب "نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، الطبقۃ الثامنۃ، بار اول، دار ابن حزم، بیروت لبنان، سال اشاعت 1420ھ/1999ء۔

[32] تذکرۂ بہاء الدین زکریا ملتانی، نور محمد خان فریدی، علما اکیڈ شعبۂ مطبوعات محکمۂ اوقاف، پنجاب، لاہور، سال اشاعت 1980ء۔

[33] سیر تصوف و عرفان از ایران بہ شبہ قارہ و سہم عارفان تبریزی در آن شیخ جلال الدین تبریزی، ڈاکٹر شاہد

چودھری، عضو ہیئت علمی پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، بحوالہ احوال و آثار بہاء الدین زکریا ملتانی۔

[34] ثمرات القدس من شجرات الانس، مرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، کتاب خانہ ملی، ایران، سال اشاعت 1376ھ۔

[35] روضۃ الاقطاب، سید محمد بلاق شاہ، ہمشیرہ زادہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، ترجمہ سید فہیم رضا چشتی کاظمی، سید نوشاد کاظمی، ناشر، تہذیب انٹرنیشنل پبلی کیشنز، بہاولپور، لاہور، اشاعت چہارم، 2015ء۔

[36] روضۃ الاقطاب، سید محمد بلاق شاہ، ہمشیرہ زادہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، مطبع محب ہند، دہلی، سال اشاعت 1890ء۔

[37] سیر الاولیا، معروف بہ محفل اولیا، حضرت شاہ مراد سہروردی، کتب خانہ امجدیہ، دہلی، سال اشاعت 1424ھ/2003ء۔

[38] احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حمید اللہ شاہ ہاشمی، تصوف فاؤنڈیشن، سمن آباد، لاہور، پاکستان، سال اشاعت 1420ھ/2000ء۔

[39] راحت القلوب ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، مترجم، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، بار دوم، 1406ھ۔

[40] بزم صوفیا، سید صباح الدین عبد الرحمان، مطبع معارف، اعظم گڈھ، یو۔ پی، سال اشاعت، 1369ھ/1994ء۔

[41] خزینۃ الاصفیا، غلام سرور لاہوری، مطبوعہ مطبع ثمر ہند، لکھنؤ، سال اشاعت 1290ھ۔

[42] خیر المجالس، ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ دہلی۔ حمید شاعر قلندر، اردو ترجمہ بنام سراج المجالس۔ ناشر: واحد بک ڈپو، جونا مارکیٹ کراچی، پاکستان۔

[43] خلاصۃ العارفین، مترجم، ڈاکٹر محمد بشیر انور ابو ہری ملتانی، بیکن بکس، اردو بازار، لاہور، سال اشاعت 2003ء۔

[44] محبوب الٰہی، ڈاکٹر اعظم اعظمی، فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور، طبع اول، 1423ھ/2002ء۔

[45] ڈاکٹر رضی احمد کمال، مختصر تاریخ مشائخ اودھ، مطبوعہ الحسنات بکس پرائیویٹ لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی، سال اشاعت ۲۰۰۶ء۔

[46] تذکرہ صوفیائے بنگال، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ گلبرگ، لاہور، سال اشاعت، اپریل 1965ء۔

[47] جوامع الکلم، ملفوظات بندہ نواز گیسو دراز، مرتبہ: حضرت سید اکبر حسینی چشتی، مترجم: پروفیسر معین الدین دردائی، ادبی دنیا، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

[48] گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری، مرتبہ ڈاکٹر محمد ذکی، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، اشاعت اول 1994ء۔

[49] ریاض السلاطین [تاریخ بنگالہ]، غلام حسین سلیم، ایشیاٹک سوسائٹی، مطبع بپٹسٹ مشن، 1890ء۔

[50] بنگال کے عربی و فارسی کتبات پر ایک نظر، پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف صدیقی، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

[51] ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، ابوالحسنات ندوی، روز بازار الیکٹرک پریس ہال، بازار امرتسر، شائع

شدہ، 1341ھ-

[52] جامع العلوم (خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم، ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت) مرتب، سید علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی، تحقیق: ڈاکٹر غلام سرور، ناشر: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۲ء-

[53] رحلۃ ابن بطوطہ: تحفۃ النظار في غرائب الامصار وعجائب الأسفار، محمد بن عبد اللہ بن محمد بن إبراهیم اللواتي الطنجي، ابو عبد اللہ، ابن بطوطہ، ناشر: دار الشرق العربي-

[54] سفرنامہ ابن بطوطہ، حصہ دوم، مترجم رئیس احمد جعفری، نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، طبع پنجم، سال اشاعت 1986ء-

[55] الكشف عن حقیقۃ الصوفیۃ لأول مرۃ في التاریخ، تالیف: محمود عبد الرؤوف القاسم، مکتبہ شاملہ]

[56] الدر والیاقوت في محاسن السکوت، ترجمہ بنام خاموشی کے محاسن و فوائد، مترجم عبد الخبیر اشرفی مصباحی، ناشر تاج الاصفیا دار المطالعہ، مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف، سال اشاعت، 2011ء-

[57] A History of Sufism in Bengal، ڈاکٹر انعام الحق، ایشاٹک سوسائٹی آف بنگلادیش۔

[58] شیخ شمعو دیا، مترجم، ایشیاٹک سوسائٹی، کولکاتا، سال اشاعت 2002ء۔

[5 9] DEVELOPMENT OF SUFISM IN BENGAL, M U H A M M A O I S M A I L , DEPARTMENT Of ISLAMIC STUDIES ALIQARH MUSLIM UNIVERSITY .ALIGARH) INDIA.1989-

[60] Pioneers of Islam in Bengal. The Early Muslim saints of Bengal and their Contributions,Muhammad Mojlum Khan,www.bmri.org.uk-

[6 1] The Contributions of Sufism in Promoting Religious Harmony in B a n g l a d e s h , Abdullah Al Masud International Islamic University Malaysia,Journal of Usuluddin-

296

آئینۂ کتاب

✿	عناوین	صفحہ
	انتساب ناشر	3
	انتساب مصنف	4
✿	نذرانۂ عقیدت-سید فضل اشرفی میسوری	5
✿	منقبت در شان مخدوم بنگال-ڈاکٹر مشاہد رضوی	7
1	عرض دل-بشارت علی صدیقی اشرفی	9
2	دعائیہ کلمات-قائد ملت حضرت سید محمود میاں قبلہ	11
3	تاثرات شمیم-حضرت ڈاکٹر سید شمیم الدین منعمی قبلہ	13
4	باران کرم-ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی قبلہ	16
5	تاثرات عزیز-ڈاکٹر عباد عالم رضوی مصباحی قبلہ	18
6	تاثرات کریم-ڈاکٹر سید فضل الرحمن کاظمی قبلہ	21
7	کلمات تصدیق-علامہ عبدالخالق اشرفی قبلہ	24
8	تاثرات مشاھد-ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی قبلہ	26
9	مقدمہ-علامہ مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی قبلہ	28
✿	شیخ جلال الدین تبریزی-فضائل و شمائل	36
✿	باب اول-سلسلہ سہروردیہ اور بانیان سلسلہ سہروردیہ	38
1	سلسلہ عالیہ سہروردیہ-ایک مختصر تعارف	39

2	بانی سلسلۂ سہروردیہ اول شیخ عبدالقاہر ابونجیب ضیاء الدین سہروردی	40
3	بانی سلسلۂ سہروردیہ دوم حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی	41
4	خلفائے شیخ شہاب الدین سہروردی	43
5	بھارت میں سلسلہ سہروردیہ کا ابتدائی دور	47
6	غیر منقسم بھارت میں سلسلہ سہروردیہ کے اولین مراکز	48
✿	**باب دوم-ولادت، تعلیم وتربیت، خاندانی پس منظر، مرشدان طریقت**	52
1	شیخ جلال الدین تبریزی کی جائے ولادت تبریز-ایک تعارف	53
2	ولادت باسعادت	55
3	اسم گرامی اور حسب ونسب	56
4	کیا شیخ جلال الدین تبریزی سید تھے؟	57
5	شیخ جلال الدین تبریزی کے والد شیخ ابوسعید کے مرید تھے	58
6	تعلیم وتربیت	59
7	قبل بیعت شیخ جلال الدین تبریزی کا علمی وروحانی مقام	61
8	کیا شیخ جلال الدین تبریزی بادشاہ تھے؟	62
9	کیا شیخ جلال الدین تبریزی نے اپنے بیٹے کو جانشین سلطنت بنایا تھا؟	65
10	مشائخ طریقت، تعلیم سلوک ومعرفت	66
11	شیخ بدرالدین ابوسعید تبریزی	67
12	شیخ ابوسعید تبریزی کے مریدین کی تعداد	67
13	شیخ ابوسعید تبریزی سے خواجہ معین الدین چشتی کی ملاقات	68
14	شیخ ابوسعید تبریزی علیہ الرحمہ کا توکل	69
15	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ ابوسعید کی عبادتیں	72
16	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ ابوسعید تبریزی کی عظمتیں	74
17	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی	75

نمبر	عنوان	صفحہ
18	شیخ جلال الدین تبریزی حضرت شیخ الشیوخ کی بارگاہ میں	75
19	حضرت شیخ الشیوخ کی بارگاہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کا نذرانہ	76
20	حضرت شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کا مجاہدہ نفس	78
21	خدمت شیخ کا نرالا انداز	79
22	مسافران حرم پر شفقت	82
23	شیخ جلال الدین تبریزی کا حسن انتخاب	83
24	حضرت شیخ الشیوخ کے دربار میں اپنے پیر کا خیال	85
25	حضرت شیخ الشیوخ کی عظمتوں کے گواہ شیخ جلال الدین تبریزی	86
✿	**باب سوم:** شیخ تبریزی اور مشائخ سلسلۂ سہروردیہ تعلقات و روابط	89
1	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی	90
2	مختصر تعارف شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی	90
3	شیخ جلال الدین تبریزی کا جانب بھارت پہلا سفر	92
4	شیخ جلال الدین تبریزی کی شیخ فرید الدین عطار سے ملاقات	94
5	شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی جدائی	95
6	شیخ جلال الدین تبریزی کی خراسان کے راستے بغداد واپسی	96
7	کیا شیخ جلال الدین تبریزی تنہا بھارت آئے تھے؟	97
8	کیا شیخ جلال الدین تبریزی شیخ زکریا ملتانی کے ہمراہ بھارت آئے تھے؟	98
9	کیا شیخ تبریزی، شیخ قطب الدین بختیار کے ساتھ بھارت آئے تھے؟	99
10	شیخ تبریزی کی آمدِ بھارت کے سلسلے میں مختلف روایتوں میں تطبیق	101
11	شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کا شیخ جلال الدین تبریزی پر اعتماد	102
12	شیخ جلال الدین تبریزی کی رسی اور شیخ الاسلام بہاء الدین ملتانی	104
13	شیخ جلال الدین تبریزی کی جوتیاں اور شیخ الاسلام بہاء الدین ملتانی	105
14	شیخ تبریزی اور شیخ زکریا ملتانی کے درمیان مراسلاتی تعلقات	107

نمبر	عنوان	صفحہ
15	شیخ جلال الدین تبریزی کا مراسلہ شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے نام	109
16	شیخ الاسلام زکریا ملتانی کا جوابی مراسلہ شیخ جلال الدین تبریزی کے نام	110
17	شیخ الاسلام زکریا ملتانی کا شیخ جلال الدین تبریزی کے نام ناصحانہ مراسلہ	111
18	شیخ جلال الدین تبریزی کا جوابی مراسلہ	113
19	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے روحانی تعلقات	113
20	شیخ تبریزی اور شیخ زکریا ملتانی آپسی ملاقات سے خوش ہوتے تھے	117
21	شیخ بہاء الدین زکریا کی امانتوں کے امین شیخ جلال الدین تبریزی	117
22	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ حمید الدین ناگوری	119
23	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ حمید الدین ناگوری کی صحبتیں	119
❁	**باب چہارم: شیخ جلال تبریزی اور مشائخ سلسلۂ چشتیہ تعلقات و روابط**	121
1	شیخ جلال الدین تبریزی اور سلطان الہند کی صحبتیں	122
2	سلطان الہند کی صحبتیں اور برکتیں	124
3	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی	126
4	مختصر تعارف شیخ قطب الدین بختیار کاکی	126
5	شیخ قطب الدین بختیار کی بغداد آمد اور شیخ جلال الدین تبریزی کی ملاقات	127
6	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار سرزمین ملتان میں	128
7	شیخ قطب الدین بختیار کا تصرف اور شیخ جلال الدین تبریزی کا مشاہدہ	129
8	شیخ تبریزی اور شیخ بختیار کاکی کے دوستانہ تعلقات کا حسین منظر	131
9	شیخ جلال الدین تبریزی محفل سماع میں	133
10	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار اوشی کی ملاقاتیں	135
11	ایک غار والے صاحب دل کی ملاقات اور ان کی نصیحتیں	136
12	غیب سے روزی اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات	138
13	شیروں نے شیخ جلال الدین کے قدم چومے	138

14	کیا شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ بختیار کاکی اوشی کے خلیفہ تھے؟	139
15	شیخ جلال الدین تبریزی کا سفر غزنین	143
16	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود	144
17	مختصر تعارف شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود	144
18	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر پر شیخ جلال الدین تبریزی کا فیضان	146
19	انار کے ایک دانہ کی برکت	147
20	شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ فرید الدین گنج شکر کی ملاقاتیں	149
✿	**باب پنجم: قیام دھلی**	152
1	دہلی میں آمد اور سلطان التمش کا تاریخی استقبال	153
2	بیت الجن میں قیام	154
3	شیخ جلال الدین تبریزی کے نام سے جنات بھاگتے ہیں	156
4	شیخ جلال الدین تبریزی کے فیضان سے عوام نے جنات کا ہنگامہ دیکھا	157
5	شیخ نجم الدین صغریٰ کی آتش حسد کی تیزی	159
6	شیخ الاسلام نجم الدین صغری کو ندامت	161
7	شیخ الاسلام نجم الدین صغری کی تہمت تراشی	162
8	فیصلہ فریق ثالث کو سپرد کرنے پر اتفاق	164
9	شیخ جلال تبریزی کی پیش گوئی اور شیخ نجم الدین صغری کی تیسری شرمندگی	166
10	محضر دہلی میں اکابر علما و مشائخ کی شرکت	167
11	شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی فیصل بنائے گئے	169
12	مجلس فیصلہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کی کرامت کا ظہور	171
13	شیخ نجم الدین صغری کی عہدۂ شیخ الاسلامی سے معزولی	172
14	دیرینہ دوست کے ساتھ ایک شب	173
15	شیخ جلال الدین تبریزی کی دہلی سے بدایوں روانگی	173

صفحہ	عنوان	نمبر
175	**باب ششم: قیام بدایوں**	
176	بدایوں کا سیاسی و روحانی تعارف	1
178	شیخ جلال الدین تبریزی کی بدایوں آمد	2
179	بدایوں میں تعمیر مسجد اور دعوت وتبلیغ کا عروج	3
180	شیخ نجم الدین صغری کی غائبانہ نماز جنازہ	4
182	شیخ جلال الدین تبریزی کے چہرہ کی نورانیت	5
184	حضرت مولا علی بدایونی نے دولت دنیا سے کنارہ کشی کر لی	6
186	شیخ مولا علی بدایونی نے بیوی کو طلاق دے دی	7
186	استاذ نظام الدین اولیا مولانا علاء الدین اصولی پر نگاہ کرم	8
189	شیخ تبریزی اور قاضی کمال الدین جعفری کے درمیان دوستانہ تعلقات	9
191	شیخ جلال تبریزی اور قاضی کمال الدین جعفری کی اٹھکھیلیاں	10
193	شیخ برہان الدین کی بیعت	11
194	بدایوں سے بنگال	12
195	دوسری بار بدایوں ورود مسعود	13
196	شیخ جلال الدین کا براہ اودھ، بہار اور اڑیسہ بنگال کا سفر	14
199	**باب ہفتم: قیام بنگال سے وفات تک**	
200	بنگال میں اشاعت اسلام	1
202	شیخ جلال الدین تبریزی کے عہد کا بنگال	2
203	بنگال میں ورود مسعود	3
204	دیوتلا میں پہلا قیام اور دیو کی ہلاکت	4
206	شیخ جلال الدین تبریزی پر جادو کا اثر نہیں ہوتا تھا	5
208	دیوتلا میں مسجد کی تعمیر	6
208	دیوتلا میں شیخ جلال الدین تبریزی کے آثار	7

8	دیوتالہ کے چار کتبے	209
9	پنڈوہ شریف میں ورود مسعود	210
10	پنڈوہ شریف میں اشاعت دین اور یوگیوں سے مناظرہ	211
11	پنڈوہ شریف میں شیخ جلال الدین تبریزی کے آثار	212
12	شیخ جلال تبریزی نے خواب میں سلطان علاء الدین کو تعمیرات کا حکم دیا	213
13	درگاہ شیخ جلال الدین تبریزی پنڈوہ شریف کی بعض عمارتوں کا تعارف	214
14	درگاہ شیخ جلال الدین تبریزی کے دروازے	215
15	چلہ خانہ کا پہلا حصہ	216
16	کیا شیخ الشیوخ بھارت آئے تھے؟	217
17	قدم رسول	217
18	چلہ خانہ کا دوسرا حصہ مسجد	217
19	شیخ جلال الدین کی دوسری چلہ گاہ	218
20	بھنڈار خانہ	218
21	تنور خانہ	218
22	چلہ گاہ شیخ نور قطب عالم پنڈوی	219
23	لکھن سینی والان	219
24	مصنف تذکرہ صوفیائے بنگال اعجاز الحق قدوسی صاحب کی تحریر	220
25	دائرہ شاہ جلال کے متعلق منشی شیام پرشاد کا ایک بیان	220
26	شیخ جلال الدین تبریزی کا لنگر خانہ	222
27	بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ کا تعارف	224
28	بائس ہزاری وقف اسٹیٹ کی تولیت	225
29	نقل سند شاہی	226
30	نقل سند نظامت مرشد آباد	228

31	نقل سند گورنمنٹ انگریز	230
32	متولی درگاہ بائیس ہزاری سید صدر الدین موسوی اول کی مذہبی خدمتیں	231
33	درگاہ بائیس ہزاری وقف اسٹیٹ کا شجرۂ تولیت	233
34	پنڈوہ شریف سے روانگی	233
35	سنارگاؤں بنگال میں قیام	234
36	گوہاٹی آسام کا سفر	235
37	علاقۂ کامروپ کوچک پہاڑ میں قیام	235
38	شیخ جلال الدین تبریزی سے مشہور سیاح ابن بطوطہ کی ملاقات	236
39	شیخ جلال الدین تبریزی کا حال وفات	239
40	علاقۂ کامروپ میں شیخ جلال الدین تبریزی کی خدمات	239
41	شیخ جلال الدین تبریزی کا چِلّہ	240
42	شیخ برہان الدین صاغر سے شیخ جلال الدین کے مراسلاتی رابطے	242
43	شیخ جلال الدین تبریزی کے تاریخہائے وصال	244
44	ابن بطوطہ کی ملاقات پر مصنف کی رائے	248
45	شیخ جلال الدین تبریزی کا مزار	250
✿	**باب ہشتم: عکس شخصیت**	252
1	شیخ جلال الدین تبریزی کے علمی آثار	253
2	شیخ جلال الدین تبریزی کی تعلیمات	254
3	علم روشنی ہے	255
4	قوت برائے عبادت	255
5	اپنا کلام اللہ تعالیٰ کے نام	256
6	خانقاہ عبادت خانہ ہے	257
7	نیک انسان کی صحبت نفل عبادت سے بہتر	257

8	عورتوں کا دلدادہ کبھی فلاح نہیں پاتا	258
9	دنیاوی جائداد کا طالب دنیا کا غلام ہے	258
10	اللہ سے محبت کرنے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے	259
11	عبادات ومجاہدات	260
12	عادات واطوار	261
✿	**باب نہم-کشف وکرامات**	262
	کشف وکرامات	263
✿	**باب دھم-شیخ شبھودیا**-ایک تعارف مع خلاصہ	265
	شیخ شبھودیا-ایک تعارف	266
✿	**مصادر ومراجع**	292
✿	**آئینۂ کتاب**	296

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدرآباد دکن